کہ عِظَمٌ اور صِغَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہٗ کثرت وقلت اور عظم وصغر میں سے ہرایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (۷۳:۲) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

باب (افعال) سے اِقْلَالٌ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی ہوتا ہے مثلاً اَقْلَلْتُ مَا اَعْطَيْتَنِيْ میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیتہ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا جب وہ بھاری بھاری پتھروں کو اٹھالاتی ہے۔

یہاں اَقَلَّتْ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھالاتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقَلَّتْ بمعنی حَمَلَتْ ہے۔

= سُقْنٰهُ۔ سَاقَ يَسُوْقُ۔ سَوْقٌ (باب نصر) سے ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک وبے گیاہ علاقہ۔

= فَاَنْزَلْنَا بِهٖ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ بَلَدٍ مَّيِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سوق کے لئے ہے۔ کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے

= اَخْرَجْنَا بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الماء کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کرلو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیگا اور قیامت وقوع ہوگی

۷:۵۸ = خَبُثَ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول البلد کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= نَكِدًا۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

= نُصَرِّفُ۔ ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔
تَصْرِیْفٌ۔ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔

۷ : ۶۰ = اَلْمَلَأُ۔ اسم جمع۔ معرّف باللام۔ سرداروں کی جماعت۔ بڑے لوگوں کی جماعت۔
مَلَأَ یَمْلَأُ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن سے بھر دیتے ہیں اس لئے انہیں مَلَأُ انہیں کہتے ہیں۔ مِلْأُ الْاَرْضِ زمین کی وسعتوں کو مقدار بھر بھر دینا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

۷ : ۶۱ = لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ۔ لَیْسَ۔ فعل ناقص۔ واحد مذکر غائب۔ بمعنی نہیں۔
ضَلٰلَۃٌ۔ گمراہی۔ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے۔

۷ : ۶۲ = اُبَلِّغُکُمْ۔ بَلَّغَ یُبَلِّغُ تَبْلِیْغٌ (تَفْعِیْلٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ میں تم کو پہنچاتا ہوں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
= رِسٰلٰتِ۔ رِسَالَۃٌ کی جمع۔ پیغامات۔

۷ : ۶۳ = عَلٰی رَجُلٍ۔ عَلٰی لِسَانِ رَجُلٍ۔ (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس کے ذریعہ سے۔

۷ : ۶۴ = عَمِیْنَ۔ عَمٍ کی جمع۔ بحالت نصب۔ عَمٍ۔ عَمًی سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اصل میں عَمِیٌ تھا۔ چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا ی حذف ہوجاتا ہے۔ اس لئے یاء حذف ہوگئی۔ اور عَمٍ رہ گیا۔ حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئیگی

۷ : ۶۵ = اِلٰی عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔ یہ عطف بھی ہوسکتا ہے نوح پر (آیت ۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے۔ عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے۔ اس کی نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی۔

عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۷ : ۶۶ = سَفَاھَۃٍ۔ سَفِہَ یَسْفَہُ (سَمِعَ) کا مصدر۔ بے عقلی۔ بے وقوفی۔ جہالت۔
= اَمِیْنٌ۔ امانت دار۔ معتبر۔ امن والا۔ اَمَانَۃٌ اور اَمْنٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فَعِیْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔

۷ : ۶۹ = بَصْطَۃً۔ بَسْطَۃٌ۔ کشادگی۔ وسعت۔ کشائش۔ بسیط۔ کشادہ۔ وسیع۔
= اٰلَآءَ۔ اِلْیٌ کی جمع۔ احسانات۔ نعمتیں۔

۷ : ۷۰ = اَجِئْتَنَا۔ الف استفہامیہ۔ جِئْتَ ماضی واحد واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر

جمع متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔

= نَذَرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدَ) جمع متکلم۔ وَذْرٌ۔ مصدر (باب سَمِعَ) درخور اعتنا نہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ نَذَرَ۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔

= بِمَا تَعِدُنَا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔

٧:٧١ = وَقَعَ۔ واجب ہوگیا۔ لازم ہوگیا۔ (باب فتح) وُقُوْعٌ) مصدر وَقَعَ الشَّيْءُ مِنْ يَدَيَّ۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ وَقَعَ الْحَقُّ۔ حق کا ثابت ہونا۔ وَقَعَ الْاَمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وقوع پذیر ہونا۔

= رِجْسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔

= اَتُجَادِلُوْنَنِيْ۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔

= مَا نَزَّلَ اللّٰهُ۔ میں مَا نافیہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)

٧:٧٢ = دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا دُبُوْرٌ سے جس کا معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

٧:٧٣ = اِلٰى ثَمُوْدَ۔ اِلٰى قَوْمِ ثَمُوْدَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔

= لَكُمْ اٰيَةً۔ اَيْ اٰيَةً لَّكُمْ نَاقَةٌ کا حال ہے۔

= فَذَرُوْهَا۔ ف۔ پس۔ ذَرُوْا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے ملاحظہ ہو ٧:٧٠)

= لَا تَمَسُّوْهَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ اي لَا تَضْرِبُوْهَا۔ لَا تعقروها۔ او لا تطردوها۔ اس کو مت گزند پہنچاؤ۔

= فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔

٧:٧٤ = بَوَّاَكُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ تَبْوِيَةٌ (تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور مناسب جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی (سازگار، موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّاْتُ لَهٗ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے

جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ آیۃ ہذا میں معنی یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ۔ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ یا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳: ۱۲۱) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔

= تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا۔ ای تتخذون قصورًا من سهولها۔ اس کے میدانی علاقوں میں عالیشان محل بناتے ہو۔ سُهُوْلٌ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔

لیکن رَجُلٌ سَهْلِيٌّ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔

= تَنْحِتُوْنَ۔ نَحْتٌ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعْثَوْا۔ تم فساد نہ کرو۔ اَلْعَيْثُ وَالْعِثِيُّ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریباً ہم معنی ہیں لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اَلْعِثِيُّ حکمی یعنی ذہنی یا فکری فساد کے لئے آتا ہے آیۃ ہذا میں دونوں معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ آیہ (۲: ۶۰) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں کے لئے آیا ہے۔

۷: ۷۵ = اُسْتُضْعِفُوْا۔ وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف۔ (استفعال) سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔

۷: ۷۷ = فَعَقَرُوْا۔ پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْ عُتُوٌّ وَعِتِيٌّ۔ حکم عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۵: ۴۴ - اور ۲۵: ۲۱ -

۷: ۷۸ = الرَّجْفَةُ۔ الرَّجْفُ۔ اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ۔ زمین متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جب زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ۔ بمعنی زلزلہ۔ بھونچال۔ کپکپاہٹ۔ لرزش۔

= جٰثِمِيْنَ۔ جثم (باب ضرب۔ نصر) جَثْمٌ جُثُوْمٌ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیہ ہذا میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے

بل گرے پڑے تھے۔

۷: ۸۰ = وَلُوطًا۔ ای وارسلنا لوطًا۔

= اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۔ کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۷: ۲۸

۷: ۸۱ = مُسْرِفُوْنَ ۔ اسم فاعل ۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔

۷: ۸۳ = الْغَابِرِيْنَ ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غُبْرَةٌ ہے۔ تھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ غُبَارٌ وہ گرد جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہٰذا۔ الْغَابِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے۔

۷: ۸۴ = اَمْطَرْنَا ۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ برسانا۔ (باب افعال) مطر (نصر) (آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرَ کا استعمال باران رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ کا نزول عذاب میں۔

۷: ۸۵ = اَخَاهُمْ ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔

= اَوْفُوْا ۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٰی یَفِیْ اِیْفَاءٌ ۔ پورا کرنا۔ اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ (افعال) پورا کرنا۔ اَوْفٰی بِالْوَعْدِ ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَوْفَی الْکَیْلَ ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَوْفُوا الْکَیْلَ ۔ پیمانہ پورا ناپو۔

= اَلْکَیْلُ ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔

= اَلْمِیْزَانَ ۔ وَزْنٌ سے وزن کرنا۔ ای اَوْفُوا الْمِیْزَانَ ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔

= لَا تَبْخَسُوْا ۔ تم گھاٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

۷: ۸۶ = لَا تَقْعُدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُوْدٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نَصَرَ)

= تُوْعِدُوْنَ ۔ تم ڈراتے ہو۔

لَا تَقْعُدُوْا ۔۔۔ تُوْعِدُوْنَ ۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور

تہدید سے بندمت کرو۔ کل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

= وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ۔ (ای ولا تقعدوا بکل صراط تصدون عن سبیل اللہ من اٰمن بہ۔ ای ولا تمنعوا من یرید الایمان باللہ۔ اور جو اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بندمت کردو۔

= تَبْغُوْنَهَا۔ تم اس کو چاہتے ہو بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= عِوَجًا۔ عوج۔ کجی۔ ٹیڑھاپن۔

= لَا تَقْعُدُوْا ...... عِوَجًا۔ یعنی راستہ پر ہوا بن کر مت بیٹھ جاؤ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو۔ اور طریق حق میں مین میخ نکالتے رہو۔

پارہ
وَقَالَ الْمَلَأُ
(۹)
الْاَعْرَافُ وَالْاَنْفَالُ

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

۸۸:۷ = لَتَعُوْدُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھر آؤ گے ۔ تم مڑ آؤ گے ۔ تم پلٹ آؤ گے ۔ عَادَ يَعُوْدُ عَوْدًا (باب نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد (پلٹنا خواہ بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم وارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں ۔

= مِلَّتِنَا ۔ ہمارا مذہب ۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۔ یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ آنا ہو گا ۔ یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا ۔ ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے ۔ لہٰذا مشرکین کے مذہب میں واپس لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہ حضرت شعیبؑ سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے ۔

= اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے واؤ برائے حال ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔ اتعیدوننا فی ملتکم فی حال کراهتنا ومع کوننا کارهین ۔ کیا تم ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹا دو گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے ۔ نفرت ہے ۔

۸۹:۷ = اِفْتَرَيْنَا ۔ اِفْتِرَاءٌ ۔ سے ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے بہتان باندھا ۔

= قد افترینا ..... منها ۔ تقدیر کلام یوں ہے ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجّٰنا اللّٰہ منها قد افترینا علی اللّٰہ کذبًا ۔ باوجود اس کے کہ اللّٰہ نے ہمیں اس (تمہارے دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللّٰہ تعالیٰ پر صریحًا جھوٹا بہتان ہو گا

= وَمَا يَكُوْنُ لَنَا ۔ اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے ۔

= فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ملت مشرکین کی طرف راجع ہے ۔

= اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۔ یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیت ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا مقدر ہو چکا ہو ۔

= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ تمیز۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔
= اِفْتَحْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو فیصلہ کردے۔ اَلْفَتَّاحُ۔ قاضی۔ فیصلہ کرنے والا۔ اَلْفَتَّاحَةُ حکومت۔ فَتْحٌ سے۔ فتحٌ کے معنی فتح ونصرت بھی ہیں۔
۷: ۹۱ = الرَّجْفَةُ۔ الزلزلة۔ زلزلہ۔ بھونچال۔ لرزش۔ کپکپاہٹ۔
= جٰثِمِيْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ منہ کے بل گرے ہوئے۔
۷: ۹۲ = لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ غِنيً مصدر (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا (گویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے) غَنِيْتُ بِالْمَكَانِ۔ میں مکان میں ٹھہرا۔ قیام کیا۔ غنی القوم فی دارهم۔ لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا۔ مَغْنٰی۔ قیام گاہ۔
۷: ۹۳ = اٰسٰی۔ میں افسوس کروں۔ میں غمگین ہوں۔ میں غم کھاؤں۔ اَسًی سے (باب سمع) مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اٰسٰی اصل میں أَأْسٰی تھا۔ دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی۔ اٰسٰی ہوگیا۔
= كَيْفَ اٰسٰی۔ میں کیسے غم کھاؤں۔ میں کیوں غم کھاؤں۔
(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)
۷: ۹۴ = اَلْبَأْسَآءِ۔ اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ بَأْسٌ بُؤْسٌ اور بَأْسَآءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر وفاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔ اور اَلْبَأْسُ و اَلْبَأْسَآءُ جسمانی زخم۔ بدنی تکلیف۔ جسمانی امراض اور نقصان کے لئے آتے ہیں۔
= الضَّرَّآءِ = ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر وحاجت سے ہوتی ہے۔ تکلیف۔ سختی تنگی۔ اَلْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ۔ دونوں اسم مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔
= يَضَّرَّعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَضَرُّعٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ اصل میں يَتَضَرَّعُوْنَ تھا۔ ت کو ض میں مدغم کردیا گیا۔ (تاکہ وہ زاری کریں۔ عاجزی کریں)
۷: ۹۵ = السَّيِّئَةُ اصل میں سَوْئِةٌ تھا واؤ کو یَ سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کردیا گیا ہے بمعنی برائی۔ خطاکاری۔ گناہ۔ فعل بد۔ ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً ناگواری اور تکلیف کا باعث بنے۔ زبوں حالی۔ یا مصیبت یا سختی۔
= الحسنة۔ السيئة کی ضد ہے ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً آسائش۔ فرحت واطمینان کا باعث بنے۔ نیکی۔ نیکوکاری۔ خوشحالی۔ سلامتی۔

= عَفَوْا۔ عَفَا یَعْفُوْا (نصر) وہ بڑھ گئے۔ وہ زیادہ ہو گئے۔ عَفْوٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ عَفَوْا۔ ای کثروا فی انفسھم واموالھم۔ مال وجان میں کثرت ہونا۔

= السَّرَّآءِ۔ نعمت۔ فراخی۔ خوشی۔ اصل میں حالت شادمانی کا نام سرا ہے۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ ایک دم۔ یکایک۔ دفعةً۔

= آیات ۹۴-۹۵ میں بعض کے نزدیک نَبِیٍّ کے بعد فَکَذَّبُوْہُ محذوف ہے۔ یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں نبی بھیجا۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔ تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا۔

لیکن بعض کے نزدیک یَضَّرَّعُوْنَ کے بعد اضمار ہے۔ یعنی ولکن لم یَضَّرَّعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کر دی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تنگی اور بیماری کو فراخی اور مال وجان کی کثرت میں بدل دیا۔ کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے۔ لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک سزا کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا

۷:۹۷ = اَمِنَ۔ وہ بے خوف ہو گیا۔ وہ نڈر ہو گیا۔ اَمْنٌ سے (باب سمع) ماضی واحد مذکر غائب۔ اَمْنٌ بمعنی امن۔ بے خوفی۔ دلجمعی۔

= بَأْسُنَا۔ ہمارا عذاب۔

= بَیَاتًا۔ رات کے وقت۔ راتوں رات۔

۷:۹۸ = ضُحًی۔ چاشت کے وقت۔ دوپہر کے وقت۔

۷:۹۹ = مَکْرُ۔ چال۔ اَلْمَکْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی برا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے۔ جیسے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝ (۳:۵۴) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ اور وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ۔ (۳۵:۴۳) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۷:۱۰۰ = لَمْ یَھْدِ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ ھِدَایَةٌ مصدر۔ باب ضرب۔ اصل میں یَھْدِیْ تھا۔ لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہوا۔ کیا ہدایت نہیں کی۔ کیا موجب ہدایت نہیں ہوا۔

جب لازم کو حرف صلہ یا حرفِ جر لگا کر متعدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَھَبَ گیا ذَھَبَ بِہٖ لے گیا۔ موجودہ صورت میں ھَدٰی یَھْدِیْ پر اللام حرف صلہ لایا گیا ہے یَھْدِیْ لِ ۔ واضح کرنا۔

= اَوَلَمْ یَھْدِ لِلَّذِیْنَ ...... بِذُنُوْبِھِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر واقعی نے واضح نہیں کر دیا۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

= وَنَطْبَعُ ...... لَا یَسْمَعُوْنَ ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:۔

" اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو) ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔ (انسان دھیان دے کر نصیحت تبھی سنتا ہے اگر اس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے)

۷: ۱۰۱ = اَنْۢبَآئِھَا۔ اَنْبَاءُ۔ نَبَأٌ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَأٌ۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظنِ غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نبأ نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

= ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القُرٰی کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

= فَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۷: ۸۹۔

۷: ۱۰۲ = نَمَا وَجَدْنَا ...... مِنْ عَھْدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا۔ نافیہ ہے

= اِنْ۔ مخففہ ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا وَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

= فٰسِقِیْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانیوالے

۷: ۱۰۳ = فَظَلَمُوْا بِھَا۔ فکفروا عنہا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کر دیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کر دیا۔

۷ : ۱۰۵ = حَقِیْقٌ ۔ سزاوار، لائق۔ ثابت۔ قائم۔ حَقٌّ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حقٌّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں۔ اس طرح میں فٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔

لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے۔ اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ (۶:۶۲) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے۔

۲:۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے۔ مثلاً مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (۱۰ : ۵) (اس نے سورج چاند کو منور بنایا۔ ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا

۳:۔ کسی چیز کے بارہ میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث۔ ثواب۔ عقاب اور جنت ودوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے۔

۴:۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے:۔ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (۱۰ : ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا۔ یا حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ۔ (۳۲ : ۱۳) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ بھر دوں گا......

حَقِیْقٌ عَلٰۤى اَنْ۔ حق یہی ہے کہ۔ (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ۔ (میرے لئے) سزاوار یہی ہے۔

۷ : ۱۰۷ = اَلْقٰى۔ اَلْقٰى یُلْقِیْ اِلْقَاءٌ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اس نے زمین پر پھینکا

= فَاِذَا۔ اذا یہاں دفعۃً۔ ناگہاں۔ فوراً۔ کے معنوں میں آیا ہے۔ ویسے اس کا معنیٰ جب اس وقت۔ بھی ہے۔

= ثُعْبَانٌ۔ بہت بڑا سانپ۔ اژدھا۔ اسم ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے

= مُبِیْنٌ۔ صاف۔ ظاہراً۔ کھلا۔ سچ مچ کا۔

۷ : ۱۰۸ = نَزَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب فتح) نَزْعٌ سے باہر نکالا۔

= بَیْضَآءُ۔ سفید۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَیَاضٌ سے۔ اس کی جمع بِیْضٌ ہے

اور مذکر اَبْیَضُ۔

۷ : ۱۱۱ = اَرْجِہْ۔ اَرْجِہْ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے اِرْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ۔ اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔

آیات ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ میں مختلف اقوال ہیں

(۱) اِنَّ ھٰذَا سے لے کر فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تک سردارانِ قوم فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے۔

(۲) یہ کلام سردارانِ قوم فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے

(۳) اِنَّ ھٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِکُمْ تک سردارانِ قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ فرعون کا خطاب سردارانِ قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوْا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

(ا) اگر خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔

(ب) اگر خطاب سرداران کا فرعون سے ہے (نمبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوْا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔

(ج) مذکورہ نمبر ۳ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں نمبر ۳۔ اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات نمبر ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ میں اِنَّ ھٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِکُمْ تک کلام سردارانِ قوم فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء (۲۶ : ۳۴۔۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَہٗٓ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۳۵) لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبطیوں کو اِن کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

= اَلْمَدَآئِنِ۔ مَدِیْنَۃٌ کی جمع۔ مدینہ کی جمع مُدُنٌ بھی ہے۔ معرف بہ ال

= حٰشِرِيْنَ۔ ہرکارے اکٹھے کرنے والے ۔ جمع کرنے والے ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ حَاشِرٌ واحد
۷:۱۱۲ = يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر جادوگروں کو
۷:۱۱۳ = اَلسَّحَرَةُ ۔ جادوگر ۔ اس کی واحد سَاحِرٌ ہے ۔
۷:۱۱۵ = اِمَّا ۔ یہ کئی معنی دیتا ہے ۔
(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۔(۷۶:۳)
ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا ۔ اب وہ شکر گذار بندہ بنے یا نا شکرا ۔
(۲) شک وابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَاءَ اِمَّا زَيْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو
گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے ۔
(۳) اباحت اور تخییر کے معنی بھی دیتا ہے ۔ جیسے آیۂ ندا ۔ نیز ملاحظہ ہو (۷:۳۵)
۷:۱۱۶ = وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا ۔ دہشت زدہ کر دیا ۔ اِسْتِرْهَابٌ (استفعال)
سے ماضی جمع مذکر غائب ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب النّاس کے لئے ہے
الرَّهْبُ ۔ الرَّهْبَةُ ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ
رَهْبَةً (۵۹:۱۳) تمہاری ہیبت تو (ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے) بڑھ کر ہے ۔
۷:۱۱۷ = تَلْقَفُ ۔ وہ نگل جاتی ہے ۔ وہ نگل جائے گی ۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب
سَمِعَ) لَقْفٌ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت
میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں ۔
= يَأْفِكُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ سے (باب ضرب) جس کو وہ پلٹ رہے تھے ۔
جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے ۔ اِفْكٌ جھوٹ ۔
۷:۱۱۹ = هُنَالِكَ ۔ اسم ظرف زمان ومکان ۔ وہاں ۔ اس جگہ ۔ اس وقت ۔
= صٰغِرِيْنَ ۔ ذلیل ۔ بے عزت ۔
۷:۱۲۰ = اُلْقِيَ ۔ وہ ڈالا گیا ۔ وہ پھینک دیا گیا ۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی
طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے ۔
امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت نے
پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے ۔
سورۃ ھود میں ہے وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۔(۱۱:۷۸) اور اس کی قوم کے

لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر بھگائے لا رہا ہے۔ یعنی ان کی شدت جذبات اور سرعت کار سے یوں نظر آرہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے۔

۷: ۱۲۳ = مَكْرٌ۔ چال۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۹۹۔

۷: ۱۲۴ = لَاُقَطِّعَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔

میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ تَقْطِيْعٌ (تفعيلٌ) سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادّی ہو یا غیر مادّی۔

= مِنْ خِلَافٍ۔ مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= لَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ میں تم کو ضرور سولی چڑھاؤں گا۔ تَصْلِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) سے۔ جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلِيْبٌ۔ سُولی۔

۷: ۱۲۶ = تَنْقِمُ۔ تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَرَبَ سَمِعَ) نَقْمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا استفہامیہ ہے۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر بہا دے۔ تو انڈیل دے۔ دہانہ کھول دے۔

اِفْرَاغٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر صبر کے بہاتے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبر ان پر اس طرح بہایا جائے کہ وہ سب سے چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور مانگنے والے بمنزلہ مظروف فیہ کے۔

۷: ۱۲۷ = تَذَرُ۔ تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذْرٌ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں

= يَذَرَكَ۔ وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك ضمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُوْنَ۔ غالب۔ مسلّط۔

۷: ۱۲۹ = اُوْذِيْنَا۔ ہم کو ستایا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) ماضی مجہول جمع متکلم اٰذٰی ماضی معروف۔ اُوْذِیَ۔ ماضی مجہول اَذًی۔ مادہ

فَيَنْظُرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۷: ۱۳۰ = السِّنِيْنَ۔ قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔

= نَقْصٍ۔ مصدر۔ کم کرنا۔ اسم کمی۔ (باب نَصَرَ)

۷ : ۱۳۱ = لَنَا هٰذِہٖ ۔ یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔
= تُصِبْهُمْ ۔ ان کو پہنچے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَةٌ (افعال) کسی کو تکلیف کا آلینا۔ تکلیف پہنچنا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔
= یَطَّیَّرُوْا ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطَیُّرٌ (تفعّل) سے اصل میں یَتَطَیَّرُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ یَتَطَیَّرُوْا ہو گیا۔ تَ کو ط میں مدغم کر کے ط کو مشدّد کر دیا یَطَّیَّرُوْا ہو گیا۔ معنی وہ برا شگون لیتے تھے۔ وہ بدشگونی کرتے تھے۔ یَتَطَیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ ۔ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بدشگون ٹھہراتے۔
= طٰٓئِرُهُمْ ۔ ان کا شگونِ بد۔ ان کی فالِ بد۔ ان کی بری قسمت۔ ان کی نحوست۔ ان کی نامبارکی اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ یَطِیْرُ طَیَرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو للکارتے اور ان سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے برا سمجھتے اور منحوس تصور کرتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے برا شگون لینے کے معنی میں ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بدفالی لی جائے۔ یا اسے منحوس سمجھا جائے اس کا استعمال ہونے لگا۔

الغرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور نحوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں بھی کرتے ہیں۔
= عِنْدَ اللّٰهِ ۔ مِنْ جَانِبِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ (امکافاتِ عمل کے قانون کے مطابق ان کے نصیب میں کر دیتا ہے)

۷ : ۱۳۲ = مَهْمَا ۔ جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَهْمَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ ۔ جو کچھ تم کرو گے میں بھی کروں گا۔

مَهْمَا تَاْتِنَا مِنْ اٰيَةٍ ۔ تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔
زمخشری رح نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ بِهٖ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور بِهَا کی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیۃ کی طرف راجع ہے۔
۷ : ۱۳۳ = اَلْجَرَادَ ۔ اسم جنس۔ ٹڈی۔ ملخ۔ جَرَادَةٌ واحد۔ اَلْقُمَّلَ ۔ اسم جنس۔ غلہ کو کھا جانے والا کیڑا۔ چچڑی کی جنس سے۔ جوئیں۔ اَلضَّفَادِعَ ۔ مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد ضِفْدَعٌ ہے۔

== مُفَصَّلٰتٍ ۔ اسم مفعول ۔ جمع مؤنث ۔ تَفْصِيْلٌ ۔ مصدر ۔ جُدا جُدا ۔ کھلی ہوئی ۔ واضح
۷: ۱۳۴ == اَلرِّجْزُ ۔ عقوبت ۔ بلا ۔ عذاب ۔ کپکپا دینے والا ۔ اور لرزا دینے والا عذاب
== اُدْعُ ۔ تو مانگ ۔ تو دعا کر ۔ تو بلا ۔ (باب نَصَرَ) دَعْوَةٌ سے ۔ امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔
== بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۔ اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ۔
== كَشَفْتَ عَنَّا ۔ تو نے ہم پر سے ہٹا دیا ۔
۷: ۱۳۵ == اِلٰۤى اَجَلٍ ۔ ایک مقررہ مدت کے لئے ۔ ایک مقررہ مدت تک ۔
== هُمْ بَالِغُوْهُ ۔ جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا ۔ اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا ۔
یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا ۔

یہ عذاب عظیم ان کا دریائے قلزم میں غرق ہونا تھا ۔ ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا ۔ اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہرکیف ان کا مقدر تھا ۔ اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد ۔ قمل ۔ ضفادع ۔ دم سے) نجات دی گئی ۔ اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا ۔ اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے ۔

== اِذَا ۔ یکلخت ۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۰۷ ۔
== يَنْكُثُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ نَكْثٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں ۔ وہ توڑ دیتے ہیں ۔
۷: ۱۳۶ == فَانْتَقَمْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ پس ہم نے انتقام لیا ۔ بدلہ لیا ۔
== اَلْيَمِّ ۔ اسم جنس ۔ دریا ۔ يَمٌّ ۔ مصدر ۔ دریا میں ڈالنا ۔ دریا کا ساحل پر چڑھ آنا ۔
۷: ۱۳۷ == كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ ۔ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ۔ جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا ۔ یعنی بنی اسرائیل ۔ ماضی استمراری مجہول ۔
== مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا ۔ زمین کے شرق و غرب کا ۔ ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے دونوں ملک ہیں ۔ والارض هي ارض الشام والمصر ۔ (قرطبی)
== كلمة الحسنٰى ۔ وعدۂ خیر ۔ وهي وعدهم بالنصر على اعداهم والتمكين في الارض من بعدهم ۔ ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت ۔ اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ ۔
== دَمَّرْنَا ۔ ہم نے ہلاک کر دیا ۔ ہم نے خراب کر دیا ۔ ہم نے اکھیڑ مارا ۔ تَدْمِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) سے

ماضی جمع متکلم۔

= كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۰ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریاں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرْشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِيْشُ الْبَيْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔

۷: ۱۳۸۔ جٰوَزْنَا۔ جَاوَزَ۔ يُجَاوِزُ مُجَاوَزَةً۔ پار کرنا۔ آگے گذر جانا۔ یا پار کرانا۔ پار اتارنا ہم نے پار کرا دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوْزٌ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوْزُ الطَّرِيْقِ راستے کا وسط۔ جَاوَزَهٗ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گذر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ۔ (۲: ۲۴۹) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گذر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آیۃ ہذا میں:۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائز۔ جوائز۔ جائزہ۔ مجاز۔ سب جَوْزٌ سے مشتق ہیں

= فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جا نکلے۔

= يَعْكُفُوْنَ۔ عَكَفَ يَعْكُفُ (باب نَصَرَ) عُكُوْفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے رہتے تھے۔

۷: ۱۳۹ = هٰٓؤُلَآءِ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے

= مُتَبَّرٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتْبِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبَّرٌ کہتے ہیں۔

تَبَارٌ۔ ہلاکت۔ تبر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جا سکتا ہے) قرآن میں ہے وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (۱۷: ۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا (۷۱: ۲۸) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔

= مَا هُمْ فِيْهِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)

۷: ۱۴۰ = اَبْغِيْكُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ اَبْغِيْ۔ مضارع واحد متکلم۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

۷: ۱۴۱ = اِذْ بمعنی اُذْكُرُوْا۔ یاد کرو۔

= يَسُوْمُوْنَكُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوْمٌ۔ مصدر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۴۹ اور ۳ : ۱۴ ۔
= بَلَاءٌ۔ آزمائش ۔ مصدر ہے۔ جب باب نَصَرَ سے ہو تو بمعنی آزمائش ۔ آتا ہے ۔ اور جب باب سمع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے ۔ جیسے ھَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۔ (۲۰ : ۱۲۰) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ رہے اور ایسی بادشاہت جو کبھی زائل نہ ہو ۔
۷ : ۱۴۲ = فَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے ۔
= فَتَمَّ ۔ پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہو گیا ۔
= مِيْقَاتُ ۔ ظرف زمان ۔ مقررہ وقت ۔ میعاد ۔ وہ میعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جاوے ۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعال) کہا ہے ۔
= اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔ چالیس راتیں ۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے ۔ وضاحت کے لئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں ۔
۷ : ۱۴۳ = اَرِنِيْٓ ۔ ای ادنی ذاتك او نفسك ۔ مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں ۔
= اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۔ کہ میں تجھے دیکھ سکوں ۔ تیرا دیدار کر سکوں ۔
= اِسْتَقَرَّ ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا ۔ استقرار (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں ۔
= تَجَلّٰى ۔ اس نے تجلی کی ۔ وہ روشن ہوا ۔ وہ ظاہر ہوا ۔ وہ جلوہ افروز ہوا ۔ تَجَلِّیٌ سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب ۔ باب تفعّل ۔
= دَكًّا ۔ ریزہ ریزہ کرنا ۔ ڈھا کر برابر کرنا ۔ کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا ۔ دَكٌّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں ۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے ۔ دَكَّةٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔
= خَرَّ ۔ وہ گر پڑا ۔ خَرٌّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔
= صَعِقًا ۔ بے ہوش ۔ صَعِقَ يَصْعَقُ ۔ صَعِقٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔
صَعِقَ ۔ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً :۔
(۱) فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ ۔ (۳۹ : ۶۸) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے ۔

(۲) فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ (۴۱:۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔

(۳) وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)

= اَفَاقَ ۔ وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ افاقۃٌ سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔

۷:۱۴۴ = اِصْطَفَيْتُكَ۔ میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کردیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) صَفْوٌ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ الْاِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے الْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کرلینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المجتبیٰ۔

۷:۱۴۵ = الْاَلْوَاحُ ۔ لَوْحٌ ۔ کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)

= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول

= مَّوْعِظَةً (بطور نصیحت کے) وتَفْصِيْلًا (بطور تفصیل کے)

لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ مبدل منہ۔ یعنی ہر وہ شی لکھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی

= اَحْسَنِهَا۔ اس کی خوبیوں کو۔

= سَاُورِيْكُمْ۔ میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيْكُمْ۔ میں تم کو دکھاؤں گا۔ اَرٰى يُرِيْ اِرَاءَةٌ۔ (افعال) دکھانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رای۔ مادّہ۔

= دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

آخرت کا ٹھکانہ۔ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن وعطاء) ملک شام جہاں قرونِ ماضی کے نافرمانوں کے کھنڈرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے کھنڈرات ہیں۔

۷:۱۴۶ = سَاَصْرِفُ ۔ میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل بافاعل۔ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ مفعول فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ سے حال۔ عَنْ اٰيٰتِيَ۔ متعلق فعل۔ جو لوگ زمین

پر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو (اس پاداش میں) اپنی آیات (کی پیروی) سے پھیر دوں گا۔

اور تصریف کیا ہو گی، اس کا بیان وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ .... سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ط میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنا لیں (وائے محرومی)

= ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے تصریف کی طرف۔ یعنی یہ تصریف اس لئے ہے کہ بِاَنَّهُمْ .... غٰفِلِیْنَ۔

۷ : ۱۴۷ = هَلْ۔ استفہام انکاری۔ (نہیں دی جائے گی ان کو جزاء مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)

۷ : ۱۴۸ = اِتَّخَذَ۔ بنالیا۔ اختیار کرلیا۔ پسند کرلیا۔ ٹھہرالیا۔

= حُلِیِّهِمْ۔ ان کے زیورات۔ ان کے گہنے۔ حُلِیٌّ حَلْیٌ کی جمع۔ مضاف مضاف الیہ۔

حَلِیَ یَحْلٰی۔ (سمع) آراستہ ہونا۔ حَلْیٌ آراستہ کرنا۔

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸ : ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

= عِجْلًا۔ گائے کا بچھڑا۔ گوسالہ۔ جَسَدًا۔ خون و گوشت رکھنے والا۔ یا ڈھانچہ بغیر روح کے۔

= لَهٗ خُوَارٌ۔ گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)

(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچھڑے کا سا مجسمہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)

= اِتَّخَذُوْهُ۔ ای اتخذوہ الٰهًا۔

۷ : ۱۴۹۔ سُقِطَ۔ گرادیا گیا۔ (باب نصر) سُقُوْطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔

سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ۔ محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نادم ہوئے۔ اصل میں تھا سُقِطَ النَّدَمُ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ۔ ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ۔ جب حقیقت پاکر کہ نہ تو وہ عجل بات کرسکتا ہے اور نہ کوئی راہِ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

۷ : ۱۵۰ = غَضْبَانَ۔ صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔ غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو۔ غُضُبَّةٌ۔ وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔

= اَسِفًا۔ مصدر ہے۔ افسوس کرنا۔ پچھتاوا۔ شدید الغضب (شدید غصہ میں) ۔

حَزِيْنًا۔ متاسف۔

= بِئْسَمَا۔ بُرا ہے جو کچھ۔ بُری ہے وہ چیز۔ مَا بمعنی شئی کے تمیز ہے بِئْسَ کے فاعل مضمر کی۔ یا مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ۔ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔

= خَلَفْتُمُوْنِیْ ۔ تم نے میری جانشینی کی ۔ تم نے میرے بعد کیا۔

= اَعَجِلْتُمْ ۔ اَ۔ استفہامیہ ۔ عَجِلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے جلدی کی ۔ تم نے جلد بازی کی۔ عَجَلٌ اور عُجْلَۃٌ سے۔

= اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ۔ کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کر ڈالی ۔یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام وصول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو۔ لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گو سالہ کو خدا بنا ڈالا۔

= یَجُرُّہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔جَرٌّ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر مفعول اس کو کھینچتے ہوئے

= ابْنَ اُمَّ۔ یَا حرفِ ندا محذوف ۔ اِبْنَ اُمَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔

یا ابْنَ اُمَّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں ابْنَ اُمِّیْ تھا۔ ی کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادۃ تخفیف کی وجہ سے ہے ۔

= اِسْتَضْعَفُوْنِیْ۔ انہوں نے مجھے کمزور سمجھا ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ باب استفعال ۔ ن وقایہ ۔ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔

= لَا تُشْمِتْ بِیْ۔ تو نہ ہنسا۔ تو نہ خوش کر۔ الشَّمَاتَۃُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں ۔ اَشْمَتَ اللّٰہُ بِہِ الْعَدُوَّ ۔ کے معنی ہیں۔ اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس سے اس کے دشمن خوش ہوں ۔

فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ ۔ تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں ۔لَا تُشْمِتْ ۔ فعل نہی ۔واحد مذکر حاضر۔ اِشْمَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ حدیث شریف میں ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُری تقدیر سے اور بدبختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

۷:۱۵۲ = سَیَنَالُھُمْ۔ سَ ۔ مستقبل قریب کے لئے ہے یَنَالُ مضارع واحد مذکر غائب ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ عنقریب ان کو آ پہنچے گا ۔ عنقریب ان کو آئیگا ۔نَیْلٌ مصدر۔ نَالَ یَنَالُ (باب سمع)

= اَلْمُفْتَرِيْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ افترا پرداز۔ بہتان باندھنے والے ۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ فری ۔ مادہ۔

اِفْتِرَاءٌ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ۔ شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے ۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰىٓ اِثْمًا عَظِيْمًا ۔(۴ : ۴۸) جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا ۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (۱۱: ۵۰) تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۷:۱۵۳ = مِنْۢ بَعْدِهَا ۔ ای مِنْۢ بَعْدِ السَّيِّئَاتِ (من بعد التوبة) هَا ضمیر سیئات کے لئے ہے ۔

۷:۱۵۴ = سَكَتَ ۔ وہ تھم گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نَصَرَ) سُكُوْتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ اَلسُّكُوْتُ ۔ سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت، سکون کی بھی ایک قسم ہے ۔اس لئے یہاں اس آیۃ میں اس کا استعمال بطور استعارہ سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے۔

= نُسْخَتِهَا ۔ نسخہ یعنی کتاب ۔ لکھی ہوئی تحریر ۔ مضامین ۔ ان کے مضامین میں (رحمت اور ہدایت تھی)

= يَرْهَبُوْنَ ۔ وہ ڈرتے ہیں ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ رَهْبٌ (باب فتح) سے

۷:۱۵۵ = اِخْتَارَ قَوْمَهٗ ۔ ای اختار من قومه ۔ اختیار (افتعال) سے اس نے اپنی قوم سے چن لئے ۔

= لِمِيْقَاتِنَا ۔ ہمارے مقررہ وقت پر ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ مِيْقَاتٌ اسم ظرف زمان ۔ طے شدہ، مقرر شدہ وقت ۔

= اَلرَّجْفَةُ ۔ الزلزلة الشديدة ۔ الرجفُ (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ ۔ زمین زلزلہ سے ہل گئی ۔ بَحْرٌ رَجَّافٌ ۔ متلاطم سمندر (نیز دیکھو ۷:۹۱)

= مِنْ قَبْلُ ۔ مِنْۢ بَعْدُ کی ضد ہے ۔ قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا ۔ یا تو اس پر ضمہ ہوگا ۔ یا اس پر دوزبر ہوں گے ۔ بَعْدًا ۔ قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے ۔

= اِنْ هِيَ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے ۔

= فِتْنَتُكَ ۔ فتنة مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائش. فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۔(۵۱:۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

۷:۱۵۶ = اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ۔ بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا ہے۔ هَادَ يَهُوْدُ (باب نصر) سے۔ هُدْنَا ۔ ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے هَادَ بمعنی رَجَعَ ہے۔ اس کا معنی تُبْنَا ہو سکتا ہے ہم (اپنے کئے پر) تائب ہیں۔

= اُصِيْبُ بِهٖ ۔ جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةٌ (افعال) سے مضارع واحد متکلم۔

= سَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ ۔ میں اس کو لکھ دوں گا ھا ضمیر واحد مؤنث غائب رَحْمَة کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کردوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔

۷:۱۵۷ = اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ بدل ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ کا۔

فَسَاَكْتُبُهَا .... كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔ کا ترجمہ ہوگا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی امیّ کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ دبے ہوئے ہیں) اور وہ بندش یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو جکڑ رکھا ہے

= الرَّسُوْلَ ۔ پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ ۔ اور یہ مُرْسَلٌ بروزن مُفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

= النَّبِيَّ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِيْءٌ تھا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء میں مدغم کردیا گیا۔ نَبِيٌّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النبیّ کہا گیا ہے۔

= اَلْاُمِّيَّ ۔ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب ۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔ بعض کے نزدیک اُمِّيٌّ اُمٌّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ

پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔
بعض نے کہا ہے کہ اُمی۔ امُّ القُریٰ (مکہ) کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث القوم بے پڑھے لکھے ہی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا۔
لفظ اُمّی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفتِ تکبر ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے اور غیر کے لئے مذموم۔
= اِصْرَھُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔
= یَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضْعٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔
= اَلْاَغْلَالُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلّ کی جمع۔ غُلّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔
= اٰمَنُوْا بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ کی طرف راجع ہے
= عَزَّرُوْہُ۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْل النبی۔ تَعْزِیْرٌ (تفعیلٌ) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس کی رفاقت کی۔
= النُّوْر۔ ای اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِیْم۔

آیات ۱۵۶ ‐ ۱۵۷ میں اِنَّا ھُدْنَا اِلَیْکَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔
بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام اَلْمُفْلِحُوْنَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ یَاْمُرُہُمْ بِالْمَعْرُوْفِ سے لے کر کَانَتْ عَلَیْہِمْ تک مذکور ہیں۔ اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل (جو ابھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل نہیں ہوئی تھی) میں ملے گا۔ پس اس نبی امّی کی پیروی کا حکم فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر اُنْزِلَ مَعَہٗ تک ارشاد ہوا۔
شروع میں ارشاد ہوا۔ الّذین یتّبعون الرّسول النّبیّ الامّی (اتباعِ رسول) اور پھر ارشاد ہوا۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ۔ (اتباع القرآن) لہٰذا یہ اشارہ ہے اتباع القرآن واتباع السنّۃ کی طرف۔

بعض کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہوگیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۷ : ۱۵۸ = كَلِمٰتِهٖ۔ کلمات جمع کلمة کی۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ۔ بمعنی قرآن۔ یا ما انزل علیه وعلیٰ سائر الرسل من کتبه ووحیه۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔

۷ : ۱۵۹ = اُمَّةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ نیز اس کے معنی مدت۔ طریقہ۔ دین۔ بھی ہیں۔ اُمَّة بمعنی گروہ۔ باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= يَهْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ ہدایت کرتے ہیں۔ هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) هَدٰى يَهْدِىْ۔

= وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے۔ ہٖ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔

يَعْدِلُوْنَ۔ عَدَلَ يَعْدِلُ (ضرب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۷ : ۱۶۰ = قَطَّعْنٰهُمُ۔ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْطِيْعٌ مصدر (باب تفعیل) اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق حاسہ بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ، یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں۔ قرآن میں ہے۔

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا۔ (۵ : ۳۸) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اور دوسری جگہ ہے۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ (۲۲ : ۱۹) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

یہاں اس آیت میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔

= اَسْبَاطًا۔ سِبْطٌ کی جمع۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ اثنتی عشرة کا بدل ہے۔

= اُمَمًا۔ فرقے۔ قبیلے۔ جماعتیں۔ امتیں۔ انواع۔ اُمَّةٌ کی جمع۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترکہ ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷ : ۱۵۹) اُمَمًا بدل ہے اَسْبَاطًا سے۔ یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں۔ ہر ایک کی الگ الگ جماعت

بنادی گئی۔

= اِسْتَسْقٰهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس نے اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ ۔ ساقی۔ پلانے والا۔

= اِنْبَجَسَتْ ماضی واحد مونث غائب ۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْبِجَاسٌ سے جس کے معنیٰ کسی تنگ مقام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ بجس وا نبجس الماءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ انفجر کا ہم معنی ہے۔ جیسا (۲: ۶۰) میں آیا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس (تنگ مقام یعنی پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

= اُنَاسٌ لوگ۔ نَوْسٌ سے ماخوذ ہے۔

= مَشْرَبَهُمْ = مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان ۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔

= ظَلَّلْنَا ۔ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابر کا) ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل۔

۷: ۱۶۱ = اَلْقَرْيَةَ ۔ یہاں اور ۲: ۵۸ میں القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے

= مِنْهَا۔ ای من اثمار القریۃ وزروعھا ۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے پھل وغیرہ

= حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں۔ تو ہمارے گناہ جھاڑ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۵۸)

۷: ۱۶۲ = رِجْزًا۔ عذاب۔ بلا۔ عقوبت ۔ الرّجز کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔ اسی سے رَجَزَ الْبَعِيْرُ۔ جس کے معنی ضعف کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔

۷: ۱۶۳ = اَلْقَرْيَةِ ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔

= حَاضِرَةَ الْبَحْرِ = لب دریا۔ سمندر کے کنارے۔ حَاضِرَةٌ۔ حُضُوْرٌ سے اسم فاعل ہے۔ مضاف البحر مضاف الیہ ۔ بحر سے بحیرۂ قلزم مراد ہے۔

= يَعْدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ عُدْوَانٌ مصدر۔ باب نصر۔ حدِ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے ۔ زیادتی کر رہے تھے۔

= السَّبْتِ ۔ سنیچر کا دن۔ یوم شنبہ۔ سنیچر کے دن کی تعظیم کرنا۔ کام کاج سے چھٹی کرنا۔

= شُرَّعًا۔ الشَّرْعُ۔ سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ شِرْعٌ شَرِيْعَةٌ کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الٰہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ شُرَّعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے۔ شَارِعَةُ الطَّرِيْقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے

جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرَّعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجاتیں۔

= لَا یَسْبِتُوْنَ۔ جب وہ سنیچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا تھا (اور ان کو مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت نہ ہوتی تھی) مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

= لَا تَاْتِیْھِمْ۔ وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

= نَبْلُوْھُمْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بَلَاءٌ سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۷:۱۶۴ = اُمَّۃٌ مِّنْھُمْ۔ ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الخیال گروہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو روکتا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے منع بھی کرتا تھا۔

= لِمَ تَعِظُوْنَ۔ تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَعْظٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

= مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ۔ سوال کا جواب ہے۔ ای ان موعظتنا ایاھم معذرۃ الی ربکم لان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجب علینا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے (ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۷:۱۶۵ = نَسُوْا ماضی معروف جمع مذکر غائب نِسْیَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔ یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)۔

= بَئِیْسٍ۔ شدید۔ سخت۔ بروزن فعیل۔ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۷:۱۶۶ = عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے۔

= نُھُوْا۔ نَھْیٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

= قِرَدَۃً۔ جمع۔ قِرْدٌ واحد۔ بندر۔ لنگور۔

= خٰسِئِیْنَ ۔ ذلیل ۔خوار۔ خَسْأٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔
۷: ۱۶۷ = تَاَذَّنَ ۔ اس نے اعلان کیا۔ اس نے خبر دی۔ اِذْنٌ سے باب تفعل تَاَذُّنٌ بمعنی سنا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= لَیَبْعَثَنَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ جواب قسم کے لئے ہے بَعْثٌ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا۔
= یَسُوْمُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوْمٌ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ و ۱۴: ۳)۔
هُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے۔ اس میں علماء میں اختلاف ہے۔
بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا۔
بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے۔
اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر یہودی مراد ہیں۔ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
۷: ۱۶۸ = قَطَّعْنٰهُمْ ۔ ملاحظہ ہو۔ ۷: ۱۶۰ ۔ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ تقسیم کردیا۔
۷: ۱۶۹ = خَلَفَ ۔ وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَةٌ ۔ جانشین ہونا۔ اور دوسرے معنی میں خَلْفٌ (پیچھے آنا) سے ہے۔
= خَلْفٌ ۔ ناخلف ۔ برے جانشین۔ امام بغوی لکھتے ہیں خَلْفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے۔
ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلْفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے۔
= وَرِثُوا الْكِتٰبَ ۔ جو کتاب الٰہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الٰہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا۔
= عَرَضَ ۔ مال ومتاع ۔ سامان واسباب ۔ امام راغب لکھتے ہیں العَرَضُ ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے۔ یہ جو بولا جاتا ہے الدنیا عرض حاضر۔ (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (۸ : ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ سازوسامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

= اَدْنٰى ۔ زیادہ نزدیک (مذکر کے لئے بولا جاتا ہے) دَانٍ دَدَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے دُنْيَا (مؤنث ہے) یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى ۔ وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَيُغْفَرُ لَنَا ۔ وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ ۔ واو حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ ۔ ای المیثاق المذکور فی الکتاب ۔ وہ وعدہ جو کتاب (تورات) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۔

= دَرَسُوْا ۔ انہوں نے پڑھا۔ دَرْسٌ اور دِرَاسَةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِيْهِ ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الکتاب کی طرف راجع ہے

۷ : ۱۷۰ = يُمَسِّكُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب تَمَسُّكٌ باب تفعّل سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاكُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز سے چمٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے ہیں۔

۷ : ۱۷۱ = نَتَقْنَا ۔ ماضی جمع متکلم نَتْقٌ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ (سیوطی)، ہم نے اکھاڑ دیا (البغوی)، ہم نے معلق کردیا (فراء) نَتْقٌ (باب ضرب و نصر) کھینچنا۔ ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑجائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النتق ۔ الزعزعة ۔ والھز والجذب والنقص یعنی نتق کا معنی جھٹکا دینا۔ زور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کردیا گیا۔

= ظُلَّةٌ ۔ سائبان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سائبان کی طرح چھا جانے والی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (۳۱ : ۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔

= اَلْجَبَلَ سے مراد کوہ طور ہے۔
= وَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ وَقْعٌ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔
= خُذُوْا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُذُوْا
= مَآ اٰتَیْنٰكُمْ۔ یعنی تورات۔

۷:۱۷۲ = ظُهُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُهُوْرٌ۔ ظَهْرٌ کی جمع ہے پیٹھیں پشتیں۔ نسلیں۔
= ذُرِّیَّة۔ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے
قرآن میں آیا ہے ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ۔ (۳:۳۴) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے
ذُرِّیَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔
(۱) بعض کے نزدیک یہ ذَرَءَ اللّٰهُ الْخَلْقَ سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرتِ استعمال کے سبب دَرِیَّةٌ دَبَرِیَّةٌ کی طرح ہمزہ کو ترک کردیا گیا۔ اور ذُرِّیَّةٌ ہو گیا۔ (مادہ ذرء)
(۲) بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرِّیَّةٌ بروزن فُعْلِیَّةٌ تھا اور ذَرٌّ (ذرر) سے مشتق ہے جیسے قُرِّیَّةٌ قَرٌّ سے۔
(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ (۷:۷۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے میں ذَرَاْنَا ذَرَیْتُ الْحِنْطَةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذرو ہے
= وَاِذْ اَخَذَ ...... ذُرِّیَّتَهُمْ۔ میں مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بدل ہے مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ کا اور ذُرِّیَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اَخَذَ کا۔
ترجمہ:۔ اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے روبرو لا حاضر کیا)
= اَشْهَدَهُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔
= اَنْ تَقُوْلُوْا ۔۔۔ غٰفِلِیْنَ۔ یہ جملہ مفعول لہٗ ہے فَعَلْنَا ذٰلِكَ کا جو محذوف ہے۔
۷:۱۷۳ = اَوْ تَقُوْلُوْا۔ عطف ہے اَنْ تَقُوْلُوْا۔ (آیہ سابقہ پر)
= اَفَتُهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تُهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

= مُبْطِلُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو۔ جھوٹے۔ اہلِ باطل

۷ : ۱۷۵ = اُتْلُ ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ تِلَاوَۃٌ سے جس کے معنی پڑھنے۔ تلاوت کرنے اور معنی میں تدبر کرنے کے ہیں۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اخطاب حضرت رسُولِ کریم سے ہے۔

= نَبَأَ ۔ خبر۔ حال۔ نَبَأَ الَّذِیْ حال اس شخص کا۔

اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا ۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا۔

= فَانْسَلَخَ مِنْھَا ۔ وہ چھوڑ نکلا ۔ وہ گذر گیا۔ اَلسَّلْخُ ۔ کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا۔ (باب انفعال سے) جیسے محاورہ ہے سَلَخْتُہٗ فَانْسَلَخَ ۔ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھنچ گئی۔ اسی سے ہے سَلَخْتُ دِرْعَہٗ ۔ میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی۔ گذر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ (۹ : ۵) جب حرمت کے مہینے گذر جائیں۔ سانپ کی کینچلی اتار دینے کو عرب میں کہتے ہیں انسلخت الحیۃ من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسلخ منھا کا یہ مطلب ہوا کہ :۔ اس شخص نے ان آیات و ہدایات کو چھوڑ دیا۔ اور گمراہی میں چلا گیا۔

= اَتْبَعَہٗ ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔

= غٰوِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غَاوِیٌ واحد۔ گمراہ۔ کج رو۔

= بِھَا ۔ میں ضمیر اٰیٰتِنَا کی طرف راجع ہے۔

= اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ ۔ ای مال الی الدنیا ورغب فیھا ۔ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی رغبت اس میں رچ بس گئی۔

= تَحْمِلْ عَلَیْہِ ۔ تو اس پر حملہ کرے۔

= یَلْھَثْ ۔ ہانپنا۔ زبان باہر نکالنا۔ وہ زبان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَھْثٌ وَلُھَاثٌ ۔ کتے وغیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا۔ لُھَاثٌ ۔ پیاس کی گرمی۔ موت کی سختی۔ باب سمع ۔ پیاسا ہونا۔ لَھْثَانٌ ۔ پیاس۔ التہاث (باب افتعال) پیاس و تکان وغیرہ سے زبان باہر نکال دینا۔

۷ : ۱۷۷ ۔ سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ ۔ میں مَثَلًا تمیز ہے۔ یعنی مثال کے لحاظ سے بُری ہے وہ قوم۔

۷ : ۱۷۸ ۔ الْمُھْتَدِیْ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ معرفہ۔ ہدایت یاب۔

= وَمَنْ یُّضْلِلْ ۔ ای ومن یُّضْلِلِ اللّٰہُ ۔ اور جن کو اللہ گمراہ کر دے۔

۷ : ۱۷۹ = ذَرَاْنَا ۔ ہم نے پیدا کیا۔ ماضی جمع متکلم۔

= لِجَھَنَّمَ ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ غایت کا نہیں۔ یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں

ڈھلنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔
قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھالیا تاکہ بڑا ہوکر وہ ان کا دشمن بنے اور باعث زحمت ہو۔ تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔ بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔
۷: ۱۸۰ = ذَرُوْا۔ تم چھوڑ دو، وَذْرٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر
= يُلْحِدُوْنَ۔ اِلْحَادٌ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنیٰ سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔
يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ۔ جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسمار الحسنیٰ کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمٰن یمامہ کہا کرتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان کے شایاں نہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کو یَارَفِيْقُ کہہ کر پکارنا۔ وغیرہ۔ لَحْدٌ۔ بغلی قبر
۷: ۱۸۱ = يَعْدِلُوْنَ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ بِهٖ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔
۷: ۱۸۲ = سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ استدراج (استفعال) سے۔ اس کے معانی علمار نے مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔
(۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا تھانوی رح)
(۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
(۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
(۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنا دیں گے پھر ان کو ہلاک کر دیں گے (کلبی)
(۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
(۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں۔ لیکن شکر ادا کرنا فراموش کرا دیتے ہیں (سفیان)
(۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)
دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں تَدَرُّجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔
(۸) ہم قلیلاً قلیلاً ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)
= مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو گا۔

= اُمْلِیْ۔ میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع واحد متکلم۔

= کَیْدِیْ۔ میری تدبیر۔ کَیْدٌ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور مذمت ہوا ہے وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے محمود معنی مراد ہیں۔ حُسنِ تدبیر۔

= مَتِیْنٌ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ مضبوط۔ محکم۔ ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے ہیں۔ اس سے مَتُنَ فعل بنا لیا گیا۔ مَتُنَ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعضاء سخت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتِیْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی اور محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔

٧: ۱۸۴۔ جِنَّۃٌ۔ جنون۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنٌّ سے مشتق ہے۔ چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جِنَّۃٌ کہتے ہیں۔

= اِنْ ھُوَ میں اِنْ نافیہ ہے۔

٧: ۱۸۵ = مَلَکُوْتَ۔ مَلَکَ فعل مبالغہ کے لئے تا بڑھا دی گئی ہے۔ اقتدارِ کامل۔ غلبۂ تامہ۔ حکومتِ حقیقیہ۔ بقول راغب ملکوت اللہ کی بادشاہی و حکومت کے لئے خاص ہے۔

= اِقْتَرَبَ۔ وہ قریب آ لگی۔ اِقْتِرَابٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= اَجَلُھُمْ۔ ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۱) ملکوت ارض و سماء۔

(۲) مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سماء میں ہے۔

(۳) اجل کا کسی وقت بھی آ لگنا۔

= بَعْدَہٗ میں ہٗ ضمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔

٧: ۱۸۶ = یَذَرُھُمْ۔ وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= طُغْیَانِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔

= يَعْمَهُوْنَ ۔ وہ سرگردان و گمراہ پھرتے ہیں۔ عَمْهٌ۔ مصدر۔ (باب فتح۔سمع) عَمَهٌ سرگردانی عَمِهٌ۔ عَامِهٌ۔ سرگردان و حیران۔ متردد۔

٧: ١٨٧ = اَيَّانَ۔ کب۔ مَتٰى کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بعض اس کی اصل اَىَّ اَوَانٍ بمعنی کونسا وقت۔ بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کر کے واؤ کو یار کیا گیا پھر اس یار کو اَىٍّ کی یار میں مدغم کیا گیا۔ اَيَّانَ ہو گیا۔

= مُرْسٰهَا۔ مُرْسَا مضاف ھا مضاف الیہ۔ (مصدر میمی ہے) ٹھیرانا۔ جمانا۔ مادہ رَسْوٌ ہے رَسَا يَرْسُوْ (نصر) ٹھیرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس سے مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے لیکن ثلاثی مزید فیہ میں باب افعال سے اِرْسَاءٌ مصدر۔ اور مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے۔ ٹھہرانا۔ جمانا۔ کشتی کا لنگر انداز ہونا۔

اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔ اس کا وقوع کب ہوگا۔

= لَا يُجَلِّيْهَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِيَةٌ (تفعیل مصدر۔ اس کو نمودار نہیں کرے گا۔ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا۔ اَىْ لَا يُظْهِرُ لِوَقْتِهَا المعين اِلَّا اللّٰهُ۔ وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرُهٗ۔ اس کا وقت معین وہی ظاہر کر سکتا ہے۔ (بتا سکتا ہے) اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے۔

= ثَقُلَتْ۔ (باب کرم) ثِقَلٌ مصدر۔ وہ بھاری ہوئی۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ بھاری ہو گی۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سمار پر بہت بھاری گذرے گی۔ (بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ پڑیں گے۔ پہاڑ اڑ جائیں گے۔ زمین متزلزل ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

= بَغْتَةً۔ اک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ آنًا فانًا۔

= حَفِىٌّ۔ باخبر۔ جو تحقیق و تدقیق کر چکا ہو۔ بڑا مہربان۔ متلاشی۔ محقق۔

كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنْهَا كَاَنَّكَ حَفِىٌّ بِهِمْ۔ وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو۔

یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاریخ وقوع سے تم واقف ہو۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چلے ہو۔

٧: ١٨٨ = لَاسْتَكْثَرْتُ۔ میں ضرور بہت جمع کر لیتا۔ اِسْتِكْثَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے

معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔
یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لاَسْتَكْثَرْتُ کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا عمل صالح کر کے اور اعمال سوء سے اجتناب کر کے۔
اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذاء وغیرہ سے بچ جاتا۔
۷: ۱۸۹ = زَوْجَهَا۔ اس (مؤنث) کا جوڑا یعنی خاوند۔ اور زَوْجُهٗ اس (مذکر) کا جوڑا یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔
= لِيَسْكُنَ۔ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسٌ ہے جو کہ مؤنث استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسٌ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے
= تَغَشّٰهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ" اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْأَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غِشَاوَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔
= فَمَرَّتْ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حَمْلاً کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے پھرتی ہے
= دَعَوَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔
۷: ۱۹۱ = مَا لَا يَخْلُقُ۔ میں مَا موصولہ ہے۔
لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يُخْلَقُوْنَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ ما موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے
دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ شرکار سے یہاں مراد بُت ہیں۔ اور وہ بے جان تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مؤنث ہونی چاہئے تھی لیکن یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بُت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا
۷: ۱۹۲ = لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ استطاعت

نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طَوْعٌ مادہ۔
= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنْفُسَهُمْ میں ضمیر هُمْ وہ بت ہیں جن کو مشرکین نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔

۷: ۱۹۳ = تَدْعُوْهُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و اوثان کے لئے ہے۔

= اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ۔ ای الی ما هو هدى و رشاد والى ان يهدوكم والمعنى وان تطلبوا منهم كما تطلبون من الله الخير والهدى لا يتبعوكم الى مرادكم وطلبتكم ولا يجيبوكم كما يجيبكم الله۔ الى الهدى۔
رشد و ہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں کر سکتے۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں
= اَدَعَوْتُمُوْهُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ ان کو دعوت دو۔ دَعَوْتُمْ۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔
= صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتٌ سے جس کے معنی خاموش ہونے کے ہیں۔ صَمَتَ يَصْمُتُ۔ (نصر) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔

۷: ۱۹۴ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ ای تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ وتسمونهم الهة۔ جنہیں تم الٰہ کا نام دیتے ہو۔
= عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے جان مجسمے ہوا کرتے تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بنا پر ہو سکتا ہے۔
(۱) مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق ان سے بات کی گئی۔
(۲) یہ الفاظ بطور استہزاء استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو! اگر تمہاری بات کو مان بھی لیا جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی ہیں

ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے
(۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک ہی ہیں۔ جس طرح تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔

= فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں)

۷ : ۱۹۵ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= كِيْدُوْنِ۔ میرے خلاف تدبیریں کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو (تم سب اور تمہارے شرکاء

= فَلَا تُنْظِرُوْنِ۔ تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔

(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کرلو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے

۷ : ۱۹۶ = وَلِيِّ۔ میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔

= اَلْكِتٰبَ - القرآن

= يَتَوَلَّى۔ جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔

۷ : ۱۹۸ = وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى۔ ملاحظہ ہو (۷ : ۱۹۳)

اگر یہاں ہُمْ کی ضمیر مشرکون کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ھُمْ کی ضمیر کا مرجع وہ اصنام واوثان ہیں جن کو مشرکین اللہ کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ) تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں کہ دیکھ سکیں۔

یہ مضمون آیت ۱۹۳ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بےبسی ان کے

ذہن نشین کرائی جائے

۷ : ۱۹۹ = خُذْ ۔ تو پکڑ۔ تو لے ۔ تو اختیار کر۔ اَخْذٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= اَلْعَفْوَ ۔ آسان ۔ حاجت سے زیادہ ۔ معاف کردینا۔ عَفَا یَعْفُوْا ۔ (باب نصر) کا مصدر ہے اور اسم بھی ہے ۔ عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَا عَفَا لَكَ جو تمہیں بآسانی بغیر مشقت کے ملے وہ لے لو۔

اور قرآن میں ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲ : ۲۱۹) (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں ۔ تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ ہو (جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگذر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے عَفُوٌّ ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴ : ۴۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۔

اور ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (۲ : ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کردیا۔

اور مَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (۴۲ : ۴۰) مگر جو درگذر کرے اور معاملے کو درست کرلے ۔ آیہ ہذا میں معاف کرنے اور درگذر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفِ ۔ عُرْفٌ بروزن فُعْلٌ اسم ہے مَعْرُوْفٌ کے معنوں میں ۔ پسندیدہ کام ۔ نیک کام نیکی ۔ مَعْرُوْفٌ ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو۔ مُنْكَرٌ کی ضد ہے ۔ جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بری سمجھی جائے ۔

= اَعْرِضْ ۔ تو منہ پھیر لے ۔ تو کنارہ کش ہو جا۔ اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

۷ : ۲۰۰ = اِمَّا ۔ اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے ۔ اگر۔ یا۔ ملاحظہ ہو ۷ : ۱۱۵ ۔

= يَنْزَغَنَّكَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ نَزْغٌ سے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَزْغٌ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گدگدانا ۔ کسی کو برائی پر اکسانا ۔ اور کسی گناہ پر آمادہ کرنا۔ النزغ الضرب برؤس الاصابع والمراد ھٰھنا التحریك الی الشر والاغواء والوسوسة (مظہری)

المفردات میں ہے النَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا۔ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۲ : ۱۰۰) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا۔

یہاں بمعنی وسوسہ میں ڈالے ۔ برائی پر اکسائے۔

= فَاسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ۔ استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۷:۲۰۱ = مَسَّهُمْ۔ مَسَّ يَمُسُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچاتے، وہ ان کو لگ جاتے۔ کبھی اس سے مراد قربت صنفی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مثلاً وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲:۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

= طٰٓئِفٌ۔ وسوسہ۔ خطرہ۔ پھر جانے والا۔ پھیرے والا۔ پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی طٰئِفٌ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۲:۱۵۸) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں) اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگرد حفاظت کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جن۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ۔ جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا وسوسہ اور خطرہ اثر کر گیا۔

اور فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (۶۸:۱۹) پھر پھیرا کر گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا تیرے رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكَّرُوْا۔ تَذَكُّرٌ (باب تفعل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ ونہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع فرمایا ہوا تھا) یا وہ پا گئے۔ سمجھ گئے شیطان کے وسوسہ کو اور اس کی چال کو۔

= مُّبْصِرُوْنَ (تو فوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۷:۲۰۲ = اِخْوَانُهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متقین کے متضاد ہے

= يَمُدُّوْنَهُمْ۔ يَمُدُّوْنَ کا فاعل الشیاطین ہے اور هم ضمیر کا مرجع اِخْوَانُهُمْ (اخوان الشیاطین)

= اَلْغَيِّ۔ اسم فعل۔ گمراہی۔ بدراہی۔ غ و ی مادہ۔

= ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مضارع منفی جمع مذکر غائب

(باب انفعال) اِقْصَارٌ سے وہ باز نہیں رہتے ۔ وہ کمی نہیں کرتے ۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے ۔ اَقْصَرَ عَنِ الشَّیْئِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رک گیا ۔

۷: ۲۰۳ == لَمْ تَاْتِہِمْ ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس ۔ نفی جحد بلم ۔ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

== لَوْلَا ۔ کیوں نہ ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ ۶: ۴۳ ۔

== اِجْتَبَیْتَہَا ۔ جَبَی (ضَرَبَ) جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا ۔ بڑے حوض کو جَابِیَۃ کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابٍ ہے قرآن میں ہے وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴: ۱۳) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض ۔ باب افتعال سے اِجْتِبَاءٌ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا ۔ جیسے اَلْمُجْتَبٰی منتخب شدہ ۔ برگزیدہ ۔

آیۃ ہذا میں اِجْتَبَیْتَ بمعنی اِخْتَرْتَ وَاخْتَلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم تو دگھڑ لیتے ۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے ۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے ۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے)

ھَا ضمیر کا مرجع اٰیَۃٍ ہے ۔

== اَتَّبِعُ ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعٌ (افتعال) مضارع صیغہ واحد متکلم ۔

== یُوْحٰی ۔ وحی کی جاتی ہے ۔ اِیْحَاءٌ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

== ھٰذَا ۔ ای القراٰنُ ۔

== بَصَائِرُ ۔ بَصِیْرَۃٌ کی جمع ۔ کھلی دلیلیں ۔ ظاہر نصیحتیں ۔ واضح براہین ۔

۷: ۲۰۴ == اِسْتَمِعُوْا ۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استماع (افتعال) سے امر ۔ جمع مذکر حاضر

== اَنْصِتُوْا ۔ تم خاموش رہو ۔ چپکے سنتے رہو ۔ اِنْصَاتٌ (باب افعال) سے نَصَتَ یَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا ۔ خاموشی سے سننا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

۷: ۲۰۵ == تَضَرُّعًا بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے ۔ عاجزی کرنا ۔ گڑگڑانا ۔

== خِیْفَۃً ۔ خَافَ یَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے ۔ خوف ۔ ڈر ۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِیْفَۃً کے معنی ہیں خوف کی حالت ۔ قرآن میں ہے کہ:۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی ۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۲۰: ۶۷) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا ۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر ۔ کبھی خِیْفَۃً بمعنی خوف بھی آتا ہے ۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے ۔

== دُوْنَ الْجَھْرِ ۔ چپکے چپکے ۔ بغیر بلند آواز کئے ۔

= اَلْغُدُوُّ۔ صبح صبح کو نکلنا۔ صبح صبح کو پہنچنا۔ فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت۔ دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا۔ یہ الغُدْوَۃُ کی جمع بھی ہے۔

= اَلْاٰصَالُ۔ شام۔ شام کا وقت۔ اُصُلٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں

۷ : ۲۰۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ۔ بے شک وہ جو تیرے رب کے قریب ہیں ہیں۔ یہاں مراد فرشتے ہیں۔

(۸) سورۃ الانفال (۸۸)

۸ : ۱ = اَلْاَنْفَالُ۔ مال غنیمت نَفَلٌ کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے زائد نماز کو نافلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷ : ۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔

اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱ : ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحٰق عطا کیا اور مزید برآں یعقوب بھی۔

پھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق ایک شئی مزید ہے۔

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطاء غیر لازم ہے لہذا مالِ مستزاد یا نفل کہلاتا ہے

بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے۔ فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں۔ استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق۔ اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو۔

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور اسے فئے بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد

بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

== یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ ای یسئلونك عن قسمة الغنائم۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

== اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۸ : ۲ == وَجِلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) ڈر جاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلٌ شیبی گڑھا۔ خوف کی جگہ۔

== تُلِيَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تلاوت کیجاتی ہیں۔ پڑھی جاتی ہیں (آیات اُسکی)

== زَادَتْهُمْ۔ تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو۔ وہ بڑھا دیتی ہیں ان کو۔ اِيْمَانًا۔ بحیثیت ایمان کے یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں۔ ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۸ : ۵ == كَمَا۔ جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصراً ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابو سفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گذرگاہ مسلمانانِ مدینہ کی زد میں تھی۔ ابوسفیان نے حفظ ماتقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا۔ جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا۔ اس پر مکہ سے ابو جہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار جملہ سامان حرب سے لیس ہو کر جنوب سے مدینہ کی جانب چڑھ نکلا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابو جہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابوجہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سربلندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حکم

صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ لشکر کفار کے جمّ غفیر اور مسلمانوں کی تعداد حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ پھر اُدھر ہر شخص کیل کانٹے سے لیس اور اِدھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجام کار حالات نے ثابت کردیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوۂ بدر رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور بمجبوری نکلا تھا اب مال غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سارے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گو بظاہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دوررس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۔ (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ میں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ حق بجانب ہے)

= وَاِنَّ ۔ میں واؤ حالیہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۸ : ۶ = يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ۔ اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چوں وچرا کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۔ (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیۃ پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۸ : ۷ = وَاِذْ ۔ جب ۔ اس سے قبل اُذْكُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اُذْكُرْ اِذْ .... یاد کرو جب۔

= يَعِدُكُمْ ۔ وَعَدَ يَعِدُ ۔ (ضَرَبَ) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے

(دو گروہوں میں سے ایک کا) وعدہ کیا تھا۔
= اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ۔ دو گروہوں میں سے ایک۔ یَعِدُ کا مفعول ثانی ہے
= اَنَّھَا لَکُمْ۔ کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ احدی الطائفتین کا بدل ہے۔ یہاں طائفتان (دو گروہ) سے مراد۔ ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جا رہا تھا۔ اور دوسرا دہ مسلح لشکر جو ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)
= تَوَدُّوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ وُدٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب سمع۔ مَوَدَّۃٌ مصدر وَدُوْدٌ صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔
= اَلشَّوْکَۃُ۔ کانٹا۔ مجازًا ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
= غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آرہا تھا)
= یُحِقَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ احقاق مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھائے حق کو قائم کر دے۔ حق کو ثابت کر دے۔ (باب افعال)
= بِکَلِمٰتِہٖ۔ بِاٰیَاتِہٖ۔ اور بِاَمْرِہٖ۔ اپنی نشانیوں سے (یعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا۔ یا اپنے ارشاد و حکم کے ذریعہ سے۔ کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ و قلت تعداد کے بالآخر مسلمانوں کو فتح عطا کرنا
= یَقْطَعَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطْعٌ مصدر۔ تاکہ کاٹ دے تاکہ ہلاک کر دے۔ (باب فتح)
= دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔
۸ : ۹ = تَسْتَغِیْثُوْنَ۔ تم فریاد کرتے ہو۔ تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِغَاثَۃٌ (استفعالٌ) سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ (۲۸: ۱۵) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔
غَیْثٌ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ غَیْثٌ بمعنی بارش۔ جیسے کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ (۵۷: ۱۰) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔

اِسْتَجَابَ ۔ اس نے قبول کیا ۔ اس نے مانا ۔ اِسْتِجَابَۃٌ (استفعال) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف ۔

= مُمِدُّکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ مُمِدٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادٌ (اِفعالٌ) مصدر ۔ مدد دینے والا ۔

= مُرْدِفِیْنَ ہ اَلرَّدْفُ ۔ تابع ۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو ۔ لگاتار ۔ پے درپے ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ۔

۸ : ۱۰ = وَمَا جَعَلَہٗ ۔ میں مَا نافیہ ہے اور ہٗ ضمیر قول کریم اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول الملئکۃ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے ۔

۸ : ۱۱ = یُغَشِّیْکُمُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَغْشِیَۃٌ بروزن تفعلۃ باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصْدِیَۃٌ ۔ تالیاں بجانا ۔ (۸ : ۳۵) اور تَصْلِیَۃٌ (۵۶ : ۹۴) نماز پڑھنا ۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا ۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اوّل کُمْ اور مفعول ثانی النُّعَاسَ اس نے غنودگی سے تم کو ڈھانپ دیا ۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا ۔

= النُّعَاسَ ۔ اسم معرفہ ۔ اونگھ (تھانوی) خفیف سی نیند (راغب)

= اَمَنَۃً ۔ مفعول لہٗ ۔ امن وچین سے ۔ یا مصدر ہے ۔

= مِنْہُ ۔ ای من اللہ ۔ اَمَنَۃً کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی

= بِہٖ ۔ میں ضمیر ہٖ کا مرجع مَاء ہے

= رِجْزٌ ۔ عقوبت ۔ بلاء ۔ عذاب ۔ کپکپا اور لرزا دینے والا عذاب ۔ پلیدی ۔ وسوسہ شیطانی ۔ شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا ۔

= لِیَرْبِطَ ۔ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبْطٌ مصدر (باب ضرب) مضارع منصوب بوجہ لام تعلیل محذ

= بِہٖ ۔ ای بالماء یا ہٖ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے ۔

۸ : ۱۲ = اَنِّیْ مَعَکُمْ ۔ یُوْحِیْ کا مفعول ہے ۔ اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ ملائکہ کے لئے ہے ۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے ۔

= فَثَبِّتُوْا ۔ تم ثابت قدم رکھو ۔ تم استوار کرو ۔ تم قائم رکھو ۔ امر ۔ جمع مذکر حاضر ۔ (خطاب ملائکہ سے ہے)

سَاُلْقِیْ ۔ اِلْقَاءٌ سے ۔ مضارع واحد متکلم ۔ میں ڈال دوں گا ۔

= فَوْقَ الْاَعْنَاقِ ۔ گردنوں پر ۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر ۔

= بنانٍ ۔ بنانۃٌ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں ۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ :۔ قیل المراد ببنان ھٰھنا اطراف الاصابع من الیدین و الرجلین ۔ وقال الضحاک البنان کل مفصل ۔ یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے ہیں ۔ اور حضرت ضحاک کہتے ہیں ۔ تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں ۔

یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے ۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں ۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب سے اہم حصہ جسم ہے ۔ اور بنان ۔ انگلیوں کے پوروے ۔ سب سے چھوٹے حصہ جسم ہیں ۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو ۔ (مارو ۔ مارو، خوب مارو ۔ کسی حصہ جسم کو نہ چھوڑو ۔

اوپر انی معکم کے تحت بیان ہوا کہ کُم کی ضمیر جمع مذکر حاضر المؤمنین کی طرف راجع ہے ۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں ۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے ۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا ۔

دوم ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو ۔ یہی سب سے بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف و روع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو ۔

اسی طرح فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے ۔ بلکہ یہ کام مؤمن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا ۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے ۔

یعنی جملہ موجبات فتح و ظفر عطا ہو چکے ۔ یعنی النعاس ۔ الماء من السماء ۔ تطہیر الاجسام و الارواح ۔ اذہاب رجز الشیطان ۔ ربط القلوب ۔ تثبیت الاقدام ۔ معیت خداوندی ۔ القاء الرعب فی قلوب الکافرین ۔ تو حکم ہوا کہ فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ۔ تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑا دو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو ۔

۸ : ۱۳ = ذٰلک ۔ یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ ۔

= بِاَنَّھُمْ۔ ای لسبب
= شَاقُّوْا۔ انہوں نے مخالفت کی۔ شَاقَّۃٌ اور شِقَاقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ شاق کے معنی ہیں ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔ شق طرف کو کہتے ہیں لیعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کرلی۔
ذٰلِكَ مبتدا ہے اور بانہم شاقوا اللہ ورسولہ اس کی خبر ہے۔
= مَنْ يُّشَاقِقِ۔ مضارع مجزوم مکسور بالوصل۔ واحد مذکر غائب۔ باب مفاعلہ۔ جو مخالفت کرتا ہے۔

۸:۱۴ = ذٰلِكُمْ۔ کافروں سے خطاب ہے۔ اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری۔
= فَذُوْقُوْهُ۔ پس چکھو اسے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذٰلکم میں اشارہ ہے۔ لیعنی یہ موجودہ سزا تواب چکھو۔
= وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ۔ واؤ عاطفہ بھی ہوسکتی ہے اور واؤ بمعنی مع بھی۔ لیعنی یہ عذاب عاجلہ تواب چکھو۔ اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے

۸:۱۵۔ زَحْفًا۔ زَحَفَ يَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زحفًا حال ہے من الذین کفروا کا۔ لیعنی درآں حالیکہ کفار کثیر التعداد ہوں۔
زمخشری لکھتے ہیں۔ زحف وہ انبوہ در انبوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زَحْفُ الصَّبِيِّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہوکر مستعمل ہے۔ اس کی جمع زُحُوْف ہے
= فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ۔ تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیرو۔ ادبار جمع دُبُر کی۔

۸:۱۶ = مُتَحَرِّفًا۔ اسم فاعل منصوب۔ مفرد۔ تَحَرُّفٌ مصدر۔ (باب تَفَعُّلٌ) مڑنے والا۔ پھرنے والا۔ دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا۔ تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے۔ پینترا بدلنے والا۔ اصل مادہ حرف ہے۔
= مُتَحَيِّزًا۔ اسم فاعل منصوب مفرد مذکر۔ تحیّزٌ مصدر باب تفعّل۔ مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے۔
اصل مادہ حَوْزٌ اجوف واوی ہے۔ مُتَحَيِّزٌ۔ پیچیدہ۔ چوڑیدار سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا اٹڑا ہوتا ہے۔ اَحْوَزَ ثَوْبَهٗ (افعال)، اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا۔

جمع کرلیا۔

= بَآءَ۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا۔ (باب نصر) بَوَاءٌ سے جس کے معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً کمانے اور لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔

= مَاْوٰىهُ۔ مَاْوٰى۔ مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اٰوٰى يَاْوِىْ (ضرب) سے مصدر اور اسم ظرف۔

قرآن میں جہاں مَاْوٰى بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم ظرف کے معنی میں آیا ہے ——— اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۵۳ : ۱۵) میں ماْوٰی مصدر۔ مضاف الیہ ہے۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ نیز مصدر۔ صَارَ يَصِيْرُ (ضرب) سے۔ صَيْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔

۸ : ۱۷ ۔ رَمَيْتَ۔ تو نے پھینکا۔ رَمٰى يَرْمِىْ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ ناقص یائی۔

= لِيُبْلِىَ۔ لام تعلیل۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْلٰى يُبْلِىْ (باب افعال) اِبْلَاءٌ مصدر بِلْوٌ وبِلْىٌ مادہ۔ بِلْىٌ وبَلَاءٌ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے ——— بَلَاهُ السَّفَرُ اى اَبْلَاهُ کا محاورہ ہے۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کردیا اور بَلَوْتُهٗ کے معنیٰ ہیں میں نے اسے آزمایا۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کردیا۔ اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ (۲ : ۱۵۵) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ یا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (۳۷ : ۱۰۶) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ تکلیف کو بھی بَلَاءٌ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے۔ جیسے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَنَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۴۷ : ۳۱) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کرکے)

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوشحالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گذار بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کما حقہٗ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کما حقہٗ شکر کرنے کے۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں مَنْ وُسِعَ

عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ اِنَّهٗ قَدْ مُكِرَ بِهٖ فَهُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِهٖ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل وفکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بلینا بالضَّرَّآءِ فصبرنا و بلینا بالسَّرَّاءِ فلم نَصْبر۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور فراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے۔

اِن ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین منہ بلآءً حسنًا کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گذار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عبد اللہ یوسف علی)

لیکن جمہور مفسرین نے بَلَاءٌ کا معنی احسان۔ عطاء اور نعمت لیا ہے۔ اور یُبْلِیَ کا مطلب عطا کرنا یا نعمت سے نوازنا۔

الخازن لکھتے ہیں:۔

فقد اجمع المفسرون علی ان البلاء ھنا بمعنی النعمۃ۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشاف رقمطراز ہیں:۔

ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسنًا۔ ای لیعطیھم عطاءً جمیلًا۔ تاکہ مؤمنین کو عطاء جمیل سے نوازے۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔

ولینعم علیھم نعمۃً عظیمۃً بالنصر والغنیمۃ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتہی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَبْلَاہُ بَلَاءً کا معنی نعمت داد او را۔ کیا ہے۔ یعنی کفار کا مؤمنوں کے ہاتھوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے الرَّمْی کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۸: ۱۸ = ذٰلِكُمْ۔ یہی۔ كُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلاء حسن کی طرف) معطوف علیہ

= وَ - عطف کے لئے ہے۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)
= اَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ - معطوف ہے ذٰلِکُمْ پر۔
= مُوْھِنُ اسم فاعل - واحد مذکر۔ مضاف - وَھْنٌ مادّہ - کمزور کرنے والا۔
= کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مُوْھِنٌ کے مضاف الیہ۔
کافروں کی چال - کافروں کا مکر و فریب۔ اس کی جمع کِیَادٌ ہے

۸ : ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا - تم فتح چاہتے ہو۔ تم فیصلہ چاہتے ہو۔ (باب استفعال) اِسْتِفْتَاحٌ سے جمع مذکر حاضر۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نونِ اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا۔ فتح الحاکِمُ بَیْنَ النَّاسِ - حاکم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا۔ اَلْفَتَّاحُ صیغہ مبالغہ قاضی - فیصلہ کرنے والا - یہاں خطاب کافروں سے ہے۔ انہوں نے انصاف مانگا تھا کہ جب کفارِ مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰھُمَّ ان کان محمد علی الحق فانصرہ وان کنا علی الحق فانصرنا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔

سو ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے فقد جاءکم الفتح تو لو فیصلہ تمہارے پاس آ پہنچا۔

= اِنْ تَنْتَھُوْا - اگر تم باز آجاؤ۔ اِنْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر سے مضارع - جمع مذکر حاضر۔ اِنْ شرطیہ کی رو سے نونِ اعرابی گر گیا۔

= اِنْ تَعُوْدُوْا - اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نونِ اعرابی بوجہ اِنْ شرطیہ ساقط ہو گیا۔

= نَعُدْ - مضارع جمع متکلم۔ عَوْدٌ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے۔ (یعنی ہم بھی پھر تمہیں سزا دیں گے)

= تُغْنِیْ - وہ کام آئے گی۔ وہ کفایت کرے گی۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

= فِئَتُکُمْ - تمہارا گروہ - تمہاری جمعیت۔

۸ : ۲۰ = لَا تَوَلَّوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت پھرو۔ تَوَلِّیٌ سے بمعنی منہ پھیرنا۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

= عَنْہُ - میں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ بموجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۴ : ۸۰) جس نے رسول

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ (۹: ۶۲) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعۃ کی طرف راجع ہے۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۸: ۲۲ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرٌّ اصل میں اَشَرُّ تھا۔ کثرت استعمال سے ہمزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخْيَرُ تھا۔

= الصُّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زُمرۂ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھ دیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۸: ۲۳ = لَاَسْمَعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی سنا دینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔

= وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ واؤ حالیہ۔ اور هُمْ مُّعْرِضُوْنَ حال ہے۔ درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۸: ۲۴ = اِسْتَجِيْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابۃ (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر۔

= دَعَاكُمْ۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۸: ۲۰ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ ای الی شیئ الذی یحییکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے۔

= يَحُوْلُ۔ حَوْلٌ سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ آڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهٖ۔ ای اھوائہ۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور

خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے

۸ : ۲۵ = خَاصَّةً - خاص کر۔ چن کر۔ خَصٌّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں۔ یہ یا تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی شامتِ اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتماعی فتنے ہیں مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہوجانا۔ ترک جہاد۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ

۸ : ۲۶ = مُسْتَضْعَفُوْنَ - اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ (باب استفعال) اِسْتِضْعَافٌ سے ناتواں اور کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا جاتا تھا۔

= یَتَخَطَّفَکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَخَطُّفٌ (تفعّل) مصدر۔ کہ تم کو اُچک لیں۔ تم کو جھپٹ لیں۔

خَطِفَ یَخْطَفُ (ضرب) و اِخْتَطَفَ یَخْتَطِفُ اِخْتِطَافٌ (افتعال) کسی چیز کو سرعت سے اچک لینا۔ یکاد البرق یخطف ابصارھم (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے۔

و یتخطّف النّاسُ من حولھم (۲۹ : ٦۷) اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔

= اٰوٰکُمْ۔ اس نے تم کو ٹھکانہ دیا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اوی۔ مادّہ

= اَیَّدَکُمْ۔ تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ تائیدٌ (تفعیل) سے جس کے معنیٰ مدد کرنے اور قوّت دینے کے ہیں۔

۸ : ۲۷ = لَا تَخُوْنُوْا۔ تم خیانت نہ کرو۔ خِیَانَةٌ سے (باب نصر)

= تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ۔ تَخُوْنُوْٓا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُوْنُوْا پر عطف ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ۔ اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو۔

۸ : ۲۸۔ فِتْنَةٌ = آزمائش۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۸: ۲۹ = یَجْعَلْ لَّکُمْ ۔ یجعل ۔مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ پیدا کرے گا تمہارے لئے۔ مہیا کریگا تمہیں۔
= فُرْقَانًا ۔فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں۔ مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں
۱:۔ نور و توفیق ۔ جو حق و باطل کو الگ الگ کرتا ہے۔
۲:۔ فتح ۔جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے ۔یقین کو شبہات سے نتیجۃً الگ الگ کر دیتی ہے
۳:۔ وہ چیز جو تمہارے تمام ڈر دور کر دے گی ۔ مایفرق بینکم و بین ما تخافون ۔جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے
۴:۔ ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ اور تمہاری شہرت ہوگی۔
= یُکَفِّرْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ دور کر دیگا۔ زائل کر دیگا۔
۸: ۳۰ = لِیُثْبِتُوْكَ ۔ لام تعلیل کے لئے ۔ یُثْبِتُوْا ۔اِثْبَاتٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کریں۔ گرفتار کریں۔ باندھ لیں۔
= یَمْکُرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔ یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۷ : ۹۹)
۸: ۳۱ = اَسَاطِیْرُ ۔ کہانیاں ۔من گھڑت لکھی ہوئی باتیں ۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع
۸: ۳۳ = وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب تک تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا۔ تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا۔ اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی۔
وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے۔ لبّیك اللّٰھم لبّیك لا شریك لك لبیك الا شریکا ھو لك تملکہ وما ملك غفرانك ۔ اسی طلبِ غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون رہے۔ لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے۔

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء ۔لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرنے اور دعا کرتے غفرانك اللّٰھم لہٰذا ان پر عذاب نہ آیا۔ لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں۔ سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبد اللہ یوسف

علی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اس مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی کا قول ہے:
وفیھم من سبق لہ من العنایۃ انہ یؤمن ویستغفر۔ مثل ابی سفیان بن حرب۔ صفوان بن امیۃ۔ عکرمۃ بن ابی جھل وسھیل بن عمرو۔
(اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔

۸ : ۳۴ = وَمَالَهُمْ۔ اور کیا عذر ہے ان کے لئے۔ کیا وجہ۔ کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے
= يَصُدُّوْنَ۔ صَدَّ يَصُدُّ (نصر) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ باز رکھتے ہیں، وہ روکتے ہیں
= اَوْلِيَاءَهٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے۔ اَوْلِيَاءُ اس کے متولی۔ اس کی ولایت کے مستحق۔ مضاف۔ ہٗ مضاف الیہ۔ اَوْلِيَاء جمع ہے اس کا واحد ولیٌّ ہے

۸ : ۳۵ = مُكَاءً۔ منہ سے سیٹی بجانا۔ اور انگلیوں سے چٹکی بجانا۔ مَكَا يَمْكُوْ (نصر) مُكَاءً کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں۔
(مشرکین وکفار کی نماز بے روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے۔
مُكَاءً مَكْوٌ۔ دونوں مصدر ہیں۔ مکو مادہ۔
= تَصْدِيَةً۔ صَدّٰى يُصَدِّىْ تَصْدِيَةً (تفعیل) بِيَدَيْهِ۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجانا۔ الصَّدّٰى صدائے بازگشت کو کہتے ہیں۔
مشرکین کی نماز کو مکاء وتصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسا کہ بحوالہ بالا۔ راغب نے تحریر کیا ہے۔ یا جیسا کہ امام قرطبی نے لکھا ہے۔
کانت قریش تطوف بالبیت عراۃً یصفقون ویصفرون فکان ذلک عبادۃ فی ظنھم۔ قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور ان کے خیال میں یہ عبادت تھی۔
حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طواف کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی۔
= فَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ پس چکھو عذاب۔ العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے۔

۸: ۳۶ = فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ۔ سَ مستقبل کے لئے آیا ہے۔ يُنْفِقُوْنَ ۔ اِنْفَاقٌ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ کی طرف راجع ہے ا یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= ثُمَّ تَكُوْنُ ۔ ای ثم تکون عاقبۃ انفاقھا۔ پھران کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (وندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ ۔ اگر مجرور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منصرف ہونے کے۔ غیر منصرف بوجہ عجمہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُوْنَ ۔ يُسَاقُوْنَ ۔ ہانک کر لیجائے جائیں گے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب

۸: ۳۷ = فَيَرْكُمَهٗ ۔ رَكُوْمٌ ۔ مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر۔ ہٗ ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے۔ الخبیث یہاں اسم جنس ہے۔ یعنی خبیثوں کا گروہ۔ خبیث لوگ۔

= فيجعلہٗ ۔ پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولٰٓئِكَ ۔ الفریق الخبیث ۔

۸: ۳۸ ۔ يُغْفَرْ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ معاف کردیا جائے گا۔

= يَعُوْدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ عَوْدٌ مصدر۔ باب نصر، اگر وہ لوٹے۔ اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی ۔ اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ تو پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گذر چکا ہے، یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں ۔ مکافاتِ عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۸: ۳۹ = فِتْنَةٌ ۔ ای فساد فی الارض (مظہری) شرک (بیضاوی)

= اَلدِّيْنُ ۔ دین الاسلام (الخازن ۔ مدارک التنزیل ۔ بیضاوی ۔ الکشاف ۔ الدّین ۔ بمعنی القھر ۔ الغلبۃ ۔ الاستعلاء ۔ والسلطان ۔ یعنی غلبہ ۔ بالادستی ۔ قوت واقتدار ۔ (مظہری)

= مَوْلٰكُمْ ۔ ناصرکم ومعینکم ۔ تمہارا حامی ومددگار ۔

پَارَہٗ
وَاعۡلَمُوۡا
(۱۰)
اَلۡاَنۡفَالُ وَالتَّوۡبَۃُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

۸: ۴۱ = اَنَّمَا = اَنَّ اور مَا سے مرکب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق۔ بجز اس کے نہیں۔ مَا۔ موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ جو چیز۔ جو مال۔

= غَنِمْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ (باب سمع) غَنْمٌ اور غَنِیْمَۃٌ۔ مصدر۔ الغَنَمُ۔ بکریاں۔ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶: ۱۴۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے۔ الخ۔ اَلْغَنْمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا۔ ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال۔

غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا۔ یا چھینا۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ (۴: ۹۴) سو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

= مِنْ شَیْءٍ۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ جو کوئی چیز بھی تم مالِ غنیمت میں حاصل کرو۔

= ذِی الْقُرْبٰی۔ اَلْقُرْبٰی۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت۔ رشتہ داری۔ ذِیْ بمعنی ذُوْ۔ بحالتِ جر ہے۔ والا۔ صاحب۔ ذِی الْقُرْبٰی۔ قرابت رکھنے والا۔ رشتہ دار۔ قرابت دار

= ابْنِ السَّبِیْلِ۔ مسافر۔ راہ نورد۔

= وَمَآ اَنْزَلْنَا۔ بِاللّٰہِ پر معطوف ہے۔ اور مَآ اَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں۔ الملئکۃ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم ایزدی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجتہً حاصل ہوئی

= یَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن۔ مراد یہاں یوم بدر ہے

= اَلْتَقَی۔ آمنے سامنے ہوئے۔ بالمقابل ہوئے۔ ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ماضی واحد مذکر غائب

اِلۡتِقَاءٌ مصدر (انتعالٌ) لقی مادّہ

= اَلۡجَمۡعٰنِ۔ دوگروہ۔ دو فوجیں۔ جَمۡعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸ : ۴۲ = اِذۡ یا تو یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذۡکُرُوۡا اِذۡ اَنۡتُمۡ۔

= اَلۡعُدۡوَۃِ۔ جانب، وادی، کنارہ۔ اس کی جمع عُدًی ہے اس کو عین کی کسر کے ساتھ عِدۡوَۃٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدًی ہوگی۔

بدر کے اطراف و جوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصّے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العدوۃ الدنیا ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العدوۃ القصوٰی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل جبل اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گذر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّکۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنۡیَا۔ اَدۡنٰی کی مؤنث ہے جو دَنٰی یَدۡنُوۡ (قریب ہونا) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی۔

= اَلۡقُصۡوٰی۔ اَقۡصٰی سے مؤنث ہے جو قَصٰی یَقۡصُوۡ سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العدوۃ القصوٰی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی۔

= اَلرَّکۡبُ۔ کارواں۔ قافلہ سوار۔ رَاکِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں۔

= تَوَاعَدۡتُّمۡ۔ تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعُدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر حاضر ہے۔

= لَاخۡتَلَفۡتُمۡ۔ اِخۡتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ لام تاکید کے لئے۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے۔

= اَلۡمِیۡعَادِ۔ ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت۔

وَلَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِی الۡمِیۡعٰدِ۔ اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقتِ وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے اور تقدیم وتاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کترا جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

= وَلٰكِنْ۔ ای ولکن اللہ جمعکم علیٰ غیر میعادٍ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

= لِيَقْضِيَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ (باب ضرب) قَضٰى يَقْضِيْ کہ وہ پورا کردے۔

= لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کردے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آجانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

= لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آگئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور برا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

= وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ رہے (حق زندگی ہے)

۸: ۴۳ = اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ ای واذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیك اذ یریکھم۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمن قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

= اَرٰىكَهُمْ۔ يُرِيْكَهُمْ۔ اِرَاءَةٌ (باب افعال) سے۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول ثانی۔ جمع مذکر غائب۔ اس نے تم کو وہ دکھائے۔ وہ تم کو وہ (دشمن) دکھائیگا رَاٰى مادہ

= لَفَشِلْتُمْ۔ لام تاکید۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ فَشَلٌ (باب سمع) سے مصدر۔ فَشَلٌ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لست ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔

تم ہمت ہار دیتے۔

= لَتَنَازَعْتُمْ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= سَلَّمَ۔ (باب تفعیل) تَسْلِیْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچالیا۔

۸: ۴۴ = یُرِیْکُمُوْهُمْ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔

کُمُوْ ا اصل میں کُمْ ہے۔ واو اشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔

= اِلْتَقَیْتُمْ۔ تم ملے۔ تمہارا آمنا سامنا ہوا۔ اِلْتِقَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر

= یُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کرکے دکھا رہا تھا۔ یا کم محسوس کرا رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۳۔

لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا اوپر ملاحظہ ہو ۸: ۴۲

۸: ۴۵ = فَاثْبُتُوْا۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔

۸: ۴۶ = فَتَفْشَلُوْا۔ ورنہ تم ہمت ہار دوگے۔

= وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۸: ۴۷ = بَطَرًا۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قافلہ کی حمایت میں مکہ سے بڑے طمطراق سے نکلا تھا۔

بَطِرَ (سمع) بَطَرًا۔ زیادہ نعمت میں پڑکر اترانا یا بہک جانا۔ بَطِرَ الْحَقَّ۔ تکبر سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔

= مُحِیْطٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) سے حوط مادہ۔ ہر طرف گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔

۸: ۴۸ = جَارٌ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازًا حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔

= تَرَآءَتْ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءی (تفاعل) سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَرَآءِیٌ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو دیکھ سکے۔ رَأْیٌ مادہ۔ مہموز العین و ناقص یائی۔ رَأٰی یَرٰی رَأْیًا رُؤْیَةً۔ اس کا امر رَ ہے۔ تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ ای تلاقی الفریقان۔ جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔

= نَكَصَ ۔ نَكْصٌ وَنُكُوْصٌ مصدر۔ (باب ضرب ونصر) الٹے پاؤں بھاگنا۔ بد دل ہونا۔ نَكَصَ ۔وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ نَكْصٌ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= عَقِبَيْهِ ۔اس کی دونوں ایڑیاں۔ عَقِبٌ ۔واحد۔اَعْقَابٌ جمع۔

= شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ سخت سزا دینے والا۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہوسکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ سے شروع ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے

۸ : ۴۹ = غَرَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔اس نے فریب دیا۔ دھوکہ دیا۔ غُرُوْرٌ مصدر (باب نَصَرَ)

= هٰٓؤُلَآءِ ۔ای المسلمین۔

۸ : ۵۰ = لَوْ تَرٰٓى ۔ اگر تو دیکھے۔ کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا۔

= يَتَوَفَّى ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌ (تفعّل) مصدر۔وہ جان نکالتا ہے۔ یہاں اَلْمَلٰٓئِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا۔ وہ جان نکالتے ہیں۔

تَوَفِّيٌ کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کرلینے کے ہیں۔ موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کرلی جاتی ہے۔

= ذُوْقُوْا ۔ ای ويقولون ذُوْقُوْا ۔ تم چکھو۔ ذَوْقٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر) ذُقْ ۔ تو چکھ۔

= عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۔ جلا دینے والا عذاب۔ آگ کا عذاب۔ حَرْقٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبّہ کا صیغہ۔

۸ : ۵۲ = كَدَاْبِ ۔ کَ حرف تشبیہ دَاْبٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے دَاَبَ فِي السَّيْرِ ۔ وہ مسلسل چلا۔ اور قرآن حکیم میں ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (۱۴ : ۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دَاْبٌ ۔ عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیۃ ہذا۔ ونیز آیہ (۳ : ۱۱) یعنی آلِ فرعون کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ ای داب هٰٓؤُلَآءِ مثل داب آل فرعون ۔ ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آل فرعون کی تھی۔ اور وہ عادت مستمرہ کیا تھی۔ کفروا باٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار۔

۸: ۵۳ = ذٰلِكَ ۔ ای ذٰلك العذاب۔
= لَمْ يَكُ ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم ۔ كَوْنٌ سے اصل میں كَانَ سے مضارع يَكُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ت اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ يَكُ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔
= مُغَيِّرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تغییرٌ (باب تفعیل) بدلنے والا۔
لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا ۔ وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔
= يُغَيِّرُوْا ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَغْيِيْرٌ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔ (بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)
= مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ ای ما بہم۔ یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔
۸: ۵۴ = كَدَاْبِ ...... قَبْلِهِمْ ۔ یہ تکریر تاکید کے لئے ہے۔
۸: ۵۵ = شَرَّ الدَّوَابِّ ۔ بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸: ۲۲)
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ای اصروا علی الکفر ولجوا فیہ فلا یتوقع منہم الایمان۔ وہ لوگ جو کفر پر مصر رہے ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جا سکتی (یہ بنو قریظہ تھے)
۸: ۵۶ = اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ۔ بدل ہے الذین کفروا کا یہ وہ لوگ ہیں جن سے (جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا
= يَنْقُضُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَقْضٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔
= فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ ۔ ہر بار
۸: ۵۷ = اِمَّا ۔ اگر۔
= تَثْقَفَنَّهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) تو ان کو پائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں ثَقْفٌ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲: ۱۹۱) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ

= فَشَرِّدْ بِہِمْ - شَرَدَ البَعِیْرُ- کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرَّدْتُ بِہٖ میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَکَّلْتُ بِہٖ کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنادیا۔

فَشَرِّدْ بِہِمْ۔ تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیۃ ۵۵) کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ خَلْفَھُمْ۔ جو ان کے پیچھے ہیں۔ یعنی تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہوجائیں۔

= لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ہ۔ شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔

۸ : ۵۸ = تَخَافَنَّ۔ خَوْفٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔

= فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ۔ ای اطرح الیھم العھد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کردو۔

= عَلٰی سَوَآءٍ۔ واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہوجائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہوجائے کہ اب عہد منسوخ ہوچکا ہے۔

۸ : ۵۹ = لَا یَحْسَبَنَّ ا۔ نہی غائب واحد مذکر غائب۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔

= سَبَقُوْا - انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبْقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔

= لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔

= اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ۔ یقیناً وہ (پیروانِ حق کو) درماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہرا نہیں سکتے۔

۸ : ٦٠ = اَعِدُّوْا۔ تم تیار کر رکھو۔ اِعْدَادٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْاِعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ عَدٌّ سے ہے جیسے سَقْیٌ سے اِسْقَاءٌ۔ اور اَعْدَدْتُ ھٰذَا لَکَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کردی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور

جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔

= رِبَاطِ۔ باندھنا۔ سرحد پر چوکی دینا۔ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے ثلاثی مجرد میں رَبْطٌ کا بھی مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا۔ نیز اسم بھی آتا ہے۔ جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ۔ چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں۔ یہاں بطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گھوڑے باندھنا۔ یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک وچوبند باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جاسکیں۔

= تُرْهِبُوْنَ۔ تم ڈراؤ۔ تم ڈرا سکو۔ تم ڈراتے رہو۔ تم ڈراؤ گے۔ اِرْهَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= بِهٖ۔ ضمیر ہٖ کا مرجع مَا اسْتَطَعْتُمْ ہے۔

= وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ۔ اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں۔ یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

يُوَفَّ۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پورا پورا تمہیں واپس دیا جائے گا۔

۸: ۶۱ = اِنْ جَنَحُوْا۔ اگر وہ جھکیں۔ جُنُوْحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (باب ضرب۔ نصر۔ فتح)

= لِلسَّلْمِ۔ صلح کے لئے۔ صلح کی طرف۔ سَلْم مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلْم کی طرف راجع ہے۔

۸: ۶۲ = يَخْدَعُوْكَ۔ وہ تجھے دھوکہ دیں۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= حَسْبُكَ۔ حَسْبُ اسم فعل ہے بمعنی کافی۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ مضاف۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔

تیرے لئے کافی ہے۔ حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔

۸: ۶۳ = وَاَلَّفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَاْلِيْفٌ (باب تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔

= قُلُوْبِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مومنین کی طرف راجع ہے۔

عرب کے سارے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک بیّن مثال تھے۔

۸ : ۶۵ = حَرِّضْ۔ تَحْرِیْضٌ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو نکمی ہو جائے اور درخور اعتناء نہ رہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جائے اس کے متعلق حَرِضٌ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا (۱۲ : ۸۵) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحْرِیْضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہ حرض کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَّضْتُہٗ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحْرِیْضٌ کے معنی کسی کو مزیّن کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر برانگیختہ کر۔

۸ : ۶۶ = اَلْئٰنَ۔ اب۔ ظرف زمان ہے اور مبنی بر فتح۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

= ضَعْفًا۔ سستی۔ کمزوری۔ ضَعُفَ یَضْعُفُ (باب کَرُمَ) کا مصدر ہے سُست ہونا

۸ : ۶۷ = اَسْرٰی۔ قیدی۔ اَسِیْرٌ کی جمع ہے اُسَارٰی بھی جمع ہے۔ اَلْاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اُسَارٰی پاؤں کی بیڑی۔

= یُثْخِنَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِثْخَانٌ مصدر (باب افعال) کثرت سے خون بہا دے ثَخُنَ (باب کَرُمَ۔ ثَخُنَ الشَّیْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلّط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

= مَا کَانَ لِنَبِیٍّ .... اَلْاَرْضِ۔ نبی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہو جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کچل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں

کو تہ تیغ کرکے ان کا قلع قمع کرکے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ و تسلّط حاصل نہ کر لیا جائے جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ ۔ مال و متاع ۔ اسباب و سلمان ۔ سریع الزوال مال و متاع

۸:۶۸ = کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ کا فرمان ۔ اشارہ ہے ارشادِ الٰہی کی طرف فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (۴۷ : ۴) پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ و تیغ کرکے کچل دو ۔ تب قیدیوں کو مضبوط باندھو ۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ ۔ وہ پہلے گذر چکا ۔ وہ پہلے ہو چکا ۔ اس نے سبقت کی ۔

= لَمَسَّكُمْ ۔ تم کو ضرور پہنچتا ۔ (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے ۔ مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ مَسَّ (باب نَصَرَ) کا معنی ہے چھو دینا ۔ دکھ پہنچانا ۔ لاحق ہونا لگ جانا ۔ (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے ۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (۳ : ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا نہیں ۔ اور اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲ : ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو ۔

مجازًا مَسَّ کا اطلاق جنوں پر بھی ہوتا ہے مثلاً كَالَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۲ : ۲۷۵) جیسا کہ کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو ۔

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ (۳۸ : ۴۱) شیطان نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِيْمَآ اَخَذْتُمْ ۔ اس بارے میں جو تم نے لیا ۔ بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال غنیمت تم نے لیا ہے (اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے) بعض نے اس سے قیدی مراد لئے ہیں ۔

= لَوْلَا .... عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ نہ دیا ہوتا ۔ کہ مالِ غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان کھول کر نہ کر دے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا ۔ تو جو مالِ غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے

لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیۃ ۴ میں نازل ہوا۔ اور پر ملاحظہ ہو کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ کے محاذ)
الخازن۔ بیضادی۔ زمخشری نے اس آیۃ کا مطلب اِن ہی معنوں میں لیا ہے۔
لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۴۷ : ۴ سورۃ محمد کا نزول سورۃ انفال کی آیۃ ہذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔
اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ھٰذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اس موقعہ پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگِ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:۔
"جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو"
تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔
"اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ" کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کا فرمان قرآن میں آچکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیۃ ہذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔
مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔
اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ:۔
۱:۔ خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت تحریر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاھد۔ سعید بن جبیر)
۲:۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تاآنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کس چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سرزنش نہ ہوگا۔ (ابن جریج م)

٨ : ٦٩ = فَكُلُوْا۔ میں فَ تسبیب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قد اَبَحْتُ لَکُمُ الغَنَائِمَ فَکُلُوْا۔ (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کردیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلٰلًا طَیِّبًا۔ یہ یا تو مصدر محذوف اَکْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ۔ یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیب مال کھاؤ۔ استعمال کرو۔

٨ : ٧٠ = مَنْ فِیْٓ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی۔ قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

= مِمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ۔ ای الفدیۃ۔

٨ : ٧١ = اَمْکَنَ مِنْھُمْ۔ اس نے قابو کروایا۔ اس نے پکڑوایا۔ متعدی بدو مفعول۔ اِمْکَانٌ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْکَنْتُ فُلَانًا مِنْ فُلَانٍ۔ میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْکَنَکَ مِنْھُمْ (اس نے تم کو ان پر قدرت دی۔ اس میں کَ ضمیر مفعول اول اور ھُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے۔

٨ : ٧٢ = اٰوَوْا۔ اِیْوَاءٌ (افعالٌ) سے۔ ماضی۔ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جگہ دی۔ انہوں نے پناہ دی۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَہْفِ (١٨ : ١٠) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ اور وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ (٣٣ : ٥١) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو۔ یا ٹھکانا دو۔

= مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں۔ ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نصرت۔ مددگاری۔ پشتیبانی۔ دوستی۔ قرابت۔ سرپرستی۔ اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے۔

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے۔

= اِسْتَنْصَرُوْکُمْ۔ وہ تم سے مدد چاہیں۔ اِسْتِنْصَارٌ (استفعالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= فَعَلَیْکُمُ۔ تم پر فرض ہے۔ تمہارے ذمہ ہے۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ (٨٨ : ٢٦) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

= عَلٰی قَوْمٍ۔ کسی قوم کے خلاف۔ قرآن میں آیا ہے لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ

(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وبال اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِیْثَاقٌ۔ معاہدہ۔ عہد و پیمان۔

۸:۷۳ = اِلَّا تَفْعَلُوْہُ۔ اِلَّا۔ اِنْ اور لَا سے مرکب ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای الا تفعلوا مَا اَمَرْتُکُمْ من تواصل المسلمین وتولی بعضھم بعضًا حتی فی التوارث تفضیلاً لنسبۃ الاسلام علی نسبۃ القرابۃ ولم تقطعوا العلائق بَیْنَکُمْ وبین الکفار۔ اے مسلمانو! اگر تم باہمی مقاربت و مواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو .... الخ

= تَکُنْ اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخر پر جزم آگئی واؤ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تَکُنْ ہو گیا۔ مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب۔ کَوْنٌ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۸:۷۵ = اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رِحْم کی ہے بشکمی رشتہ دار وہ رشتے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔

(۹) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ ۴ (۱۱۳)

۹ : ۱ = بَرَاءَةٌ ۔ بیزاری ۔ بیزار ہونا ۔ خلاصی ۔ چھٹکارا پانا ۔ بری ہونا ۔ قطع تعلقی ۔ مصدر ہے ۔ اَلْبُرْءُ ۔ اَلْبَرَاءُ ۔ اَلتَّبَرِّیْ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں ۔ اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ ۔ میں نے مرض سے نجات پائی اور بَرَأْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں ۔

اور قرآن میں ہے اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ (۹ : ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی ۔

اور اَنْتُمْ بَرِیْٓئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۰ : ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں ۔

بَرَآءَةٌ خبر ہے جس کا مبتدا هٰذِهٖ محذوف ہے ۔ یعنی هٰذِهٖ بَرَآءَةٌ ۔ یہ (اعلانِ) برأت (قطع تعلقی) ہے ۔ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیساکہ کہتے ہیں هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ فُلَانٍ اِلٰى فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف)

اس کا پس منظر مختصراً یہ ہے کہ ۹ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا ۔ ان کے جانے کے بعد آیات سورۃ براۃ ۱ تا ۳۷ نازل ہوئیں ۔ جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں ۔ رسالتماب علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلانِ عام کر دیں ۔

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے یہ آیات

حج پوری ہوجاتی ہیں۔یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔

لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۱۰ ذوالحجہ کو اعلان سنایا تھا لہٰذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہوسکتا ہے (یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے)

= بَرِیْٓءٌ۔ بری۔ بری الذمہ۔ بیزار۔ ملاحظہ ہو (۹:۱)

= وَرَسُوْلُہٗ۔ واؤ حرف عطف رَسُوْلُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔یعنی اللہ کی طرح رسولہٗ بھی منصوب ہونا چاہئے تھا۔لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسولہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بریٌٔ محذوف ہے اور یہ جملہ ورسولہٗ بریٌٔ بصورتِ جملہ پہلے جملہ ان اللہ بریٌٔ کا معطوف ہے۔

= اِنْ تُبْتُمْ۔ اگر تم تائب ہوجاؤ۔یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک وکفر سے باز آجاؤ

= اِنْ تَوَلَّیْتُمْ۔ اگر تم پھر گئے۔ تَوَلّیٌ (تفعّلٌ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= بَشِّرْ۔ تو خوشخبری دے۔تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استہزار کے طور پر ہوا ہے

۹:۴ = لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ۔ نَقَصَ یَنْقُصُ (باب نصر) نَقْصًا و نُقْصَانًا۔ کم ہونا۔ گھٹنا۔ کم کرنا۔ گھٹانا نَقَصْتُ زَیْدًا حَقَّہٗ میں نے زید کے حق میں کمی کردی اس کے حق کو گھٹا دیا۔

لَمْ یَنْقُصُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں کی۔یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔تمہارا نقصان نہیں کیا۔انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔(انہوں نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)

= لَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ۔ ظَاھَرَ یُظَاھِرُ مُظَاھَرَۃً (باب مفاعلۃ) ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ عَلَیْکُمْ۔ تمہارے خلاف۔ مضارع نفی حجد بلم۔جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۹:۵ = اِنْسَلَخَ۔ وہ گذر گیا۔(یعنی جب حرمت والے مہینے گذر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۷:۱۷۵)

= اُحْصُرُوْھُمْ (باب نصر۔ باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصْرٌ سے۔

= مَرْصَدٍ۔ واحد۔ مَرَاصِدُ جمع۔ظرف مکان۔ گھات کی جگہ۔ رَصَدَ یَرْصُدُ (نصر)

نگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔
وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔
= فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ۔ تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْلِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر چھوڑ دینا۔
۹:۶ = اِسْتَجَارَكَ۔ اس کا مادہ جور ہے اَلْجَارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ اِسْتَجَارَ۔ اس نے پناہ طلب کی۔ اِسْتَجَارَكَ۔ اس نے تجھ سے پناہ طلب کی۔ اِسْتِجَارَةٌ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جَارٌ پناہ دینے والا۔ مددگار۔ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ (۸:۴۸) اور میں تمہارا حامی مددگار ہوں۔ اور وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (۲۳:۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا
اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارَ عَنِ الطَّرِيْقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے۔ پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار دے کر اس سے اَلْجَوْرُ بمعنی ظلم بنا یا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶:۹) اور بعض راستے سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں۔ جور و ستم۔ ظلم و ستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے
= فَاَجِرْهُ۔ پس اس کو پناہ دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب
= وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ۔ یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گذرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھے اور اپنی غلط فہمیاں۔ شک و شبہات دور کرنے کے لئے موقعہ چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے۔ (اگلا جملہ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے)
= مَاْمَنَهٗ۔ مَاْمَنٌ۔ جائے امن۔ ظرف مکان۔ مَاْمَنَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جائے امن (اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پا سکے) اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ۔ اَمَانٌ مصدر۔
۹:۷ = كَيْفَ۔ کیسا۔ کیسے۔ کیونکر۔ یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے۔ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)
یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں۔
= فَمَا۔ مَا مصدریہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدریہ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

رَحُبَتْ (۱۰:۲۵) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہوگئی۔
مثالِ مصدریہ ظرفیہ۔ وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا (۱۹:۳۱) اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔
مثال جزائیہ :- مَا يَفْعَلُ اَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا۔
یہاں اس آیت میں بمعنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔
۹ : ۸ = كَيْفَ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے :۔
كَيْفَ يَكُوْنُ لَهُمْ عَهْدٌ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ۔ اور کیسے رہ سکتا ہے معاہدہ ان کے ساتھ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر برتری حاصل ہو جائے تو..... الخ
= لَا يَرْقُبُوْا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقْبٌ مصدر۔ (باب نَصَرَ) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔
رَقَبَ يَرْقُبُ۔ رَقُوْبٌ و رِقَابَةٌ۔ رِقْبَانٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔
الرَّقَبَةُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرف عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :۔
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (۴:۹۲) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔
نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار اٹھا کر دیکھتا ہے۔
انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ (۱۱:۹۳) تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقُّبٌ (تفعّل) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ (۲۸:۲۱) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔
لہٰذا لَا يَرْقُبُوْا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے یا اپنے عہد کی نگہبانی (پاسبانی) نہیں کریں گے۔
= فِيْكُمْ۔ تمہارے بارے میں۔

= اِلًّا۔ اِلٌّ کے معنی قرابت۔ عہد۔ حلف اور اللہ کے ہیں۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

لعمرك ان الّك من قریش
كَاِلّ السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے۔

اور عہد کے معنوں میں :۔

وجدناھم كاذبًا الھم
وذوالالِّ والعھد لا یکذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا

اور حلف کے معنوں میں :۔

لولا بنو مالك والالّ مرقبة
ومالك فیھم الآلآءُ والشرف (اوس بن حجر)

اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی۔ اور بنو مالک ہی میں بخشش ہیں اور شرافت ہے۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :۔

ان ھٰذا الكلام لم یخرج من اِلٍّ۔

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا۔

لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً۔ تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

= ذِمَّةً۔ عہد۔ اس کی جمع ذِمَمٌ ہے۔

یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں۔ رِضًى مادّہ ہے اور ثلاثی مجرد سے مصدر بھی۔

= اَفْوَاهِهِمْ۔ اَفْوَاهٌ مضاف ھم مضاف الیہ۔ اَفْوَاهٌ۔ فُوْهٌ کی جمع بمعنی مُنْہ بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی۔

= تَأبىٰ۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں قُلُوبٌ جمع مکسر کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مؤنث غائب اَبىٰ یَأبىٰ (فتح) انکار کرنا۔ ناپسند کرنا۔ مکروہ جاننا۔ ناخوش ہونا (باب ضرب) سے بھی آتا ہے۔

= فَاسِقُوْنَ۔ راستی سے نکل جانے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے والے۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے۔

٩ : ٩ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا۔ اِشْتَرىٰ یَشْتَرِیْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کرلی۔ (یعنی ہوائے نفس کے تابع ہوگئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

= صَدُّوْا عَنْ۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا۔ باز رکھا

= سَاءَ۔ یَسُوْءُ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غائب سُوْءٌ سے۔ بُرا ہے۔

= مُعْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِیْ واحد۔ حق سے تجاوز کرنے والے۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

٩ : ١٢ = نَکَثُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نَکْثٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا نکثیۃٌ۔ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں۔

= طَعَنُوْا۔ انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے عیب نکالا۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا ہے (باب ضرب۔ نصر۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں۔ مثلاً عیب جوئی۔ طعنہ زنی۔

• طعن۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب اس کا تعلق طعن بالقول سے ہو تو باب فتح سے۔ یہاں مراد عیب جوئی نقص بینی۔ کے ہیں۔

= اَئِمَّةَ الْکُفْرِ۔ رؤس المشرکین۔ کفر کے پیشوا۔ کافروں کے لیڈر۔ حضرت ابن عباس رضؓ کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو۔ ابوجہل وغیرہ ہیں۔ ائمۃ۔ امام کی جمع ہے۔ لیڈر۔ سردار۔ قائد۔ پیشوا۔ سرکردہ۔

= یَنْتَهُوْنَ۔ وہ باز رہتے ہیں۔ (شاید وہ باز آجائیں) وہ باز آجائیں۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر نَهْیٌ۔ مادہ۔

٩ : ١٣ = اَلَا تُقَاتِلُوْنَ۔ کیا تم جنگ نہیں کرو گے۔ کیا تم نہیں لڑو گے۔

= بَدَءُ وْکُمْ۔ انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدْءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹: ۱۴ یَشْفِ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَشْفِیْ تھا۔ بوجہ جواب شرط ی محذوف ہو گئی۔ شِفَاءٌ مصدر (باب ضرب) شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذارسانیوں کے دکھ سے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا)

۹: ۱۵ = وَیُذْھِبْ غَیْظَ قُلُوْبِھِمْ۔ ان کے دلوں کا غصہ دور کر دیگا۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

۹: ۱۶ = حَسِبْتُمْ۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حِسْبَانٌ مصدر۔ صیغہ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= تُتْرَکُوْا۔ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تَرْکٌ سے مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴ اور ۴۹: ۱۴)۔ لمّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= یَعْلَمْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل لمّا۔ اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جاننا نہیں ہے بلکہ جتانا۔ پہچان کروانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نتھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی —— آیۃ ہذا کا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمراز نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی۔

ع ابھی عاشقی کے امتحاں اور بھی ہیں۔

= وَلِیْجَۃً۔ وُلُوْجٌ بمعنی دُخُوْلٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی رح فرماتے ہیں کہ:۔ فَوَلِیْجَۃُ الرَّجُلِ من یختص بدخلۃ امرہ دون الناس

دلیجہ وہ شخص جسے عامۃ الناس سے ورے اپنے اندرونی راز کے لئے مختص کیا جائے۔ اندرونی دوست یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔

۹: ۱۷ = مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں کو یہ روا نہیں۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ان کے لئے یہ جائز نہیں۔ ان کا یہ کام نہیں ہے۔

= اَنْ یَّعْمُرُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع مذکر غائب عِمْرَانٌ مصدر باب نَصَرَ عمر مادہ۔ وہ آباد کریں۔ (آباد کرنے والوں میں وہاں جاکر نماز پڑھنے والے۔ عبادت کرنے والے متولی۔ مجاور۔ خادم سب شامل ہیں۔

= مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یَعْمُرُوْا کا۔ اللہ کی مسجدیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے اور اس کا اطلاق تمام مساجد پر ہوسکتا ہے لیکن یہاں مراد مسجد حرام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے (یعنی مشرکین مسجد حرام اور کعبہ مکرمہ کے متولی اور مجاور۔ خادم وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ اس میں اب عبادت کر سکتے ہیں)

= شٰھِدِیْنَ۔ گواہ۔ ماننے والے۔ شہادت دینے والے۔ شَھَادَۃٌ اور شُھُوْدٌ سے اسم مذکر شَاھِدٌ واحد واؤ سے حال ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ وَھُمْ شَاھِدُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ بِالْکُفْرِ۔ وَھُمْ حذف ہوگیا اور شٰھِدِیْنَ (بحالت نصب ہوگیا۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب، وہ اکارت گئے۔ ضائع ہوگئے حَبْطٌ مصدر

۹: ۱۸ = لَمْ یَخْشَ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ یَخْشَ اصل میں یَخْشٰی تھا۔ لَمْ کے عمل سے ی ساقط ہوگیا۔ وہ نہیں ڈرتا۔

= عَسٰی۔ افعال مقاربہ میں سے ہے، محبوب شئے میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے آتا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رضؓ کے قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰی ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمانِ الٰہی ہے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ضرور تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچائیگا۔ مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شافع محشر بننا ایک یقینی امر ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

لیکن راغب نے المفردات میں اس سے اتفاق نہیں کیا وہ رقمطراز ہیں کہ:۔

اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "لوازم یعنی یقین" سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں طمع اور رجا کا استعمال صحیح نہیں ہے مگر یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ جہاں کہیں قرآن میں عَسٰی کا لفظ

آیا ہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہٰذا آیت کریمہ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِكَ عَدُوَّكُمْ (۷:۱۲۹) کے معنی یہ ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَسٰٓی اُولٰٓئِكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہِ ہدایت پائیں گے۔

۹:۱۹ = سِقَایَۃَ۔ پانی پلانا۔ عِمَارَۃَ۔ آباد کرنا۔ صاحب ضیاء القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں:۔ الفاظ آیت سقایۃ وعمارۃ مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنیٰ ہوگا:۔ کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اجعلتم اھل السقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام ... اور یا مشبہ بہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہوگی۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کایمان من اٰمن باللہ والیوم الاخر وجھاد من جاھد فی سبیل اللہ۔

= لا یستوٗن = مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِوَآءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں

۹:۲۰ = اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللہِ۔ ای اعظم درجۃ من اھل السقایۃ والعمارۃ عند اللہ۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقاء و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَآئِزُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَآئِزٌ واحد۔ کامیاب، انتہائی مقصود پانے والے۔

= یُبَشِّرُھُمْ۔ وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ۔ رضامندی۔ خوشنودی۔ مرضی۔ رضا۔ رَضِیَ یَرْضٰی کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور جَنّٰتٍ۔ بوجہ ب حرف جر کے مجرور ہیں۔

= فِيْهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث جنّٰت کی طرف راجع ہے
= نَعِيْمٌ اسم نکرہ۔ نعمت۔ راحت۔ نعمت کثیرہ۔
= فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۱۲:۵۶) نعمتوں کی بہشت میں اور جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۸:۲۱) نعمتوں کے باغ میں
= مُقِيْمٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ دوامی۔ لازوال۔ اِقَامَةٌ سے۔ نَعِيْمٌ مُقِيْمٌ لازوال دائمی نعمتیں
۹ : ۲۳ = لَا تَتَّخِذُوْا اَوْلِيَاءَ۔ تم دوست مت بناؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے
= اِسْتَحَبُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِحْبَابٌ (استفعال) سے (اگر) وہ عزیز رکھیں۔
= يَتَوَلَّهُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَوَلِّيْ سے جوان سے دوستی رکھے گا۔

۹ : ۲۴ = عَشِيْرَتُكُمْ۔ تمہاری برادری۔ تمہارا کنبہ۔ تمہارا قبیلہ۔
= اِقْتَرَفْتُمُوْهَا۔ اصل میں اِقْتَرَفْتُمْ۔ ہے واؤ اشباع کا ہے۔
اِقْتَرَفَ يَقْتَرِفُ اِقْتِرَافٌ۔ (افتعال) کمانا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ کی طرف راجع ہے۔ جو مال تم نے کمائے ہیں۔
= كَسَادَهَا۔ مضاف مضاف الیہ كَسَادٌ مصدر۔ تجارت نہ چلنا۔ سودا نہ بکنا۔ خریدار نہ ملنا۔ (باب نصر وکرم) سُوْقٌ كَاسِدٌ۔ وہ بازار جس میں خریدار کم ہوں۔ اردو میں کساد بازاری اس وقت بولتے ہیں جب بازار میں خرید و فروخت مدہم پڑ جائے۔
= فَتَرَبَّصُوْا۔ پس تم انتظار کرو۔ تم منتظر رہو۔ تم راہ دیکھو۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تہدید و تخویف کے لئے ہے یعنی تو پھر اب عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔ پس انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔
۹ : ۲۵ = مَوَاطِنَ۔ مواقع جنگ۔ لوگوں کے رہنے کی جگہ۔ مَوْطِنٌ واحد وَطْنٌ مصدر (باب ضَرَبَ) جگہ پکڑنا۔ مقیم ہونا۔ اِيْطَانٌ (باب افعال) تَوْطِيْنٌ (تفعيل) اِسْتِيْطَانٌ (استفعال) تینوں ابواب سے بمعنی رہنے کی جگہ اختیار کرنا۔ تَوَطُّنٌ (تفعّل) جگہ پکڑ لینا۔ کسی چیز پر دل بستہ ہو جانا۔
مَوَاطِنَ۔ ظرف مکان فی حرف جار کی وجہ سے نَ مکسور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایسی جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہو یعنی ایسی جمع جس کے پہلے دو حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو جیسے مَسَاجِدُ۔ مَصَابِيْحُ۔ یہ جمع قائم مقام دو سببوں کے ہے لہٰذا مواطن غیر منصرف ہے اور اس وجہ

سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔

مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو نظیر کے خلاف جنگیں۔ حدیبیہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔

= وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کیا اس کا عطف مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ پر ہے تو اس صورت میں يَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذكروا مضمر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْكُرُوْا يَوْمَ حُنَيْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔

= لَمْ تُغْنِ۔ تُغْنِ اصل میں تُغْنِيْ تھا۔ لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)

= بِمَا۔ میں مَا مصدریہ ہے بِ بمعنی مَعَ کے ہے

رَحُبَتْ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رُحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۷)

= وَلَّيْتُمْ۔ تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تولية سے

= مُدْبِرِيْنَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُرٌ ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں

۹ : ۲۶ = سَكِيْنَتَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔

= لَمْ تَرَوْهَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا جن کو تم نے نہ دیکھا۔

۹ : ۲۷ = يَتُوْبُ اللّٰهُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دیگا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائیگا۔ تَابَ يَتُوْبُ (نصر) بمعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا (جب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توجہ فرمانا)

۹ : ۲۸ == نَجَسٌ ۔ نَجِسٌ وَ نَجَاسَۃٌ ۔ مصدر (باب سمع ۔ نصر) ناپاک، پلید۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے ۔ مذکر۔ مؤنث تثنیہ ۔ جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے !

== عَیۡلَۃً ۔ فقر۔ مفلسی ۔ عَالَ یَعِیۡلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فَسَوۡفَ یُغۡنِیۡکُمُ اللّٰہُ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔

۹ : ۲۹ == لَا یُحَرِّمُوۡنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَحۡرِیۡمٌ (تفعیل) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے۔

== لَا یَدِیۡنُوۡنَ ۔ مضارع منفی، جمع مذکر غائب (باب ضَرَبَ) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے ۔ دَانَ دَیَّنَ ب ۔ مذہب اختیار کرنا۔

== دِیۡنَ الۡحَقِّ ۔ سچا دین یعنی اسلام

== عَنۡ یَّدٍ ۔ (اپنے) ہاتھ سے ۔ دلی اطاعت کے طور پر

== وَّ ھُمۡ صٰغِرُوۡنَ ۔ اور وہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے۔

۹ : ۳۰ == یُضَاھِئُوۡنَ ۔ مُضَاھَاۃٌ (مفاعلۃ) وہ مشابہت پیدا کر رہے ہیں ۔ وہ نقل اتار رہے ہیں ۔ ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے قَوۡلَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۔ ضَھِیٌّ ۔ مثل ۔ مانند شبیہ ۔ ضَھۡیٌ ۔ مصدر (ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض ہو۔ نہ حمل نہ پستان ۔ ضَھۡیَاءُ ۔ مرد نما عورت ۔ مضاھات مشابہت ، ضھی مادہ ۔ بعض کے نزدیک یہ مہموز اللام (ضھاءُ) اور اس کی قرأت یُضَاھِئُوۡنَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت یُضَاھُوۡنَ ہوگی ۔

== قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ ۔ یہ دعا کا کلمہ ہے : خدا ان کو غارت کرے ۔ یا ان کے قول کہ "عزیر اللہ کا بیٹا ہے" اور یہ کہ "مسیح اللہ کا بیٹا ہے" کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے۔

== اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ۔ اَنّٰی بمعنیٰ کَیۡفَ ۔ کہاں ۔ کیسے ۔ کیونکر ۔ کتنے ۔

یُؤۡفَکُوۡنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفۡکٌ (ضَرَبَ) سے ۔ کسی شے کا اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے ۔ جھوٹ ۔ بہتان ۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے ۔ کیسے بھٹکائے جا رہے ہیں ۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے ۔ کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں ۔ اور فعل مجہول محض ان کی ہٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

بیرونی طاقت ان کو جبراً ابھار رہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ۱۱:۷۸ اور ۷ : ۱۲۰ میں ملاحظہ فرمادیں۔
افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی جھوٹ بولنا۔

۹:۳۱ = اَحْبَارَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ احبار جمع حبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حِبر (بالجر) پڑھتے ہیں۔ فراء کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جیّد عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔

= رُھْبَانَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رُھْبَانٌ رَاھِبٌ کی جمع ہے جو رَھْبَۃٌ بمعنی خوف سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف کردیں۔

= اَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔

= المَسِیحَ ابْنَ مَرْیَمَ۔ فعل اِتَّخَذُوْا کا مفعول ثالث۔ پہلے دو مفعول اَحْبَارَھُمْ اور رُھْبَانَھُمْ ہیں۔

یہاں رب (اربابًا) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم ماننا۔ ان کے حرام کو حلال کہنے کو حلال ماننا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام ماننا۔

۹:۳۲ = یُطْفِئُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ اصل میں یُطْفِئُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھادیں۔

= نُوْرَ اللّٰہِ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔

= اَفْوَاھِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مُنہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے

= اَفْوَاہٌ۔ فَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَمٌ کی اصل فُوْہٌ تھی۔ ہ کو گرا کر واو کو میم سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔

= یَاْبٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر (باب فتح) وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔

= لَوْ۔ اگرچہ۔

= کَرِہَ۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سمع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے

۹:۳۳ = لِیُظْھِرَہٗ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ ہٗ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔

= عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ تمام دینوں پر۔

اگر لیظہرہٗ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ بمعنی علی اھل الادیان کلھم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کریگا

۹ : ۳۴ = یَصُدُّوْنَ ۔ ای یمنعون الناس عن الایمان وعن الاسلام لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔

= وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ ۔ میں اشارہ کثیرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ کی طرف ہے۔ یَکْنِزُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَنْزٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ جمع کر کے رکھ چھوڑتے ہیں۔

= اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ ۔ سونا اور چاندی۔ بمعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْھُمْ ۔ بَشِّرْ ۔ تو خوشخبری دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے بشارت کا لفظ طنزًا استعمال ہوا ہے۔ ھُمْ ضمیر الذین یکنزون کی طرف راجع ہے

۹ : ۳۵ = یُحْمٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحْمَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ خوب گرم کیا جائے گا۔ تپایا جائے گا۔ حَمْیٌ سے۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِیْ عَیْنٍ حَامِیَۃٍ (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں۔ یا جیسا ایک دوسری قرأت میں ہے۔ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ سیاہ بدبودار کیچڑ والے چشمے میں۔ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ (۴۸ : ۲۶) جاہلانہ حمیت (ضد۔ کد۔ نفرت) مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ سڑے ہوئے گارے سے اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمِیْتُ اَنْفِیْ مَحْمِیَۃً ۔ میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی۔ اسی سے حامی ۔ مدد گار۔ حمایت کرنے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔

= یُحْمٰی عَلَیْھَا ۔ اصل میں (یَوْمَ) تُحْمَی النَّارُ عَلَیْھَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمٰی مسند اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کر دیا گیا۔ تو عَلَیْھَا جار مجرور ہو کر مسند الیہ ہوا۔ اس انتقال اسناد کی وجہ سے تُحْمٰی (صیغہ واحد مونث غائب) کی بجائے یُحْمٰی (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں رُفِعَتِ الْقِصَّۃُ اِلَی الْاَمِیْرِ اور جب القصہ کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ اِلَی الْاَمِیْرِ کہیں گے۔

عَلَیْھَا میں ضمیر ھَا اور اس طرح آیۃ سابقہ میں یُنْفِقُوْنَھَا میں اور آیۃ ہذا میں تُکْوٰی بِھَا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ کی طرف ہے جو تثنیہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ سے مراد کثرت دنانیر (دینار کی جمع) اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی ہے۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ ۔ جس دن تپایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے

بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

= فَتُکْوٰی ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب کَیٌّ سے، باب ضرب۔ کَوٰی یَکْوِیْ۔ کَوَیْتُ الدَّابَّۃَ بِالنَّارِ کِیًّا۔ میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا۔ فَتُکْوٰی پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

= جِبَاھُھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جِبَاہٌ جُبْھَۃٌ کی جمع ان کی پیشانیاں۔

= جُنُوْبُھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جُنُوْبٌ جَنْبٌ کی جمع ان کے پہلو

= ظُھُوْرُھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُھُوْرٌ ظَھْرٌ کی جمع ان کی پیٹھیں۔ ان کی پشتیں۔

= ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ ۔ ای یقول لھم ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ

۹ : ۳۶ = عِدَّۃٌ گنتی شمار۔ عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گذر جانے پر مطلقہ یا بیوہ سے نکاح حلال ہو جاتا ہے۔

= حُرُمٌ ۔ ادب والے۔ عزت والے حَرَامٌ کی جمع۔ بمعنی حرمت والا۔ حرام، ممنوع۔ جس چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے۔ حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں۔

اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ۔ چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔ المحرّم۔ الرجب۔

= اَلْقَیِّمُ ۔ صیغہ صفت۔ مفرد۔ مذکر۔ درست۔ ٹھیک۔ سیدھا۔

الدین القیم (موصوف و صفت) ایسا دین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے

= فِیْھِنَّ ۔ میں ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

= کَافَّۃً ۔ اسم فاعل۔ مفرد۔ مؤنث۔ کَافٌّ مذکر کَافَّاتٌ جمع کَفٌّ مادہ (مضاعف ثلاثی) و نیز مصدر۔ یا یہ اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں تاء علامت مبالغہ ہو گی۔ استعمال میں یہ ہمیشہ حال۔ منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب پورے کے پورے۔ جَمَاعَۃً۔ قرآن میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ (۳۴ : ۲۸) اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (بشیر و نذیر بنا کر) بھیجا ہے۔ امام راغب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۹ : ۳۷ = اَلنَّسِیْٓءُ ۔ اَلنَّسْأُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے

نُسِئَتِ الْمَرْاَۃُ۔ عورت کے حیض کا مقررہ وقت ٹل گیا۔ حیض آنے میں تاخیر ہوگئی۔ نُسْأَۃٌ نَسِیْئٌ و نَسِیْئَۃٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے مِنْسَأَۃٌ۔ لاٹھی یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسأَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِكَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کردے یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذوالقعدہ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہرِ حُرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہرِ حُرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں ردو بدل کر لیتے۔ اس قسم کا ردو بدل اَلنَّسِیْئُ کہلاتا تھا۔

= زِیَادَۃٌ۔ زَادَ یَزِیْدُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ اَلنَّسِیْئُ کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= یُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔

= یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یعنی کافر لوگ اس اَلنَّسِیْئُ کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسئ کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (یُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم یسم فاعلہٗ) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیۃ میں آگے آیا ہے زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ۔

= یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہِ حرام رہنے دیتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔

یُحَرِّمُوْنَهٗ اور یُحِلُّوْنَهٗ ہردو میں ضمیر واحد مذکر غائب اَلنَّسِیْئُ کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِیُوَاطِـُٔوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب مُوَاطَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ تاکہ موافقت پیدا کر لیں درست کر لیں۔ برابر کر لیں۔ لِیُوَاطِـُٔوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کر لیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کر لیں۔

= فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب برآری

کے لئے) حلال کریں۔
= زُیِّنَ ۔ مزیّن کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کر کے دکھایا گیا۔ تَزْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
= سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمال کی برائی۔ قباحت۔ گناہ۔ برا کام۔ عیب۔ سَآءَ یَسُوْٓءُ سُوْٓءٌ۔ (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے برے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے برے عمل
۹: ۳۸ = مَا لَكُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا (۹۹: ۳) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہو گیا ہے۔
= اِنْفِرُوْا۔ نَفَرَ یَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی۔ کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ۔ کسی چیز سے کترانا۔
یہاں آیۃ ھٰذا میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقعہ پر نازل ہوئی)
= اِثَّاقَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں تَثَاقَلْتُمْ (باب تفاعل) تھا۔ ت کو ث میں مدغم کیا گیا۔ حرفِ مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حرف مدغم سے پہلے ہمزہ وصل لایا گیا۔ اِثَّاقَلْتُمْ ہو گیا۔
جس کا مطلب ہے کہ تم بوجھ کے سبب جھک گئے۔
اِثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ۔ تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔
قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً
(۱) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا (۲: ۷۲) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَارَأْتُمْ تھا۔ تا کو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتدا نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہٰذا ہمزہ وصل زیادہ کیا گیا
(۲) حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا (۷: ۳۸)
(۳) حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ (۱۰: ۲۴) کہ اصل میں تَدَارَكُوْا اور تَزَیَّنَتْ تھا۔
۹: ۳۹ = اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا۔ اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)

= يُعَذِّبْكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط کے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= يَسْتَبْدِلْ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وہ بدل کر لے آئیگا۔

= وَلَا تَضُرُّوْهُ - میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ جو کہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوْهُ - میں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ - ای ان لم تنصروہ فسینصرہ اللہ کما نصرہ (اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تثاقل کرنے والوں سے جو جنگِ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا۔ جیساکہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکالا تھا جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے۔ ایک اور اور دوسرا وہ خود۔ قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِيَ اثْنَيْنِ) منصوب ہے بوجہ نَصَرَهُ اللّٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذْ هُمَا بدل ہے اِذْ اَخْرَجَهُ کا۔ اسی طرح اِذْ يَقُوْلُ بدل ثانی ہے۔

= لِصَاحِبِهٖ - صاحب (ساتھی) سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ہٖ ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

= فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ - میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا جو کہ صریحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ - پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکتِ احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر طاری تھی۔ اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْهَا - مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر حاضر۔ تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدٌ ہے۔

= كَلِمَةَ - بات۔

= السُّفْلٰى - اسم تفضیل ہے۔ سُفُوْلٌ صیغہ واحد مؤنث۔ سُفْلٰى - جب ال کے ساتھ آئے جیساکہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیلِ کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلٰى - سب سے نیچی۔ سرنگوں۔

عُلْيَا کی ضد ہے اَلْعُلْيَا سب سے بلند۔

٩: ٤١ — خِفَافًا۔ سبک بار۔ ہلکے۔ خَفِيفٌ کی جمع بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= ثِقَالًا۔ بوجھل ثقیل کی جمع ہے۔ ہر دو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اِنْفِرُوْا سے حال ہیں۔

خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامانِ جنگ کے۔

٩: ٤٢ — عَرَضًا۔ رو برو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال و متاع یہاں عَرَضًا قَرِيبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔

= سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی المعتدل

= لَاتَّبَعُوْكَ۔ لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرور تیری اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔

= شُقَّةٌ۔ مسافت۔ بقول راغب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دراز نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے۔

= لَوِ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔

٩: ٤٣ — عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ۔ (اے محمد) تجھے اللہ بخشے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا بھلا کرے عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ الرِّيحُ الدَّارَ (ہوا نے گھر کے نشانات مٹا دیئے) اور عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں تصدت ازالۃ ذنبہ صارفا عنہ میں نے اس سے درگذر کرتے ہوتے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:۔

عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم (لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے رہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رحمہ سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوَ (٢: ٢١٩) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حَتّٰى عَفَوْا (٧: ٩٥) یعنی جو ان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔

ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ بقول شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا حافظ کا شعر ہے:۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْ شَتِّ التَّوَائِبِ — جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

ا اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے۔ اور دارین میں نیک اجر دے۔
اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ "اللہ تیرا بھلا کرے" بھی ہوسکتا ہے۔
شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقعہ پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمالی۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں۔
(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی
(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرینِ انصاف نہ تھا۔
(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے اشخاص کو جبراً ساتھ لیجانا خلافِ مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے۔
لہٰذا خداوند تعالیٰ کا قول لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سرزنش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہوجاتی۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے۔
بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہارِ تکریم و تعظیم کے لئے ہیں۔ اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عفاک اللہ) سے کیا کرتے تھے۔
امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى مبالغة اللّٰه فی تعظيمه وتوقيره یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔
= حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ۔ سے قبل وَهَلَّا تَوَقَّفْتَ ۔ محذوف ہے۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)
يَتَبَيَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَيُّنٌ (تفعّل) مصدر۔ تجھ پر ظاہر ہوجاتے۔ کھل کر سامنے آجاتے۔
۹ : ۴۴ = لَا يَسْتَاْذِنُكَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِيْذَانٌ مصدر۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔
لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ اگر اَنْ يُّجَاهِدُوْا بمعنی فِيْ اَنْ يُّجَاهِدُوْا لیا جائے تو معنی ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یستاذنوک فی التخلف کراھۃ ان یجاھدوا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۹ : ۴۵ = اِرْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ رَیْبٌ مادہ۔ شک۔

= یَتَرَدَّدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدُّدٌ تفعّل) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۹ : ۴۶ = لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔

خُرُوْجٌ کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ یَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرارگاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرار گاہ خواہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسباب خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے

= لَاَعَدُّوْا لَهٗ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اِعْدَادٌ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= عُدَّةً۔ سازوسامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ آتی ہے۔ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔

= كَرِهَ۔ (باب سمع) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= انْۢبِعَاثَهُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) انْۢبِعَاثٌ (انْفِعَالٌ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

= فَثَبَّطَهُمْ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔

ثَبَّطَ یُثَبِّطُ تَثْبِیْطٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

۹ : ۴۷ = خَرَجُوْا فِیْكُمْ۔ ای خرجوا معکم۔

= خَبَالًا۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلَ یَخْبُلُ (نصر) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُوْن۔

یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہو اسے خبال کہتے ہیں۔

= لَاْ اَوْضَعُوْا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوْا۔ اَوْضَعَ یُوْضِعُ اِیْضَاعٌ (افعال) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے اونٹ کا چلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضْعٌ نیچے رکھنا۔ مَوْضَعٌ رکھنے کی جگہ۔ وضع کرنا۔ کم کرنا۔ تواضع۔ انکساری وغیرہ

= خِلٰلَکُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔

= یَبْغُوْنَکُمْ۔ اَوْضَعُوْا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ یَبْغُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ ای یَبْغُوْنَ لَکُمْ۔

= سَمّٰعُوْنَ۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَمَّاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا کبھی تو جاسوسی کے لئے ہوگا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آیۃ ہذا میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۹ : ۴۸ = اِبْتَغَوْا۔ اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔

= مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقعہ پر جب عبد اللہ بن ابی راستہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

= قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ قَلَبَ یَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پلٹنا۔ الٹنا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ لِلزِّرَاعَۃِ۔ زراعت کے لئے ہل پھالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔

قَلْبُ الْاَمْرِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔

قَلَّبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا

قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے کہ تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے؟

= حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہو گیا۔ (اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں

= ظَهَرَ۔ ظاہر ہوا۔ آشکارا ہوا۔ غالب آگیا۔
= اَمْرُ اللّٰهِ۔ اللہ کا حکم۔ اللہ کا دین۔
= وَهُمْ كَارِهُوْنَ۔ باوجودیکہ وہ ناخوش ہی رہے۔
۹: ۴۹ = اِئْذَنْ لِّيْ۔ تو رخصت دے۔ تو اجازت دے۔
اِئْذَنْ۔ اَذِنَ يَأْذَنُ (سَمِعَ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِذْنٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں اجازت دینا۔
= لَا تَفْتِنِّيْ۔ فعل نہی۔ تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال۔ تو مجھے گمراہی میں نہ ڈال۔ فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فتونٌ سے۔ اصل میں لَا تَفْتِنِّيْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنْ کا نون مدغم ہوا۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا۔ اس لئے آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں
= اَلَا۔ حرف تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفتاح کے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ (۲: ۱۳) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں آیۃ ہذا میں ہے اَلَا فِى الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا۔ خبردار ہو کہ فتنہ میں تو وہ پہلے ہی گر چکے
= سَقَطُوْا۔ وہ گر پڑے۔ سُقُوْطٌ سے ماضی۔ جمع مذکر غائب۔
= لَمُحِيْطَةٌ۔ اسم فاعل مؤنث۔ احاطۃٌ مصدر اَحَاطَ يُحِيْطُ اِحَاطَةٌ (باب افعال) حَوْطٌ مادہ۔ چاروں طرف سے گھیر لینے والی۔
۹: ۵۰ = تُصِبْكُمْ۔ اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ اصل میں تُصِيْبُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حرف علت گر گیا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر پہنچے تم کو۔
= تَسُؤْهُمْ۔ سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (نَصَرَ) مضارع واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان کو بری لگتی ہے۔ ان کو غمگین کرتی ہے۔
= قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا۔ ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا۔ ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدبیریں اختیار کر لی تھیں۔ (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)
= يَتَوَلَّوْا۔ پھر جاتے ہیں۔ لوٹ جاتے ہیں۔ تَوَلِّيْ سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= فَرِحُوْنَ۔ خوش۔ اترانے والے۔ صفت مشبہ۔ جمع۔ فَرِحٌ واحد۔

۹ : ۵۲ = تَرَبَّصُوْنَ — تم انتظار کرتے ہو۔ تم راہ دیکھتے ہو۔ تَرَبَّصَ یَتَرَبَّصُ تَرَبُّصٌ (تفعل) سے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا۔ تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے۔ تم ہمارے بارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی۔

= اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ۔ سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں سے ایک ہو گی۔ یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک تو ضرور ہو گی یعنی اگر کامیاب ہو گئے تو فتح ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنور گئی۔

۹ : ۵۳ = اَنْفِقُوْا۔ تم خرچ کرو اِنْفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۹ : ۸۰) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں۔

= لَنْ يُّتَقَبَّلَ۔ مضارع مجہول نفی تاکید بلن۔ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ای لن یتقبل منکم نفقاتکم انفقتم طوعًا او کرھًا۔ یعنی بخوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

= طَوْعًا۔ فرماں برداری۔ اطاعت۔ مصدر ہے اور کُرْهٌ کی ضد ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں ابواب سے آتا ہے۔

= كَرْهًا۔ مصدر ہے۔ ناگوار ہونا۔ ناخوشی۔ مجبوری۔

۹ : ۵۴ = كُسَالٰى۔ كَسْلَانُ کی جمع۔ سست۔ کاہل۔ جیسے سُكَارٰى سُكْرَانُ کی جمع ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں۔

(۱) انھم کفروا باللہ وبرسولہٖ (۲) لا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کُسَالٰى (۳) لَا ینفقون الا وھم كٰرِهُوْنَ

۹ : ۵۵ = بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع ان کے اموال واولاد۔

= تَزْهَقَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ نکلے۔ وہ نکلے گی۔ زَهَقَ يَزْهَقُ (فتح) زُهُوْقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا۔ مٹ جانا۔ قرآن مجید میں ہے۔ وقل جاء الحق وزھق

الباطل۔ اِنَّ الباطل کان زھوقا (۱۷: ۸۱) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لِ۔ لام تعلیل ہے ای لتزھق
تزھق انفسھم وھم کافرون۔ ۰ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔
(تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۹: ۵۶ = یفرقون۔ مضارع جمع مذکر غائب فَرَقٌ مصدر (سمع) وہ ڈرپوک ہیں

۹: ۵۷ = لو یجدون۔ اگر وہ پائیں۔ وجد یجد (ضرب) وجدٌ۔
= ملجأ۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ لجأٌ مصدر۔ (باب ضرب۔ فتح۔ سمع) ملجأٌ بھی مصدر ہے۔
= مغرٰت۔ مغارٌ اور مغارۃٌ کی جمع مغاورُ بھی اس کی جمع ہے مغارٌ و مغارۃٌ لوٹ۔ غار۔ المغار لوٹ کی جگہ۔ بچاؤ کی جگہ۔ زمین کے اندر گھسنے کی جگہ
الغورُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔
= مدخلا۔ اسم ظرف مکان۔ داخل ہونے کی جگہ۔ باب افتعال سے مفتعلٌ کے وزن پر۔
= لولّوا۔ وہ ضرور منہ پھیرلیں گے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔
= یجمحون ۰ جمح یجمح (باب فتح) جمحٌ۔ جموحٌ۔ جماحٌ مصدر۔ گھوڑے کا سرکشی کرنا۔ جموحٌ منہ زور گھوڑا۔ جمحت المرأۃ زوجھا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ جمح الرجلُ۔ وہ آدمی خود رائے ہوگیا۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا۔ وھم یجمحون۔ وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۹: ۵۸ = یلمزک۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ طعن کرتا ہے۔ وہ عیب لگاتا ہے۔ تجھ پر (باب ضرب) لمزٌ مصدر لُمزۃ۔ عیب جین۔ پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ۔ لمّازٌ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے۔
ویلٌ لکلّ ھمزۃٍ لُمزۃٍ (۱۰۴: ۱) ہلاکت ہو ہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب جین پر۔ ھُمزۃ اور لُمزۃ دونوں ہم معنی ہیں۔
= فی الصدقٰت۔ صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔
= اُعطوا۔ اعطی یعطی اعطاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو دیا گیا

ان کو دیا جائے۔

= یَسْخَطُوْنَ۔ سَخِطَ یَسْخَطُ (سمع) سَخَطٌ سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہوجاتے ہیں

۹ : ۵۹ = وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ جواب لَوْ محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللّٰہ ورسولہ لکان خیرًا لھم۔

= رَاغِبُوْنَ۔ رَاغِبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغَبَ فِیْهِ وَرَغَبَ اِلَیْهِ کے معنی ہیں کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ (۲ : ۱۳۰) اور کون ہے جو ملتِ ابراہیم سے انحراف کرے۔

= سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی)

۹ : ۶۰ = وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا۔ یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار ھَا ضمیر کا مرجع الصَّدَقٰتِ ہے۔

= وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔ اَلَفَ یَاْلِفُ (ضرب) ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلَفْتُ بَیْنَهُمْ۔ میں نے ان میں ہم آہنگی پیدا کردی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفٌ ہے جو مختلف اجزار کو یک جا جمع کرے۔

یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ومحبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں۔

(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔

(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔

(۳) نومسلموں کی ان کی خاطر داری کے لئے اعانت کرنا۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر۔ ملائے گئے۔ جوڑے گئے۔ المؤلفة قلوبھم۔ وہ جن کے دل جوڑے گئے۔

= اَلرِّقَابِ۔ گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع۔ رقبۃ بمعنی گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ راس (سر) اور ظہر (پشت) کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔

فِي الرِّقَابِ - ای فی فك الرقاب - غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے -

= اَلْغَارِمِيْنَ - غَارِمٌ کی جمع ہے - اسم فاعل جمع مذکر - قرضدار - غَارِمٌ کا مادہ غُرْمٌ ہے جس کا معنیٰ قرض - تاوان - اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو - غَرِيْمٌ - قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے -

= اِبْنَ السَّبِيْلِ - مسافر -

= فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ - یہ سب مدّات زکوٰۃ کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں -

۹ : ۶۱ = يُؤْذُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - ایذا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں -

= اُذُنٌ - اُذُنٌ - کان - مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سُنے اور سُن کر مانے کانوں کا کچا - هُوَ اُذُنٌ - مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصّہ کا نام دیدیا گیا ہے - گویا کہ وہ اتنا سنتا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے - جیسے جاسوس کے لئے عَيْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں - انگریزی میں محاورہ ہے

یعنی وہ اس قدر انہماک سے سُن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصّہ کان کا کام دے رہا ہے

= اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ - اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خير لكم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان -

یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے هو اذن فی الخير وليس باذن فی غير ذلك - وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا - یا اس کا یہ مطلب ہے - اس کا تمہاری بات سُن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے - یعنی تمہاری باتوں کو سُن لیتا ہے اور تُن چھین نہیں کرتا ورنہ تمہاری منافقت آشکارا ہو جائے -

= يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ - یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین وایمان رکھتا ہے - يا يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہ مت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)

۹ : ۶۲ = لِيُرْضُوْكُمْ - يُرْضُوْا - اَرْضٰى يُرْضِىْ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب - اصل میں يُرْضِيُوْنَ تھا - ىٰ پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا - پھر ىٰ

اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گر گیا یُرْضُوْا رہ گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کر لیں۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ یُرْضُوْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیر یوں ہے وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ وَرَسُوْلُہٗ کَذٰلِکَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کریں اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کریں

۹:۶۳ = یُّحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یُحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔

مُحَادَدَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ مخالفت کرتا ہے حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حدِّ فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سزائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ میں نے ایک حد کو پالیا ہے تو آپ وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۹:۶۴ = یَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے: وہ ڈرتے ہیں۔

= تُنَبِّئُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُوْرَۃٌ ہے وہ ان کو آگاہ کر دے وہ ان کو مطلع کر دے۔ نَبَّأَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَۃٌ (باب تفعیل) سے۔ نَبَأٌ مادہ۔

= عَلَیْھِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ھِمْ۔ تُنَبِّئُھُمْ میں ضمیر ھُمْ کا مرجع اَلْمُؤْمِنِیْنَ محذوف ہے اور فِیْ قُلُوْبِھِمْ میں ضمیر ھِمْ المنٰفقین کے لئے ہے۔ یعنی منافق لوگوں کو ڈر ہے کہ کہیں مومنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہو جائے۔

یا ان ہر سہ ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے مافی الضمیر کو ظاہر کر دے۔ (اس صورت میں علٰی بمعنی فی ہوگا۔ ان کے بارہ میں)

= اِسْتَھْزِءُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم ہنسی اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کر لو (آخر کار) اِنَّ اللّٰہَ مُخْرِجٌ مَّا

تَحْذَرُوْنَ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اُسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کر دے گا)

٩: ٦٥ = نَخُوْضُ۔ مضارع جمع متکلم خَوْضٌ مصدر۔ (باب نصر) ہم تو شغلاً کہہ رہے تھے۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اسی سے ہے غور و خوض۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھس کر تحقیقت معلوم کرنا۔

= نَلْعَبُ۔ مضارع جمع متکلم لَعِبٌ مصدر۔ (باب سمع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

= كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ تم ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔

٩: ٦٦ = لَا تَعْتَذِرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

اِعْتِذَارٌ (اِفْتِعَالٌ)۔ مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر نہ کرو۔

= طَآئِفَةً۔ یہاں طائفہ سے ہر دو جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جا سکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ اگر ایسا گروہ استہزار کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جا سکتا ہے لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو تو ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مخاشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا میں شامل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ اُن کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا مقابلۃً اس کا گناہ خفیف تھا۔ اس نے توبہ کر لی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے معاف فرما دیا۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا۔

= مُجْرِمِيْنَ۔ مجرم۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

۹: ۶۷ = بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ ای متشابھۃ فی النفاق کالعاض الشئ الواحد۔
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح مشابہ ہیں گویا ایک ہی شئے کے حصے ہیں گویا ایک ہی کل کے پرزے ہیں۔

= يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ میں بخیلی سے کام لیتے ہیں۔

= نَسُوا اللّٰهَ۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے احکام پر عمل نہ کیا۔

= فَنَسِيَهُمْ۔ بس اس نے ان کو بھلا دیا۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا

۹: ۶۸ = هِيَ حَسْبُهُمْ۔ ان کے لئے یہی کافی ہوگا۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

= عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ قائم رہنے والا عذاب۔ یعنی دائمی عذاب۔

۹: ۶۹ = كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ میں كَ محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے آدمیوں کی طرح ہو۔ یا كَ محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا
ای انتم کالذین من قبلکم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔

= كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ۔ اَشَدَّ۔ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ كَانُوْا کے عمل سے منصوب ہے۔ (اسی وجہ سے اَكْثَرَ منصوب ہے)۔ تم سے زیادہ طاقت ور تھے اور مال و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔

= فَاسْتَمْتَعُوْا۔ انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتاع (استفعال) سے۔ مال و متاع سے فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ۔

= خَلَاقِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔

= فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے (دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔

= خُضْتُمْ۔ تم نے بحث و تمحیص۔ خَاضَ يَخُوْضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بحث۔ بیہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی

میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

٩: ٧٠ = نَبَأٌ۔ خبر۔ اطلاع۔

= ثَمُوْدَ۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراھیم بھی غیر منصرف ہے۔

= اَصْحٰبِ مَدْیَنَ۔ اہل مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔

= وَالْمُؤْتَفِکٰتُ۔ اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفکۃ واحد اِیْتِفَاکٌ (افتعال) مصدر اِفْکٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ سندوم شہر یا سدوم تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم ولواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کردی۔

= اَتَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ کے بعد فَکَذَّبُوْھُمْ فَاُھْلِکُوْا محذوف ہے۔ ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک ہوگئے۔ یا ہلاک کر دیئے گئے۔

٩: ٧١ = سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ۔ میں س تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر اپنی رحمت فرمائے گا۔

٩: ٧٢ = جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ عَدْنٌ مصدر اس کا فعل الواب نَصَرَ ضَرَبَ سے آتا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں رہنا۔ بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ جَنّٰتِ عدن کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء عَلَم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت۔ جو لوگ عَلَم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیہ شریفہ کو پیش کرتے ہیں۔ جنّٰت عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب (١٩: ٦١) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے درپردہ کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور جو لوگ عدن کو عَلَم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمکان اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اور عدن سے مراد اقامۃ علیٰ وجہ الخلود۔ یعنی دائمی طور پر رہنا۔ اسی وجہ سے تمام جنتیں جنّٰتِ عدن ہیں۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے

اور دوسرے جنّت اس کے اردگرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال دارالسلام۔ جنّت عدن۔ جنت الماویٰ۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللّٰہ لم تراھا عین ولم تخطر علی قلب لبشر لا یسکنھا غیر ثلثۃ النبیون۔ والصدیقون والشھداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لمن دخلھا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

= رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رَضِیَ یَرْضیٰ کا مصدر ہے (باب سمع) بہت بڑی رضا مندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضاء الٰہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۷۳ — جَاھِدِ۔ تو جہاد کر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔ مجاھدۃ (مفاعلۃ) سے۔ مجاہدہ ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیۃ سے ایک دوسری تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

= اُغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔ ان پر سختی کر۔ غِلْظَۃٌ سے (باب نصر۔ کرم) بمعنی گاڑھاپن۔ موٹاپا۔ رِقَّۃٌ کی ضد ہے۔ ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ (۹: ۱۲۳) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سُوْقِہٖ (۴۸: ۲۹) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۷۴ = مَا قَالُوْا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

= ھَمُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ھَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

= لَمْ یَنَالُوْا۔ نفی حجد بلم۔ یَنَالُوْا نَیْلٌ سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سمع۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پا سکے۔

ھَمُّوْا بِمَالَمْ یَنَالُوْا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔ (اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ ہذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی

یا وہ کونسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صریحاً معلومات میسر نہیں۔ مگر منافقوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاءً وہ کئی بے سروپا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آمنے سامنے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کئی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کا کلمہ بولا تھا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

= مَا نَقَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابل عیب نہ سمجھا۔ نَقِمْتُ الشَّیْءَ وَ نَقِمْتُهٗ۔ کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لاتے ہوئے تھے۔

وآیۃ ہذا۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولتمند کر دیا)

نیز آیا ہے۔ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (۵:۵۹) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو۔ سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور ....

اسی نِقْمَةٌ سے بمعنی عذاب وانتقام لیا گیا ہے۔

= مِنْ فَضْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۹:۶۲)

= يَتُوْبُوْا۔ اصل میں يَتُوْبُوْنَ تھا اِنْ حرف شرط کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= يَكُ اصل میں يَكُوْنُ تھا۔ ماقبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گیا۔ اور واؤ حرفِ علت بوجہ حالتِ جزم گر گئی۔

= فَاِنْ يَّتُوْبُوْا۔ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔

= وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا ۔ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں ۔ اور کفر و نفاق پر مُصِر رہیں ۔
۹: ۷۵ = عٰھَدَ اللّٰہَ ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا ۔
= لَنَصَّدَّقَنَّ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے ۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے ۔ صدقہ ادا کر دیں گے ۔
اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا ۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا ۔
۹: ۷۶ = مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ رُخ گردانی کرنیوالے ۔ منہ موڑنے والے ۔ اجتناب کرنے والے ۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے ۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں ۔ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ (۴: ۶۳) تم ان سے اعراض برتو ۔ اور نصیحت کرتے رہو ۔ یا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (۲۰: ۱۲۴) اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا ۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرتِ استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے ۔ مثلاً فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْھِمْ (۳۴: ۱۶) تو انہوں نے شکر گذاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر ۔۔۔۔ اور اگر اعرض کے بعد عَلٰی آئے تو سامنے رکھنا ۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے ۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (۲: ۳۱) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا ۔
اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِيْ وہ میرے سامنے آیا ۔
۹: ۷۷ = فَاَعْقَبَھُمْ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا ۔ وارث بنانا ۔ اَعْقَبَھُمْ ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا ۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا ۔
فَاَعْقَبَھُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے ۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا ۔ اور وہ منافق ہو گئے ۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے ۔
= يَلْقَوْنَهٗ ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے ۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے ۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ ۔ یعنی قیامت کے دن تک ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

= بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۔
یعنی بخل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھر دیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوتی ہیں۔
(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔
۹ : ۷۸ = سِرَّھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔
= نَجْوٰھُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَآءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَیْتُہٗ وَ نَجَّیْتُہٗ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔
چنانچہ ارشادِ ربانی ہے فَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲۷ : ۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو نجات دی۔ النَّجْوَۃُ کے معنی بلند جگہ کے ہیں جو بلندی کی وجہ سے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَاجَیْتُہٗ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے بھید کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸ : ۹) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔
یا پھر اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَۃً (۵۸ : ۱۲) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔
نَجْوٰی وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جاوے۔
۹ : ۷۹ = یَلْمِزُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۵۸)
= اَلْمُطَّوِّعِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اَلْمُطَّوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ اصل میں اَلْمُتَطَوِّعِیْنَ تھا۔ تاء کو طا میں مدغم کیا۔
تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرف شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو لبطور نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطاعت

استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے اَلْمُطَّوِّعِیْنَ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں۔

= وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ کا عطف اَلْمُطَّوِّعِیْنَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب جینی کرتے ہیں جن کے پاس سوائے اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی راللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

= فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ سَخِرَ یَسْخَرُ (سَمِعَ) بِهٖ و مِنْهُ۔ ٹھٹھا کرنا۔ اسی سے ہے اَلْمَسْخَرَةُ۔ وہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔

۹ : ۸۰ = اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ اِسْتَغْفِرْ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اِسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ یا محمد اَوْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا

= سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱ = اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سستی یا مؤمنین ہو سکتے ہیں۔

= بِمَقْعَدِهِمْ۔ مَقْعَدٌ اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِدُ جمع۔ قَعْدَةٌ۔ قُعُوْدٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)

= خِلٰفَ۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی "الٹا" بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۵ : ۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔

= لَا تَنْفِرُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَارٌ اور نُفُوْرٌ سے۔ نَفَرَ اِلَی الْحَرْبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (۹ : ۳۹) اگر نہ

نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُوْرٌ۔ بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۳۵: ۴۲) تو اس سے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ یا كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۷۴: ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= اَلْحَرِّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فِقْهٌ مصدر (باب سمع) سمجھنا۔

۹: ۸۲ = فَلْيَضْحَكُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہیئے کہ ہنسیں۔

وَلْيَبْكُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہیئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آئے ہیں یعنی سَيَضْحَكُوْنَ قَلِيْلًا وَيَبْكُوْنَ كَثِيْرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجبی ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مآل حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ ان کے رونے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللّٰهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصیرالشی الی المکان الذی کان فیه الرجع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجْعٌ متعدی ہے اور رُجُوْعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَآئِفَةٌ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَاْذَنُوْكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الٰہی میں قبول کرلی گئی۔

= فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ ای فان ردک اللہ الی المدینة وفیها طائفة من المتخلفین۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں

تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔
= فَاسْتَاْذَنُوْكَ۔ پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔
= لِلْخُرُوْجِ۔ جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔
= لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا۔ تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔
= خَالِفِيْنَ۔ جمع خَالِفٌ کی۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔
علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فَسَدَ ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ۔ دودھ خراب ہوگیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفۃ اھل بیتہ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے۔ تو آیۃ کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْفَاسِدِيْنَ۔ یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ لیکن اکثریت نے "پیچھے رہ جانے والے" ہی ترجمہ کیا ہے۔

۹: ۸۴ = مِنْهُمْ۔ اَحَدٌ کی صفت ہے۔
= مَاتَ۔ یہ اَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے یعنی ان مخلفین (خالفین) میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)
= اَبَدًا۔ ظرف متعلق نہی۔ کبھی بھی۔ یعنی یہ نہی ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔
= وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ ای و لا تقم علٰی قبرہ ابدًا
= اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف مِنْهُمْ میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر رہے اور اسی حالتِ فسق و کفر میں مر گئے۔

۹: ۸۵ = يُعَذِّبَهُمْ بِهَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اموال و اولاد کے لئے ہے۔
= تَزْهَقَ۔ وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زُهُوْقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۹: ۵۵۔
تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ۔ ان کے دم نکلیں۔ ان کی جانیں نکلیں
= وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے در آنحالیکہ۔

۹: ۸۶ = اُولُوا الطَّوْلِ۔ صاحب دولت و ثروت۔ طَوْلٌ۔ مال۔ تونگری۔ دولت، انعام وسعت۔ مقدرت۔ قدرت۔ طَالَ يَطُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔
= ذَرْنَا۔ ذَرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ، فَتَحَ) سے وَذْرٌ مصدر اس سے ماضی نہیں آتی۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔

= نَكُنْ ۔ مضارع جمع متکلم فعل ناقص۔ اصل میں نَكُوْنُ تھا

= اَلْقٰعِدِيْنَ ۔ جہاد میں شریک نہ ہونے والے ۔ اور گھروں پر رہ جانے والے ۔ بیمار۔ عورتیں اور بچے۔ ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا۔ بیماری وغیرہ۔

۹: ۸۷ = لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ سے وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔

۹: ۸۸ = لٰكِنِ الرَّسُوْلُ ۔ لٰكِنْ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) لٰكِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتدا ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور فعل پر بھی جیسے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (۳: ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے۔

(۲) حروف عاطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ (۴: ۱۶۶) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے۔

(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جاتی ہے اسی لئے ضروری ہے کہ لٰكِنْ (یا اسی طور لٰكِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو۔ جیسے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا ۔۔۔۔۔۔۔۔ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علائق سے کٹا ہوا ایک پکا مسلم تھا)

= اَلْخَيْرٰتُ ۔ بھلائیاں۔ خَيْرٌ کی جمع ۔ مَنَافِعُ الدَّارَيْنِ

۹: ۸۹ = اَعَدَّ ۔ اِعْدَادٌ سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے تیار کیا۔ تیار کر رکھا ہے۔

۹: ۹۰ = اَلْمُعَذِّرُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تَعْذِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ جھوٹا عذر پیش کرنے والے۔ مُعَذِّرٌ ۔ وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو۔ اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے۔ بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُوْنَ دراصل مُعْتَذِرُوْنَ (باب افتعال) ہے ت کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُوْنَ ہوگیا۔ اس باب سے اس کے معنی ہوں گے۔ صحیح عذر والے۔

ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں:۔

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہوسکتے تھے!

مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آآ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کرکے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدیں یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہلِ عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رُک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رُک جانے کی اجازت چاہی۔

= اَلْاَعْرَابُ۔ گنوار۔ بدو۔ اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کردہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے اردگرد آباد تھے۔

= لِیُؤْذَنَ لَھُمْ۔ کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَقَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہرداری کے لئے ہی کوئی عذرِ لنگ پیش کردیں۔

٩:٩١ = اِذَا نَصَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نُصْحٌ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع وفرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ (ایسے) نیکوکاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔

٩:٩٢ = اَتَوْكَ۔ ماضی جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِتَحْمِلَھُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمْلٌ سے جمع مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

= تَفِیْضُ۔ وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَیْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر آنسو اور پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمْعِ۔ آنسو۔ اشک۔ دُمُوْعٌ جمع۔

٩:٩٣ = السَّبِیْلُ۔ راہ۔ راستہ۔ کھلی سڑک۔ سُبُلٌ جمع۔ سَبِیْلُ اللّٰہِ۔ جہاد۔ طلب علم۔ حج۔ یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَیْسَ لَكَ عَلَیَّ سَبِیْلٌ۔ تم مجھ سے بازپرس نہیں کرسکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی۔ راہِ بازپرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= اَلْخَوَالِفِ۔ خَالِفٌ اور خَالِفَۃٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَۃٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے والی عورت۔

پارہ
یعتذرون
(۱۱)
التوبۃ ویونس وھود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ

۹:۹۴ = یَعْتَذِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْتِذَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔

۹:۹۵ = اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ۔ تم ان کی طرف پھرو گے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (ماضی بمعنی مضارع)

= لِتُعْرِضُوْا عَنْھُمْ۔ اَعْرَضَ یُعْرِضُ اِعْرَاضٌ (افعالٌ) عَنْ منہ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگذر کرنا۔ معاف کرنا۔

یہاں بمعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کردو۔ ان سے درگذر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو اسی معنی میں ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ (۴:۶۳) تم ان سے اعراض برتو (درگذر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھیرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیۃ ہذا میں ہی ہے۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ۔ پس تم ان سے منہ پھیر لو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ (۷:۱۹۹) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ ہو ۹:۷۶)

= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاْوٰھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاْوٰی۔ اسم ظرف اور معدر۔ اٰوٰی یُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ) وہ بیٹھا۔ وہ اترا۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۹۷ = اَلْاَعْرَابُ ۔ بدو لوگ ۔ بادیہ نشین ۔ اعرابی ۔ نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۹
= اَشَدُّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بروزن اَفْعَلُ ۔ زیادہ ۔ شدید ۔ زیادہ سخت ۔ زیادہ طاقت ور ۔
= اَجْدَرُ ۔ زیادہ لائق ۔ زیادہ سزاوار ۔ زیادہ حقدار ۔ زیادہ مستحق ۔ مَا اَجْدَرَہٗ وَاَجْدِرْ بِہٖ ۔ صیغۂ تعجب ۔ وہ اس کے لئے کس قدر زیبا ہے ۔ جَدَارَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔
= مَغْرَمًا ۔ اسم مصدر ۔ منصوب ۔ تاوان ۔ اَلْغُرْمُ ۔ مفت کا تاوان ۔ یا جرمانہ ۔ وہ مالی نقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے ۔ غَرِمَ کَذَا غُرْمًا وَمَغْرَمًا ۔ فلاں نے نقصان اٹھایا ۔ اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَۃً اس پر تاوان پڑ گیا ۔
قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (۵۶ : ۶۶) (کہ ہائے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًا (۲۵ : ۶۵) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے ۔
یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا ۔ (آیۃ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں ۔
= یَتَرَبَّصُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر ۔ وہ انتظار کرتا ہے ۔ وہ راہ دیکھتا ہے ۔
= الدَّوَائِرَ ۔ دَائِرَۃٌ کی جمع ۔ مصائب ۔ گردشیں ۔ (یعنی وہ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَائِرَ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکر میں پھنس جاؤ ۔
= عَلَیْہِمْ دَائِرَۃُ السَّوْءِ ۔ گردش ایام (یا مصائب وآلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں (بددعائیہ جملہ ہے) دعائیہ جملہ پر جب عَلٰی استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔
۹ : ۹۹ = قُرُبٰتٍ ۔ قُرْبَۃٌ کی جمع ہے ۔ مرتبہ کا قرب ۔ خوشنودی ، رضا ۔ یعنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ۔
= صَلَوٰتِ ۔ صَلٰوۃٌ کی جمع ۔ دعائیں ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ ۔
= اَلَآ اِنَّہَا یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے ۔ اور اِنَّہَا میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب ۔
نَفَقَتُہُمْ ۔ (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَآ اِنَّہَا قُرْبَۃٌ لَّہُمْ بے شک ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قربِ الٰہی کا موجب ہے ۔

= سَيُدْخِلُهُمْ ۔ میں سَ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔

۹ : ۱۰۰ = اَلسّٰبِقُوْنَ ۔ آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سَابِقٌ کی جمع۔

= اَلْاَوَّلُوْنَ ۔ اَوَّلُ کی جمع۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ ۔ (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری۔ سعید بن المسیّب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں گے جو (۱) بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبۃ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوزُرارہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر جب وہ مدینہ تشریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو رآر کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السّٰبِقُوْنَ پر عطف قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا (اور وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اوّلون ہیں اور انصار۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی۔ تو راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن پہلی قرآت جمہور کے نزدیک اصح ہے

= بِاِحْسَانٍ ۔ عمدگی کے ساتھ۔ احسن طریقہ سے، احسان کے معنی غیر کے ساتھ بھلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے

۹ : ۱۰۱ = وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۔ ای ومن من حولكم من الاعراب منٰفقون۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے اردگرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۔ یہ وقف معانقہ کی صورت ہے۔

اگر علامت اوّل ؔ پر وصل کیا جاوے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہوگا۔ اور مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں

ہو گی وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُنٰفِقُوْنَ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت ∴ اول پر وقف کیا جائے اور علامت ∴ ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہو گا۔ اور تقدیر کلام یوں ہو گی! وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (قَوْمٌ) مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں)

اور اب ترجمہ یوں ہو گا۔ اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُوْا۔ نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَ عَلَى النِّفَاقِ۔ نفاق پر جمے رہنا۔ اَلْمَارِدُ وَالْمَرِيْدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شَجَرٌ اَمْرَدُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل ننگا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ اَمْرَدُ۔ وہ لڑکا جس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ اَلرَّمْلَةُ الْمَرْدَاءُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرد الملاسة ومنه صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ (۲۷: ۴۴) یعنی اَلْمَرْدُ۔ اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسة ہموار اور چکنا ہونا)

صاحب کشاف نے مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کا مطلب تَمَهَّرُوْا فِيْهِ۔ لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = اٰخَرُوْنَ۔ دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ اٰخَرُ کی جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا (اور اپنے کئے پر نادم ہوئے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے)

۹: ۱۰۳ = تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع اٰخَرُوْنَ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَةً ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے۔

= صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ۔ تسکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔

۹: ۱۰۵ = سَتُرَدُّوْنَ۔ تم پھیرے جاؤ گے۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ ردٌّ سے مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔

= اِعْمَلُوْا۔ ای اعملوا ما شِئتُمْ۔ جو جی چاہے تم کرو۔

۹: ۱۰۶ = مُرْجَوْنَ۔ (ر ج و۔ ر ج ی مادہ) رجاء کنارہ۔ جیسے رجا البئر۔ کنویں کا کنارہ۔ اس کی جمع اَرْجَاءٌ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا۔ (۶۹: ۱۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے۔ رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ قرآن میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۷۱: ۱۳) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے بھلا دیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُوْنَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف ورجا باہم لازم وملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (۴: ۱۰۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

مُرْجَوْنَ۔ مُرْجًى۔ یعنی مُرْجَوٌّ کی جمع ہے۔ اسم مفعول۔ امید وبیم کے درمیان لٹکا ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف ورجا کے درمیان معلق ہیں۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ۔ کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک۔ مرارہ بن الربیع۔ ہلال بن امیہ کی طرف۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلق کر لی۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (دیکھو آیات ۱۱۴-۱۱۵ سورۃ ہذا)

= اِمَّا۔ بطور حرف تفصیل آیا ہے۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ (۷۶: ۳) ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر رہے۔

۹: ۱۰۷ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا۔ اس کا عطف وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ پر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی

ہیں) جنہوں نے ایک مسجد تیار کی۔
= ضِرَارًا۔ کُفْرًا۔ تَفْرِيْقًا۔ اِرْصَادًا۔ تمام مفعول لہٗ ہیں۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ
(۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔
(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں۔
(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے
(۴) وہ شخص جو اب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے
یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔
= ضِرَارًا۔ ضرر سے مشتق ہے۔ ایذا دینا۔ نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ضَارَّ يُضَارُّ (باب مفاعلۃ) سے مصدر۔ اِرْصَادًا گھات لگانا۔ مِرْصَادٌ و مَرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ۔ کمین گاہ۔ رصد مادہ۔
= مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر مبنی ہوں گے۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ بمعنی پہلے سے۔
= وَلَيَحْلِفُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے۔
= يَشْهَدُ۔ شَهَادَةٌ۔ مصدر جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ موجود ہونا۔ گواہی دینا۔ بیان کرنا۔ جاننا۔ ان سب کا باب ایک ہی ہے۔ سَمِعَ يَسْمَعُ۔ مصادر جدا جدا ہیں۔
شَهِدَ اللّٰهُ۔ قَضَى اللّٰهُ۔ قَالَ اللّٰهُ۔ بَيَّنَ اللّٰهُ۔ وَيَشْهَدُ اللّٰهُ۔ اللہ یہ فیصلہ دیتا ہے۔ یا کہتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔

اس آیۃ میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابو عامر کے ساتھیوں نے اس کے ایما پر مسجد قباء کے مضافات میں تیار کی تھی۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا۔
۹: ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِيْهِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تُصَلِّ فِيْهِ اس میں نماز مت پڑھ۔

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشیٔ باسم جزئہٖ (کسی چیز کو اس کے جزء کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔
فیہِ کی ضمیر واحد مذکر مسجد (ضرار) کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ۔ وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

= اَلْمُطَّهِّرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَطَهُّرٌ مصدر۔ اصل میں المتطھرین تھا۔ تا کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ رہنے والے۔

۹: ۱۰۹ = اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ۔ اَسَّسَ (باب تفعیل) تَاسِيْسٌ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْيَانَهٗ۔ بُنْيَانٌ۔ یعنی مَبْنِيَّةٌ۔ غُفْرَانٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر دِین کے لئے یعنی مَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَ دِيْنِہٖ۔ جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا يَبْنِيْهِ۔ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی

= شَفَا۔ شفاء کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءٌ (شفو مادہ) اس کا تثنیہ شَفَوَانِ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (۳: ۱۰۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفٰى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ۔ فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا

= جُرُفٍ۔ ندی یا نالے کا وہ کنارہ جس کا نچلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جِرْفَةٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فلان یبنی علی جُرُفٍ ھَارٍ۔ لایدری ما لیل من نھار۔ فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جَرَفَ الشَّيْءَ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جَرَفَ الطِّيْنَ۔ پھاوڑا یا بیلچہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ۔ اسم فاعل مجرور۔ هَوْرٌ۔ مادّہ۔ قریب السقوط۔ گرنے کے قریب۔
هَارٍ کی اصل هَاوِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَاوِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَارُوٌ اور هَارِءٌ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یاء سے بدل کر هَارِيٌ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے یٌ کو ساقط کر دیا اس طرح

ھَارٍ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ھَادِرٌ کے واؤ یا ھَائِرٌ کے ہمزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کر دیا۔ اس صورت میں را و پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ھَارٍ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ھَوِدٌ یا ھَیَرٌ تھی واؤ۔ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ھَادٌ ہو گیا اس صورت میں پھر اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جُرُفٍ ھَارٍ موصوف وصفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْهَارَ۔ وہ گر پڑا۔ اِنْهِیَارٌ (انفعال) مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ ای من اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ۔ اِنْهَارَ الْبِنَاءُ۔ عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظٰلِمِیْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا (ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی)

۹: ۱۱۰ = لَا یَزَالُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْیَانُهُمُ۔ ان کی عمارت۔ بَنَوْا۔ انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِیْبَةً۔ رَیْبٌ سے اسم ہے۔ رَابَ یَرِیْبُ (باب ضَرَبَ) شبہ و گمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِیْبَةٌ۔ شک و شبہ۔ تہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِیَبٌ۔ جمع۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا معنی شک و نفاق کیا ہے۔ کلبی کے نزدیک حسرت و ندامت ہے السدی اور المبرد نے اس کا مطلب غم و غصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہو جانے اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہو جانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّآ اَنْ۔ بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ۔ پارہ پارہ ہو جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ تَقَطُّعٌ (تفعّل) سے مضارع۔ واحد مونث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ۔ ای تجعل قلوبہم قطعاً و تفرق اجزاء اما بالسیف و اما بالموت والمعنی ان ھذہ الریبۃ باقیۃ فی قلوبہم الی ان یموتوا علیہا۔ یہاں تک کہ ان کے دل

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور ان کے اجزاء بکھر جائیں۔ خواہ تلوار سے یا موت سے۔

مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب وحسرت وندامت کی کیفیت ان کے دلوں پر طاری رہیگی۔ حتی کہ وہ اسی حالت میں مر جائیں گے۔

= حَکِیْمٌ۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجد ضرار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

۹ : ۱۱۱ = اِشْتَرٰی۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرٰی یَشْتَرِیْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔

= وَعْدًا۔ اسم مصدر۔

وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے۔ اور وَعْدًا بوجہ فعل محذوف منصوب ہے گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعَدَھُمْ عَلَیْہِ (عَلٰی ذٰلِکَ الْاَمْرِ) وَعْدًا حَقًّا۔ اس بات پر اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔

عَلَیْہِ کے معنی لَازِمٌ عَلَیْہِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہو گی:۔ وَعَدَھُمْ وَعْدًا حَقًّا لَازِمٌ عَلَیْہِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

= فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر توراۃ۔ انجیل اور قرآن میں ہے۔

= اَوْفٰی۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ۔ فَاسْتَبْشِرُوْا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ۔ اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔

بِبَیْعِکُمْ۔ اپنے سودے پر۔ اَلَّذِیْ بَایَعْتُمُ اللّٰہَ بِہٖ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔

= ذٰلِکَ۔ ای ذٰلِکَ الْبَیْعُ۔ اور یہی سودا۔

۹ : ۱۱۲ = اَلتَّآئِبُوْنَ۔ اَلْعٰبِدُوْنَ۔ اَلْحٰمِدُوْنَ۔ اَلسَّآئِحُوْنَ۔ اَلرّٰکِعُوْنَ۔ اَلسّٰجِدُوْنَ۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مؤمنین کی صفت ہیں۔

التائبون سے لے کر النّاھُوْنَ تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرفِ

عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالنَّاھُوْنَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

(۱) ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اَلنَّاھُوْنَ کا اَلْاٰمِرُوْنَ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں

۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرفِ عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اَلنَّاھُوْنَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے واؤ کا اضافہ کر دیا۔

= السَّآئِحُوْنَ۔ سِیَاحَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحَ یَسِیْحُ (ضَرَبَ) سِیَاحَۃٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَآئِحٌ واحد۔

السَّآئِحُوْنَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوتِ دین۔ اصلاح خلق۔ طلب علم صالح۔ مشاہدہ آثارِ الٰہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے

ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے السَّآئِحُوْنَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں

= النَّاھُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ النَّاھِیْ واحد۔ نَھْیٌ مصدر (باب فتح) روکنے والے منع کرنے والے۔

= اَلْمُنْکَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْکَارٌ۔ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشِّرِ۔ بَشَّرَ یُبَشِّرُ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشَّرٌ بِہٖ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے فہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ای بشر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل ھذہ الافعال التسع

یعنی جو مومن ان نو صفات سے متصف ہے اس کو خوشخبری دیدیں۔

۹:۱۱۳ = مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ زیبا نہیں نبی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے

= یَّسْتَغْفِرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولِیْ قُرْبٰی۔ ای ذی قرابۃ لھم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قربیٰ اسم

مصدر۔ رشتہ داری قرابت۔

= مَوْعِدَۃً۔ اسم مصدر۔ وعدہ

= اِيَّاهُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے

= تَبَرَّاَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَرُّءٌ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَرَاۗءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

= اَوَّاہٌ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَوَّہٌ سے جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعَّالٌ اٰہ یَلُوْہُ۔ جیسے قَامَ یَقُوْمُ۔

= حَلِیْمٌ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۹:۱۱۵ = مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کردے

= مَا یَتَّقُوْنَ۔ جن سے ان کو بچنا چاہیئے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا موصولہ ہے۔

۹:۱۱۷ = تَابَ۔ تَابَ یَتُوْبُ۔ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے۔ جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے (بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور جب عَلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا (۲۴:۳۱) سب خدا کے آگے توبہ کرو۔ اور فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ (۲:۱۸۷) سو اس نے تمہارا قصور معاف کردیا اور تمہاری حرکات سے درگذر فرمایا۔

= تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استطاعت رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹:۴۳ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ۔ لیکن یہ فعل ترک افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کرکے صرف مستحق معذور لوگوں کو

پیچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابلِ مواخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۴۳)
بعض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرکاً شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو اونچا دکھانا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی شان کو بلند کرنے کے لئے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (۸ : ۴۱) میں اپنا نام تبرکاً شامل کر لیا ہے۔

= سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کٹھن تھا۔ سواریوں کی از حد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکرِ جرار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربہ میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آیۂ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے

اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ (۲ : ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيْغُ۔ مضارع واحد مذکر غائب زَيْغٌ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيْغُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوئے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ...... کے بعد اس تکرار سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيْهِمْ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب فَرِيْقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ہی کا ساتھ دیا)

= بِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ کے مطابق یا تو النبیّ و المهاجرين والانصار کی طرف راجع ہے یا فَرِيْقٍ کے لئے ہے

= رَءُوْفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَاْفَةٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلٰثَةِ کا عطف اَلنَّبِیِّ پر ہے ای وَتَابَ عَلَى الثَّلٰثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کر دیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔

= اَلَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔ جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارۃ بن الربیع

= بِمَا رَحُبَتْ۔ میں مَا مصدریہ ہے وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

= ضَاقَتْ۔ ضِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہو گئی

= رَحُبَتْ۔ رُحْبٌ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔

= مَلْجَاَ۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجْاٌ مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سمع) مَلْجَاٌ بھی مصدر ہے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توجہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔

= اَلتَّوَّابُ۔ باربار توبہ قبول کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کردے۔

۹: ۱۲۰ = مَا کَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ۔ زیبا نہیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔

= اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔

= لَا یَرْغَبُوْا۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِیْهِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ روگردانی کرنا۔ رَغِبَ بِهٖ عَنْ غَیْرِهٖ۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔

لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت، وبرتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے

= ذٰلِكَ۔ بمعنیٰ یہ اس لئے۔

= ظَمَاٌ۔ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمِئَ یَظْمَاُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمْاٰنُ بروزن فَعْلَانُ صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔

= نَصَبٌ ۔ تھکان ۔ مشقت ۔ کوفت ۔ تکلیف ۔
= مَخْمَصَةٌ ۔ بھوک خَمَصَہُ الجُوْعُ ۔ بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا ۔ خَمِيْصٌ خالی پیٹ والا ۔
= لَا يَطَئُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وَطْأٌ مصدر ۔ (باب سَمِعَ) نہیں پامال کریں گے نہیں چلیں گے ۔
= مَوْطِئًا ۔ اسم ظرف (باب سمع) پاؤں رکھنے کی جگہ ۔ وَطْأَةٌ ۔ مَوْطَأٌ ۔ مَوْطِئٌ پاؤں کی جگہ ۔ وَطِئَ يَطَأُ (باب سَمِعَ) روندنا ۔
= يَغِيْظُ الْكُفَّارَ ۔ جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے ۔
= لَا يَنَالُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ مَنِيْلٌ سے ۔ وہ نہیں پائیں گے ۔ وہ نہیں پاتے ہیں ۔ وہ نہیں حاصل کرتے ۔ وہ نہیں کامیاب ہوتے ۔ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل ۔ قیدی ۔ مال غنیمت وغیرہ ۔
= ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ...... عَمَلٌ صَالِحٌ ۔ اللہ کی راہ میں جو پیاس ۔ تکلیف ۔ بھوک وہ اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے ۔
۹ : ۱۲۱ = وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا ۔ نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو ۔
= كُتِبَ لَهُمْ ۔ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے ۔ ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے ۔
= اَحْسَنَ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ۔ بہت اچھا ۔ بہترین ۔
۹ : ۱۲۲ = لِيَنْفِرُوْا ۔ کہ نکل جائیں ۔ نکل کھڑے ہوں ۔ (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول کے لئے ۔ یا تبلیغ کے لئے ۔
= كَافَّةً ۔ اسم فاعل ۔ مفرد ۔ مؤنث ۔ منصوب ۔ اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی ۔ استعمال میں كَافَّةً ۔ ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے ۔ جس کے معنی ہیں سب کے سب ۔ پورے کے پورے ۔
= لَوْلَا ۔ کیوں نہ ۔ تفصیل کے لئے ۶ : ۴۳ ملاحظہ ہو ۔
= نَفَرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَفْرٌ ۔ نُفُوْرٌ ۔ نِفَارٌ ۔ مصدر ۔ (باب سَمِعَ وضَرَبَ) کیوں نہ نکلے ۔ کیوں نہ نکل کر جائے ۔

= لِيَتَفَقَّهُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب۔ تَفَقُّهٌ مصدر۔ تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔

= لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ تاکہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں۔ ڈریں۔

اَلْحَذَرُ۔ (سَمِعَ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ بچنا۔ محتاط رہنا۔ يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (٣٩:٩) آخرت سے ڈرتا ہے۔

٩:١٢٣ = يَلُوْنَكُمْ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر كُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وَلْيٌ مصدر۔ باب نَصَرَ جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے۔ جو تمہارے نزدیک ہیں۔ اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِيْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔

= وَلْيَجِدُوْا۔ اور وہ پائیں۔ ان کو پانا چاہئے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= غِلْظَةً۔ اسم مصدر۔ سختی۔ دل کی سختی۔ قوت۔ سخت مزاجی۔ اَلْغِلْظَةُ۔ کے معنی موٹاپا یا گاڑھاپن کے ہیں۔ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ چاہیئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔

قرآن میں ہے فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (٤٨:٢٩) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر کھڑی ہوگئی۔ اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے

= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (٣١:٢٤) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کرکے انہیں لیجائیں گے۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں نکلو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ کرو اور اس شد و مد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے۔

٩:١٢٤ = اِذَا مَا۔ جب کبھی۔

= فَمِنْهُمْ۔ میں ضمیر هم جمع مذکر غائب۔ منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے "کہو تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا ہے"

= زَادَتْهُ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اَيُّكُمْ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تم میں سے کون ہے جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کردیا ہے۔ زَادَتْ کا فاعل هٰذِهٖ ہے جس کا اشارہ سورۃ کی طرف ہے۔

= یَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۹ : ۱۲۵ = فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

۹ : ۱۲۶ = یُفْتَنُوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ فَتْنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

منافقین جو غفلت، اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کر دیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کر دیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سازشیں ناکام ہوتیں۔ بے سرو سامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہوتے جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۹ : ۱۲۷ = اِنْصَرَفُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضورؐ کی مجلس سے) اِنْصِرَافٌ (انفعال) سے صرف مادہ۔

اَلصَّرْفُ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صَرَفْتُهٗ فَانْصَرَفَ میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بددعائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بِاَنَّهُمْ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدیں وجہ۔ اس سبب سے۔ کہ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۔ یہ لوگ سوءِ فہم اور عدم تدبر کا شکار ہیں۔ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۹ : ۱۲۸ = عَزِیْزٌ عَلَیْهِ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت

ہو تو جو ہمیشہ غالب رہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور جب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ۔ میں مَا موصولہ ہے عَنِتُّمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتٌ سے۔ عَنِتَ یَعْنَتُ۔ (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گذرتا ہے۔

= حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔ ای حریص علیٰ ایمانکم وایصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ بھلائی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِیْصٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔

اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب سے ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے

۹: ۱۲۹ = تَوَلَّوْا۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلِّیٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= حَسْبِیَ۔ حَسْبُ۔ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ حَسْبُ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر بھی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۰) سُوۡرَۃُ یُوۡنُس (۵۱)

۱:۱۰ = الٓـرٰا ۔ الف ۔ لام ۔ را ۔ حروف مقطعات ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۱:۲)

= تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِیۡمِ ۔ تِلۡكَ ۔ اسم اشارہ بعید ۔ مفرد ۔ مؤنث اٰیٰتِ مضاف الۡكِتٰبِ الۡحَكِیۡمِ ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مشارٌ الیہ ۔

یہ پُر از حکمت کتاب کی آیاتیں ہیں ۔ آیات سے مراد وہ آیات بھی ہو سکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے ۔ یا آیات سے مراد آیاتِ قرآنی ہیں اور الکتاب سے مراد القرآن ہے ۔ یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں ۔

اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔

= اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ۔ میں اَ استفہام انکاری کے لئے ہے ۔ کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی عجیب نظر آتی ہے (حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) النّاس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ ۔ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ ای الی بَشَرٍ مِّنۡ جِنۡسِهِمۡ ۔ انہیں کی جنس سے ایک فرد ۔

= اَنۡذِرۡ ۔ اِنۡذَارٌ سے امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈرا ۔

= اَنۡذِرِ النَّاسَ میں النَّاسَ سے مراد جمیع النّاس ہیں

= قَدَمَ صِدۡقٍ ۔ مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔ قَدَمٌ بمعنی پاؤں اور صِدۡقٍ کے معنی ہیں سچائی ۔ قوت ۔ خیر ۔ خلوص ۔ شرف ۔ فضیلت

قَدَمَ صِدۡقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں ۔

۱ ۔ القدم ۔ السابقۃ ۔ والمعنی انھم قد سبق لھم عند اللّٰهِ خَيۡرٌ ۔ (رازی) یعنی القدم کے معنی

السابقۃ ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائیگی۔

۲ = انّ لھم اجرا حسنا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان۔ مظہری)

۳ = انّ لھم منزلۃ رفیعۃ۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی۔ زجاج۔ روح المعانی)

۴ = انّ لھم مقام صدق۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قدم صدق۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایۃً مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایۃً نعمت کو ید (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قدم صدق سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری وقرطبی) لیکن آیت کے سیاق وسباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = استوٰی علی۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ اور ۷: ۵۴

= العرش۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عروش ہے قرآن میں ہے وھی خاویۃ علی عروشھا (۲: ۲۵۹) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عرشت الکرم وعرشتہ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بنانا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو معرش بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے معروشت وغیر معروشت (۶: ۱۴۱) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے اور ٹٹیوں پر نہ چڑھائے ہوتے اور وما کانوا یعرشون (۷: ۱۳۷) اور جو وہ ٹٹوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس ومجاہد ماکانوا یبنون من القصور وغیرھا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے ورفع ابویہ علی العرش (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فلان ثلّ عرشہ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی۔

عرش الٰہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذات الٰہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے

بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلک الاعلیٰ (فلک الافلاک) ہے، واللہ اعلم بالصواب،
= يُدَبِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ يُدَبِّرُ تَدْبِيْرٌ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا ہے۔ اَلْاَمْرَ۔ ہر کام کی۔
= شَفِيْعٌ۔ شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔
= تَذَكَّرُوْنَ۔ ای تفکرون۔ تم کیوں نہیں غور و فکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔

۱۰ : ۴ = وَعْدَ اللّٰهِ۔ وَعْدَ۔ اسم و مصدر منصوب۔ مضاف اللہ مضاف الیہ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) یہاں وعدہ سے مراد اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ہے۔ حَقًّا اسم و مصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا۔ ای وعدکم اللہ ذٰلک وعدًا حقًا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللہ نے تم سے کیا ہے
= اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَدْءٌ۔ مصدر (باب فتح) یہ جملہ مستانفہ (نیا) ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی
= يُعِيْدُهٗ۔ اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔
= بِالْقِسْطِ۔ ای بالعدل۔ عدل و انصاف کے ساتھ۔
= حَمِيْمٌ۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

۱۰ : ۵ = ضِيَاءً۔ چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف واوی ہے۔ اور مہموز اللام۔ اصل میں ضِوَاءٌ تھا۔ چونکہ واؤ کا ماقبل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضِيَاء یا تو مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِيَامٌ اور صَامَ سے صِيَامٌ۔ یا ضَوْءٌ کی جمع ہے جیسے سَوْطٌ سے سِيَاطٌ اور حَوْضٌ سے حِيَاضٌ لیکن نُوْرًا (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب ہے مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنندہ۔ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً۔ ای ذات ضِيَاءٍ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (لسان)
= نُوْرًا۔ ای ذا نُوْرٍ (نور والا) مُنِيْرًا۔ چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (لسان العرب)
= قَدَّرَهٗ۔ قَدَّرَ۔ يُقَدِّرُ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْاَمْرَ۔ و قَدَّرَ اللّٰهُ لَهُ الْاَمْرَ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقدر کر دینا۔
آیۃ ہذا میں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ (۳۴ : ۱۸) اور ان میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (۳۶ : ۳۹) اور ہم نے

حساب سے چاند کی منزلیں مقرر کردیں۔

قَدَّرَہٗ میں ضمیرہٗ کا مرجع الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دونوں ہیں ایک کا ذکر کرکے دونوں مراد لینا قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹:۶۲) حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔ اس صورت میں ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا۔ اور ان دونوں کی حساب سے منزلیں مقرر کردیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب الْقَمَرَ کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ بہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔

= الْحِسَابَ۔ حساب الاوقات۔ ساعات۔ ایام۔ شہور۔ وغیرہ کا حساب۔

۱۰: ۷ = لَا يَرْجُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رِجَاءٌ۔ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے۔ یقین نہیں رکھتے۔ رجاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا يَخَافُوْنَ وہ نہیں ڈرتے۔ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رجا۔ باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

= لِقَآءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ملاقات۔ ہمارے سامنے (ان کی) پیشی۔ ہم سے (ان کی) ملاقات۔ ہمارا دیدار۔ لَقِيَ يَلْقٰى (سَمِعَ) لِقَآءٌ۔ ملنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ لَاقٰى يُلَاقِيْ مُلَاقَاةً۔ (باب مفاعلہ) آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔

= اٰيٰتِنَا۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ مراد دلائل توحید۔ یا بقول حضرت ابن عباسؓ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔

= غٰفِلُوْنَ۔ غفلت برتنے والے۔ دھیان نہ دینے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اعراض کرنے والے

۱۰: ۸ = اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ یہاں مشار الیہ دو ٹولے مذکور ہوتے ہیں۔ (۱) اَلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ اور اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۔

= مَاْوٰىهُمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔

۱۰: ۹ = جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ موصوف وصفت۔ نعمت وراحت۔ عیش و آرام کے باغات۔

۱۰: ۱۰ = دَعْوٰىهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دعا ان کی پکار۔ ان کی صدا۔ ان کا نعرہ
= تَحِیَّتُهُمْ ۔ ان کی دعائے ملاقاۃ۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِیَّۃ کے معنی کسی کو حَیَّاكَ اللهُ (خدا تمہیں زندہ رکھے) کہنے کے ہیں ۔ اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں تحیہ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
تَحِیَّتُهُمْ ۔ ان کا ایک دوسرے کو دعار حیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان کے لئے دعار حیات ہو سکتا ہے۔
پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے۔ اور دوسری صورت میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعار حیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔
= وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے :
اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۰: ۱۱ = یُعَجِّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَعْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ جلدی کر دیتا ۔ تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ عجلت سے جلدی کرنا جیسے قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (۲۰: ۱۱۴) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو۔ تعجیل بھی بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ (۱۷: ۱۸) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے دیتے ہیں (العاجلۃ بمعنی دنیاوی سازوسامان) یا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸: ۱۶) ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔
= اِسْتِعْجَالَهُمْ اِسْتِعْجَال (استفعال) مصدر۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا۔ عجلت چاہنا۔ مثلاً یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (۲۲: ۴۷) وہ لوگ تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اِسْتِعْجَالَهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا
وَلَوْ یُعَجِّلُ اللهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ ۔ انسان جس طرح فائدہ کے لئے جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانونِ جزاء ایسا ہوتا کہ ہر بد عمل کا برا نتیجہ فوراً کام کر جاتے) تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا (لیکن قانون جزا نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابو الکلام آزاد رح
= لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ۔ ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا۔ اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔

= فَنَذَرُ۔ مضارع جمع متکلم وَذَرَ یَذَرُ (باب سَمِعَ) وَذْرٌ مصدر۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای ولکن لا نجعل فنذر۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

= طُغْیَانِہِمْ۔ ان کی سرکشی۔ ان کی گمراہی۔ ان کی نافرمانی۔

= یَعْمَہُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَہٌ مصدر (باب فتح۔ سمع) وہ سرگرداں پھرتے رہیں عَمَہٌ۔ سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔

۱۰ : ۱۲ = اَلضُّرُّ۔ تکلیف، بلا، سختی۔ ضرر۔ ایذا۔ اسم ہے۔ یہ بدحالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم وفضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

۲- یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

۳- خواہ حالتِ ظاہری میں بوجہ مال وجاہ کی قلت کے۔

= لِجَنْبِہٖ۔ جَنْبٌ۔ پہلو۔ یعنی اپنے پہلو کے بل۔

= کَشَفْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے دور کردیا۔ ہم نے ٹال دیا۔ (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ (۵۰ : ۲۲) یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹادیا۔

= مُسْرِفِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بےجا وبےہودہ صرف کرنے والے۔ حدِ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

= زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ۔ ۱- یہ تزئین اللہ کی جانب سے بھی ہوسکتی ہے۔

۲- شیطان کی جانب سے بھی اور ۳- انسان کے اپنے نفسِ امارہ کی طرف سے بھی۔

۱۰ : ۱۳ = اَلْقُرُوْنَ۔ قَرْنٌ کی جمع۔ وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ قومیں۔ امتیں۔

۱۰ : ۱۳ = لَمَّا۔ جب۔

۱۰ : ۱۵ = اِئْتِ۔ اَتٰی یَاْتِیْ (ضَرَبَ) اِتْیَانٌ مصدر۔ بمعنی آنا۔ جب اس کے صلہ میں بٖ آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَتٰی بِ... لانا۔ اور اَتٰی ... ہٗ۔ کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

۱۰ : = مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ۔ تلقآءی۔ میری طرف سے۔ اپنی طرف سے۔

تِلْقَآءَ۔ طرف۔ لِقَاءٌ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے

ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقَاءَ کا اسم ہے۔ جَلَسَ تِلْقَاءَهُ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

= اِنْ اَتَّبِعُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (۲۲:۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابَ مضاف مضاف مضاف الیہ مل کر فعل اَخَافُ کا مفعول۔

۱۰:۱۶ = مَا تَلَوْتُهٗ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَلَوْتُ ماضی واحد متکلم

= لَآ اَدْرٰىكُمْ۔ لَآ اَدْرٰى۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں بِهٖ اس (قرآن) سے۔

= لَبِثْتُ ماضی واحد متکلم لَبْثٌ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۰:۱۷ = اِفْتَرٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتِرَاءٌ سے

۱۰:۱۸ = اَتُنَبِّئُوْنَ۔ الف استفہام کے لئے ہے۔ تُنَبِّئُوْنَ جمع مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِيْءٌ سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

= اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ (یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتاتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد۔ من گھڑت بات بناتے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۰:۱۹ = فَاخْتَلَفُوْا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لئے۔ بعد میں مختلف عقیدوں میں بٹ گئے۔

= كَلِمَةٌ۔ ای القضاء والتقدیر۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

= سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب سے۔ اسی سے مسابقہ

اور استباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا

۱۰: ۲۰ = لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی جانب سے۔ کفار کا ابتدا سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔ اور یہ رٹ لگائے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوبہ نشان ہے۔

۱۰: ۲۱ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَةٌ۔ مصدر (افعال) ذَوْقٌ (اجوف واوی) اَذَاقَ يُذِيْقُ اِذَاقَةً چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً۔ لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔

= مَسَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو لاحق ہوئی۔ مَسَّ يَمَسُّ (نصر) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَّ الْمَرَضُ اَوِ الْكِبَرُ فُلَانًا۔ فلاں کو بیماری یا بڑھاپا لاحق ہوا۔

= مَكْرٌ۔ اَلْمَكْرُ کے معنی حیلہ سے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں آیا ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (۳: ۵۴) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا۔ تو فوراً ہماری آیات میں مکر و فریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔

(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت و رحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)

= اَسْرَعُ مَكْرًا۔ ای اسرع مکرا منکم۔ وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔ یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے

= رُسُلَنَا۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرستادہ۔ یعنی فرشتے۔ کراماً کاتبین۔

= مَا تَمْكُرُوْنَ۔ جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔

۱۰: ۲۲ = یُسَیِّرُکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سیر کراتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تَسْیِیْرٌ (تفعیل) مصدر

= الفُلْکُ۔ کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مؤنث۔ مذکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

= جَرَیْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ جَرٰی یَجْرِیْ (ضَرَبَ) جَرْیٌ سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔

= بِھِمْ۔ ان کو لے کر۔

= بِرِیْحٍ۔ میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ رِیْحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے۔

= فَرِحُوْا بِھَا۔ وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں وفرحاں ہیں۔

= رِیْحٌ عَاصِفٌ۔ بادِ تند۔ آندھی۔ عَاصِفٌ۔ عَصَفَ یَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عَصَفَتِ الرِّیْحُ۔ ہوا تیز چلی۔ عَصَفَ الرَّجُلُ۔ آدمی تیز دوڑا۔

= اُحِیْطَ بِھِمْ۔ ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ اُحِیْطَ۔ اَحَاطَ یُحِیْطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب

= مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ خَالِصَۃً۔ اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت وعبادت میں خَالِصَۃً اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔

یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وَجَرَیْنَ بِھِمْ سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب سے غیبت کی طرف انتقال اظہارِ ناراضگی اور بُعد کے لئے ہے

= اَنْجَیْتَنَا۔ تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلادے۔ اَنْجٰی یُنْجِیْ اِنْجَاءٌ۔ (افعال) رہائی دلانا۔ نجات دلانا۔

= مِنْ ھٰذِہٖ ای من ھذہ الاحوال۔ من ھذہ الریح العاصف۔ ان مصائب وشدائد سے۔ اس بادِ تند (طوفان) سے۔

۱۰: ۲۳ = اَنْجٰھُمْ۔ اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= اِذَا۔ یہاں اور آیہ (۲۱) اِذَا لَھُمْ مَکْرٌ۔ میں بطور حرف مفاجاۃ استعمال ہوا ہے۔ تو۔ لو۔ اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اذا الفجائیہ بھی کہتے ہیں خَرَجْتُ فَاِذَا اَسَدٌ بِالْبَابِ۔ میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا۔

= یَبْغُوْنَ۔ بَغٰی یَبْغِیْ بَغْیٌ (باب ضَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں

بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
اصل میں یَبْغِیُوْنَ تھا۔ ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ ی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔
بَغِیٌ کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔
محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔
اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کرکے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حسد۔ زنا۔ طلب وتلاش
= اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (وبال) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔
= نُنَبِّئُکُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے۔

۱۰: ۲۴ = اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
بِهٖ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔
= نَبَاتُ الْاَرْضِ۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتَ یَنْبُتُ (نصر) اگنا۔ اگانا۔
= فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اگ آیا)
= زُخْرُفَ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حسن کو زخرف کہتے ہیں۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور ملمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶:۱۱۲) ملمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔
= اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا۔ وَازَّیَّنَتْ زمین اپنے ہرے بھرے زیوروں سے آراستہ ہوئی
اِزَّیَّنَتْ۔ اصل میں باب تفعل سے تَزَیَّنَتْ تھا۔ تا کو زا میں مدغم کیا۔ زا ساکن ہو گئی اس سے قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَیُّنٌ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔
اِزَّیَّنَتْ وہ (زمین انواع واقسام کی نباتات سے) آراستہ وپیراستہ ہو گئی۔ مزین ہو گئی۔
= اَهْلُهَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔
= اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت وقبضہ رکھتے ہیں۔ هَا ضمیر واحد مؤنث

غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ مراد اس سے وہ نباتات جو اس پر اگی ہوئی ہے۔ یعنی اہل زمین خیال کرنے لگے کہ یہ زمین اور اس پر ہمہ نوع نباتات ان کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

= اَتٰهَآ اَمۡرُنَا۔ اِذَا کا جواب ہے۔ یعنی جب زمین اپنے جوبن پر آگئی۔ اور اہل زمین اس پر اپنا مکمل قبضہ خیال کرکے اترانے لگے تو اچانک ہمارا حکم آپہنچا عذاب کی صورت میں۔

= لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا۔ رات کے وقت یا دن کے وقت۔ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمارے حکم کو وقوع پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ خواہ دن ہو یا رات اور وہ سب جاگ رہے ہوں یا سب سو رہے ہوں۔

= فَجَعَلۡنٰهَا۔ میں ها ضمیر الارض کی طرف راجع ہے لیکن اس سے مراد زمین پر کی نباتات ہے جو اس کی آرائش و زیبائش کا باعث تھی۔ جَعَلۡنَا هَا۔ بنا ڈالا ہم نے اس کو۔

= حَصِيۡدًا۔ حَصَدَ يَحۡصِدُ وَ يَحۡصُدُ (باب ضرب ونصر) حِصَادٌ وحَصَادٌ فصل کاٹنا حَصِيۡدٌ بروزن فَعِيۡلٌ۔ مفعول۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی۔

= لَمۡ تَغۡنَ۔ تَغۡنَ اصل میں تَغۡنٰى تھا۔ لَمۡ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا۔ مضارع نفی بَلَمۡ صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع منفی بمعنی ماضی منفی۔

غَنِیَ يَغۡنٰى (باب سَمِعَ) غَنِیَ بالمكان۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ بسنا۔ رہنا۔ كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ۔ گویا وہ کل یہاں تھی ہی نہیں۔ اَمۡسِ کل گذشتہ۔

= كَاَنۡ۔ جیسے کہ۔ گویا کہ۔

١٠ : ٢٥ = دَارِ السَّلٰمِ۔ سلامتی کا گھر۔ یعنی جنّت۔

١٠ : ٢٦ = اَحۡسَنُوۡا۔ انہوں نے بھلائی کی۔ انہوں نے احسان کیا۔

اِحۡسَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تھا اس کو بجا لائے۔ اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہے۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ کی ہے:۔

اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

= اَلۡحُسۡنٰى۔ حُسۡنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اچھی۔ عمدہ نیک جزاء ای اَلۡمَنۡزِلَةُ الۡحُسۡنٰى۔ یعنی جنّت۔

= وَزِيَادَةٌ بلکہ اس سے بھی زیادہ - یعنی دیدار الٰہی۔
= لَا يَرْهَقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب، رَهْقٌ مصدر (باب سمع) نہیں چھائیگا - رَهْقٌ چھاجانا - پالینا - ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھاجانا۔
= قَتَرٌ - غبار - (الفرائد الدریۃ) قَتَرٌ وقَتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے - کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے - یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی بخیلی، اسراف کی ضد ہے - یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی وذلت کا غبار - (ضیاء القرآن) وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ - اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)

۱۰: ۲۷ — وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ - اس کا عطف لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا پر ہے ای وَلِلَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ - اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر وشرک۔
= جَزَاءٌ - یہاں بمعنی سزا کے ہے - یا بمعنی بدلہ۔
= بِمِثْلِهَا - باء زائدہ ہے - یا متعلق بجزاء ہے۔
جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا - برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی - یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الحسنیٰ سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
= عَاصِمٍ - بچانے والا - حفاظت کرنیوالا - روکنے والا - عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں - اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر - مالھم من اللہ من عاصم ای لا یعصمھم احد من عقابہ - کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔
= كَاَنَّمَا - كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ما زائدہ - ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا - البتہ كَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہوجاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کرسکتا ہے نہ مرفوع - گویا کہ
= اُغْشِيَتْ - اِغْشَاءٌ (افعال) سے ماضی مجہول - واحد مؤنث غائب - وہ ڈھانک دی گئی - (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)
= قِطَعًا - قِطْعَةٌ کی جمع - ٹکڑے - مِنَ اللَّيْلِ - قِطَعًا کا بیان ہے۔
= مُظْلِمًا - اسم فاعل واحد مذکر - اِظْلَامٌ (افعال) مصدر - تاریکی میں پڑا ہوا - تاریک - ظُلْمَةٌ اندھیرا ظُلُمٰتٌ جمع - مُظْلِمًا - اَلَّيْلِ سے حال ہے۔

= كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا۔ ترجمہ ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر مظہری نے ترجمہ کیا ہے:۔

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

۱۰:۲۸ = مَكَانَكُمْ۔ ای الزموا مَكَانَكُمْ وَلَا تَبْرَحُوْا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

= زَيَّلْنَا۔ زَيَّلَ يُزَيِّلُ تَزْيِيْلٌ۔ (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَيَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے جدا کر دیا۔ ہم نے تفریق کر دی۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کر دیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَيْلٌ مادہ۔

= مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ہ مَا۔ نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

۱۰:۲۹ = اِنْ۔ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَغٰفِلِيْنَ میں لام اِنْ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

۱۰:۳۰ = هُنَالِكَ۔ تب۔ ظرف مکان ہے مجازاً یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

= تَبْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ بَلَاءٌ سے۔ ہر جان آزمالیگی۔ جان لیگی۔ خبر پالے گی۔ بَلْوٌ مادہ۔

= مَا اَسْلَفَتْ۔ یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفَتْ ماضی واحد مؤنث غائب وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

= رُدُّوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَيَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غائب الذین اشرکوا کے لئے ہے۔

= ضَلَّ عَنْ۔ ذَهَبَ عَنْ۔ چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

= مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افترا۔ وہ باندھا کرتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۱۰:۳۱ = اَمَّنْ۔ اَمْ مَنْ۔ یا کون۔ بھلا کون۔

= السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے۔ اور کان بھی۔ اسی طرح البصار سے مراد بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَار بَصَرٌ کی جمع ہے۔

= یُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ کارخانہ ہستی کے جملہ امور کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔
دَبَّرَ یُدَبِّرُ تَدْبِیْرٌ۔ (تفعیل) تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔
= اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۔ الھمزۃ للانکار الواقع۔ ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبیتہ جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ عَذَابَہٗ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔
دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ الشِّرْکَ فِی الْعُبُوْدِیَّۃِ۔ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔
۱۰:۳۲ = اَلْحَقُّ۔ رَبُّکُمْ کی صفت ہے۔
= مَاذَا۔ مَا استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی۔ یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔
= فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ۔ اَنّٰی اسم ظرف ہے۔
(۱)۔ جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی۔ جب۔ جس وقت۔
(۲)۔ اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ۔ جہاں۔ کہاں۔ ہوتا ہے۔
(۳)۔ اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ کیسے۔ کیونکر۔ ہوتا ہے
آیت ہذا میں ۲۔ اور ۳۔ ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرْفٌ۔ سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تَصْرِیْفٌ پھیرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)
۱۰:۳۳ = کَذٰلِکَ۔ اسی طرح۔
= فَسَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہوگیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجۃً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان فاسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہٰذا اب یہ ایمان لانے سے رہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ بدل ہے الکلمۃ کا۔
۱۰:۳۴۔ ھَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ۔ ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟
= مَنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ۔ پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ

کرے۔یعنی دوبارہ پیدا کردے۔
یہ سوال استفہام انکاری ہے۔مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔
= تُؤۡفَکُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفَکَ یَاۡفِکُ (ضَرَبَ) اَفِکَ یَاۡفَکُ (سَمِعَ) جھوٹ بولنا۔ افَکَہٗ عَنۡ رَاۡیِہٖ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔
اِفۡکٌ کے اصلی معنی کسی شئے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔
تُؤۡفَکُوۡنَ۔ تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔قول میں راستی سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔
۱۰ : ۳۵ = لَا یَهِدِّیۡ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اصل میں یَهۡتَدِیۡ تھا۔یعنی وہ ہدایت نہیں پاتا ہے۔وہ راہ نہیں پاتا ہے۔
= یُهۡدٰی۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے
= لَا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی۔ جو از خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔
امام رازی فرماتے ہیں کہ الھدی سے یہاں مراد نقل وحرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈولی اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت المرأۃ الی زوجھا ھدی۔
اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الھدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان یھادی بین اثنین۔پس جب ثابت ہوگیا کہ الھدی کے معنی نقل وحرکت کے ہیں۔ تو اس آیہ کے معنی یہ ہوئے کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتا سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجایا جائے۔
= فَمَا لَكُمۡ۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔
= کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔حُکۡمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم فیصلہ کرتے ہو۔
۱۰ : ۳۶ = لَا یُغۡنِیۡ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَغۡنٰی یُغۡنِیۡ اِغۡنَآءٌ (اِفۡعَالٌ) فائدہ نہیں دیگا بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغۡنٰی مِنۡ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہوکر اس کی ضرورت پوری کرنا
۱۰ : ۳۷ = مَا کَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

ماکان ھذا القرآن لان یفتریٰ من دون اللہِ۔ جیساکہ قرآن میں آیا ہے وماکان المؤمنون لینفروا کافۃً (۹: ۱۲۲) ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔

اس آیت کا مطلب ہوگا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتراء بمعنی اختلاق۔ گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ کانَ فعل ناقص۔ ھٰذا اسم کان۔ القرآن تعریف اسم۔ ان یفتریٰ خبر اول کانَ مِنْ دُوْنِ اللہِ خبر ثانی۔

= وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ تَصْدِیْقَ۔ کا نصب دو وجہ سے ہوسکتا ہے!

(۱) کہ اس سے قبل کانَ مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل اَنْزَلَہٗ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ یَدَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= تَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ۔ تَفْصِیْلَ کا نصب بھی مثل تَصْدِیْقَ کے ہے۔ اَلْکِتٰب سے مراد وہ اصولی تعلیمات۔ حقائق وشرائع جو تمام کتب آسمانی کا لب لباب ہیں۔

= لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ یعنی اس کے من رب العٰلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۰: ۳۸ = اَمْ۔ کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قُلْ فَاْتُوْا۔ ای قل ان کان الامر کما تقولون فاْتُوْا ...... الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔

= وَادْعُوْا۔ للمعاونۃ۔ اپنی معاونت کے لئے بلالو۔

۱۰: ۳۹ = بَلْ۔ بلکہ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے ابطال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (ام یقولون افترٰیہُ) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ۔ کَذَّبُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہوگا۔ کَذَّبُوْا ب انہوں نے جھٹلایا اور اس سے اگلا جملہ مَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ (مفعول ہوگا۔ انہوں نے جھٹلایا (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطۂ ادراک میں نہ لا سکے (ہٖ ضمیر القرآن کے لئے ہے) مَا موصولہ ہے لَمْ یُحِیْطُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوتے۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ عِلْمِہٖ مضاف۔

مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اس کا انکار کر دیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر وہ مکمل آگہی حاصل نہ کر سکے۔

= لَمَّا۔ حرف نفی۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد یہ مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَاْوِیْلُهٗ۔ تَاْوِیْلٌ (تفعیل) اَوْلٌ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آتے اسے مَوْئِلٌ کہتے ہیں (یعنی جائے باز گشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔ (۱۸: ۵۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَاْوِیْلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ (۷: ۵۳) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایتِ مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

آیۃ ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پردۂ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔

اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۱۰: ۴۱ = بَرِیْٓـُٔوْنَ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بری الذمہ۔

۱۰: ۴۲ = یَسْتَمِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) سے وہ سنتے ہیں)۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تُسْمِعُ۔ اِسْمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو سناتا ہے۔ تو سنائیگا۔

= الصُّمَّ۔ جمع۔ اس کا واحد اَصَمُّ ہے۔ اس کی مؤنث واحد صَمَّآءُ ہے۔ دونوں کی جمع صُمٌّ وصُمَّانٌ

ہے صَمَّ یَصَمُّ صَمَمًا وَصَمًّا اونچا سننا۔ بالکل نہ سننا۔ بہرہ ہونا۔

۱۰:۴۳ = عُمْیٌ ۔ اندھے ۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے ۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمٰی کی جمع ۔ عَمْیَاءُ واحد مؤنث ۔ ہر دو کی جمع عُمْیٌ ہے ۔ عَمِیَ یَعْمٰی (سَمِعَ) عَمًی ۔ اندھا ہونا ۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰:۴۵ = یَوْمَ ۔ ای اذکر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو

= یَحْشُرُھُمْ ۔ جب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔

= کَاَنْ ۔ گویا کہ ۔ کَاَنْ اصل میں کَاَنَّ ہی تھا ۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ساقط ہوجاتا ہے ۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع جو کَاَنَّ کا خصوصی عمل ہے

= لَمْ یَلْبَثُوْا ۔ مضارع نفی حجد بلم ۔ جمع مذکر غائب ۔ وہ نہیں ٹھہرے ۔ وہ نہیں رہے ۔ لَبْثٌ (باب سَمِعَ)

= یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ ۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے ۔ اس سے اور رنج وصدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے۔

اور جس دن ایسا ہوگا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ ۔ اس میں مَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ ۔ صفت ہے اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ کی ۔ اور ترجمہ یوں ہوگا:۔

تحقیق گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا ۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ تھے ۔ (راہِ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن ۔ ضیاء القرآن)

یا : ترجمہ یوں ہوگا ۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہ ہدایت سے انکار کیا ، وہ سخت گھاٹے میں رہے ۔ (عبداللہ یوسف علی)

۱۰:۴۶ = اِمَّا ۔ اگر ۔ یا ۔ خواہ ۔

= نُرِیَنَّکَ ۔ نُرِیَنَّ ۔ مضارع ۔ جمع متکلم بانون ثقیلہ ۔ کَ ۔ ضمیر مفعول ۔ واحد مذکر حاضر ۔ (اگر ۔ یا ۔ خواہ)

ہم تجھے دکھادیں۔
= نَعِدُ هُمْ ۔ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعْدٌ مصدر (باب ضرب)
= نَتَوَفَّيَنَّكَ ۔ مضارع جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ تَوَفِّيٌ مصدر۔ (باب تفعّل) ہم تیری زندگی پوری کردیں۔ ہم تیری روح قبض کرلیں۔ ہم تجھے وفات دیدیں۔
= ثُمَّ ۔ واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اسے فتح سے پڑھا ہے۔ ثَمَّ بمعنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔
= شَهِيدٌ بمعنی شَاهِدٌ۔ گواہ۔ علم رکھنے والا۔ یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے یعنی عقاب۔ یعنی ثُمَّ اللّٰهُ يُعَاقِبُ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ دیں گے۔
کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (۱۲:۲۶) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔
آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں سے بعض نتائج کو بھگتنا۔ ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہرصورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پاکر رہیں گے)
۱۰:۴۷ = قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کر سکتی کہ ہمارے پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔
یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امۃ و رسولٍ ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد کے دعوت حق کو روکنے کے۔ حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔
۱۰:۴۸ = اَلْوَعْدُ: دھمکی۔ عذاب کا وعدہ۔ اکثر جگہ روز قیامت مراد ہے۔ اسم و مصدر مرفوع معرف باللام ہے
۱۰:۴۹ = اَجَلٌ ۔ مدت مقررہ۔ وقتِ معیّن۔
= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ تاخیر نہیں کر سکتے۔

اِسْتَاْخَرَ یَسْتَاْخِرُ اِسْتِئْخَارٌ (استفعال) اَخْرٌ مادہ۔
= لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِقْدَامٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے۔
۱۰ : ۵۰ = اَرَأَیْتُمْ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے سوچا۔ کیا تم نے غور کیا۔ بمعنی اَخْبِرُوْنِیْ ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو سہی
= بَیَاتًا۔ رات میں آپڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا۔ شبخون مارنا۔ رات کو آنا۔ جیسے فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ (۷:۴) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے۔
بَیْتٌ۔ انسان کا رات کا ٹھکانہ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَیْتٌ (گھر) کہا جانے لگا۔
= مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذا سے مرکب ہے۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے بمعنی کیا۔ کیسے۔ جیسے مَاذَا تَفْعَلُ۔ تو کیا کرتا ہے
= یَسْتَعْجِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال۔ وہ جلدی مانگتا ہے۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔
= مِنْهُ۔ میں ضمیر ہٗ یا عذاب کے لئے ہے۔ ای من العذاب۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ ای من اللہ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں۔
آیۃ ہذا میں اِنْ اَتٰـکُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا شرط ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت آپڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو۔ جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ
۱۰ : ۵۱ = اَثُمَّ اِذَا مَا۔ الف استفہام کے لئے۔ ثُمَّ پھر اِذَا مَا۔ یعنی کب۔ تب
= بِهٖ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے۔ پھر کیا جب آ ہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے۔ (اصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے: وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی

ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (آیۃ ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں)
= آٰلْئٰنَ ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے آلْئٰنَ کہتے ہیں جیسے
اَلْئٰنَ اَفْعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں اٰلئٰنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے
اٰنَ اصل میں اَوَانُ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے واؤ کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف
کا شامل کر لیا تو اَلْئٰنَ ہو گیا۔ ظرف زمان ہے مبنی بر فتح ۔ بمعنی اب ۔
آٰلْئٰنَ ۔ اَاَلْاٰنَ ہے ۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے ویقال لھم
آلْئٰنَ تؤمنون ای حین وقع العذاب ۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔
جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔
= وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے
حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)
۱۰: ۵۲ = عَذَابَ الْخُلْدِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت
کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ عَذَابَ الْخُلْدِ دائمی عذاب
= ھَلْ ۔ استفہام انکاری ہے ۔
۱۰: ۵۳ = يَسْتَنْبِئُوْنَكَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِنْبَاءٌ (استفعال) مصدر كَ ضمیر مفعول
واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے خبر پوچھتے ہیں ۔ نَبَأٌ سے ۔
= اَحَقٌّ هُوَ ۔ میں ھُوَ ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے
= اِیْ ۔ ہاں ۔ البتہ ۔ حرف جواب ہے بمعنی نَعَمْ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مُقدم
کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے ۔
= وَرَبِّیْ ای وَاللّٰہِ ۔ خدا کی قسم ۔ بخدا ۔
= مُعْجِزِيْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر ۔ عاجز بنا دینے والے ۔ ہرا دینے والے ۔
(منکرینِ حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی ۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب ۔ لیکن ہو گیا یہ
سب کچھ ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے ۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے ۔
۱۰: ۵۴ = وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے ۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے
اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص
کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے
فدیہ میں دیدے ۔

= اَسَرُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ سے۔ یہ اضداد میں سے ہے
اَسَرَّ کے معنی چھپایا اس نے ۔ پوشیدہ رکھا اس نے ۔ یا اس نے ظاہر کیا۔
ابو عبید کہتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ (ایسے ہولناک عذاب کو دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے ۔ اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے)
اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق :
شدتِ امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔ لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے۔
= لَمَّا ۔ جب ۔
١٠: ٥٥ = اَلَاۤ ۔ تنبیہ کے لئے ہے ۔ سن لو ۔ جان لو ۔ خبردار ہو جاؤ ۔
١٠: ٥٧ = مَوْعِظَةٌ ۔ اسم مصدر ۔ نصیحت ۔ یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے، جس میں ہر قسم کی نصیحت موعظت ۔ اوامر ۔ نواہی ۔ توحید وغیرہ مذکور ہے
١٠: ٥٨ = قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔ ای قل بفضل اللہ وبرحمته ان جاءت هذه الموعظة من ربكم فبذلك فليفرحوا ۔
یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں ۔
ذٰلِكَ کا مشار الیہ الموعظة بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت کی طرف ہے ۔ امام قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ (واحد) کو واحد ۔ تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ (العرب تاتی بذلك الواحد والاثنين والجمع) بحوالہ ضیاء القرآن
دوسری صورت میں فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا کا ترجمہ ہوگا ۔
پس چاہئے کہ اس فضل ورحمت ربانی پر خوشیاں منائیں ۔
هُوَ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظة) کے لئے ہے ۔ یا اللہ کی طرف سے فضل ورحمت کی عطاء کے لئے
= يَجْمَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ وہ جمع کرتے ہیں ۔ یعنی دنیاوی مال ومنال کا حصول ۔
١٠: ٥٩ = قُلْ ۔ ای قل لكفار مكة (الخازن) (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ سے کہہ دیجئے ۔
= اَرَءَيْتُمْ ۔ بھلا بتاؤ تو سہی ۔ (نیز ملاحظہ ہو ١٠ : ٥٠)
= مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ میں مَا موصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے ۔

= فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا (۶:۱۳۹) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصۃً ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

= تَفْتَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرٰی یَفْرِیْ فَرْیٌ (ضَرَبَ) فریٰ علیہ الکذب۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی معنی باب افتعال سے ہیں۔

۱۰:۶۰ = مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۔ میں مَا استفہامیہ توبیخ اور وعید کے لئے آیا ہے۔ مبتداء ظَنُّ مضاف۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افتراء کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ ای اَیُّ شَیْءٍ ظنہم فی ذلک الیوم اِنّی فاعل بہم۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر ہی رہیں گے)

۱۰:۶۱ = شَاْنٍ (ش ء ن مادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُئُوْنٌ آتی ہے شَاْنٌ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَاْنٌ کہتے ہیں۔

= وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ ۔ مِنْهُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب شَاْنٌ کے لئے ہے۔ ابو البقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول بہ ہے

= وَمَا تَكُوْنُ سے لے کر من قُرْاٰنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِيْعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

= شُهُوْدًا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔

= تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ۔ تم گھستے ہو۔ تم لگتے ہو۔ تم مصروف ہوتے ہو۔
اَفَاضَ اِنَاءَہٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اسی سے اَفَاضُوْا فِی الْحَدِیْثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَفَضْتُمْ فِیْهِ (۲۴:۱۴) تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر......... نازل ہوتا۔
اور جگہ آیا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ۔ (۴۶:۸) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو۔
لہٰذا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ۔ یعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو
= مَا یَعْزُبُ مضارع منفی واحد مذکر غائب عُزُوْبٌ مصدر۔ (باب نصر) غائب نہیں ہے۔ چھپا ہوا نہیں ہے۔ عَزَبٌ مرد بلا بیوی۔ یا عورت بلا شوہر
= مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ۔ میں مِنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالَ۔ اسم مفرد۔ ہموزن۔ برابر۔ ثِقَلٌ۔ بوجھ۔ وزن۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ ذرہ برابر۔
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ روشن کھلی کتاب۔ لوح محفوظ۔
۱۰:۶۳ = اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۰ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔
۱۰:۶۴ = اَلْبُشْرٰی۔ خوشخبری۔
= لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ جملہ معترضہ ہے۔ اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی کلمٰت۔ اقوال۔ وعدے۔
= ذٰلِكَ سے مراد۔ دنیوی و اخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے۔
۱۰:۶۵ = اَلْعِزَّةَ۔ عزت۔ سرفرازی۔ غلبہ۔ قدرت۔ بزرگی۔ اقبال۔ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے۔
۱۰:۶۶ = وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ۔ میں مَا۔ (۱) نافیہ ہے شُرَكَآءَ مفعول ہے یَدْعُوْنَ کا۔ اور یَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے۔ اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا۔ ع
وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے۔
(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔
جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکار رہے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں

= اِنْ یَتَّبِعُوْنَ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ ھُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔
= یَخْرُصُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ خَرَصَ یَخْرُصُ (باب نَصَرَ) وہ اٹکل دوڑا رہے ہیں وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں ہر وہ بات جو ظن وتخمین سے کہی جائے اسے خَرْصٌ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔

۱۰: ۶۷ = هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا۔
تَسْکُنُوْا ۔ سَکَنَ یَسْکُنُ (نصر) سُکُوْنٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین حاصل کرو۔ اصل میں تَسْکُنُوْنَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔
مُبْصِرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر حالتِ نصب۔ اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) اِبصار کے معنی دیکھنا۔ جاننا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔
اسی بناء پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو وہ بھی مُبْصِر ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کر دے وہ بھی مُبْصِر ہے
آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور (جس نے تمہارے لئے) روشن دن بنا دیا۔
لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْکُنُوْا کے مقابلہ میں دن کے وقت کے لئے تتحرکوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہیئے تھا جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ ھو الذی جعل لکم الّیل مظلمًا لتسکنوا فیہ وَالنھار مبصرًا لتتحرکوا ۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیرے والی بنایا کہ تم (چونکہ عدم روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا (کہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو)
لیکن متن قرآن کے مطابق تسکنوا کی رعایت سے تتحرکوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔
مُبْصِرًا ۔ یہاں بمعنی روشن ۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا دونوں صحیح ہیں۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَهَارُهٗ صَائِمٌ اس کا دن روزہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے ظرف کی طرف کر دی۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے۔ حالانکہ

ندی ظرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں

۱۰: ۶۸ = اِنْ نافیہ ہے مِنْ زائدہ ہے تاکید نفی کے لئے آیا ہے

= سُلْطَانٍ ۔ حجت ۔ دلیل ۔ برہان ۔ سند ۔ زور ۔ قوت ۔ حکومت ۔ یہاں بمعنی دلیل اور سند کے مستعمل ہے۔

= بِهٰذَا ۔ یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔

۱۰: ۷۰ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْيَا ۔ فِی الدُّنْيَا متعلق بہ مَتَاعٌ ہے ۔ اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی ۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہوگی ۔ لَهُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْيَا ۔ ان کے لئے دنیا میں (چندروزہ) سازوسامان ہے ۔ (اس کے مزے اڑالیں) اور اگر متاع کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی اِفْتِرَاءُهُمْ اَوْ حَيَاتُهُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْيَا ۔ ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چندروزہ) زندگی دنیا کا (ہی) سازوسامان ہیں۔

۱۰: ۷۱ = اُتْلُ ۔ امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔ تو پڑھ ۔ تو تلاوت کر ۔ تِلَاوَةٌ سے ۔

= نَبَأٌ ۔ خبر ۔ اطلاع ۔

= كَبُرَ عَلٰی ۔ گراں گذرنا ۔ كَبُرَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ ۔ یہ کام اس کے لئے دشوار ہے ۔ اس کے لئے بھاری ہے ۔ كَبُرَ ماضی واحد مذکر غائب (باب کرم) ناگوار ہونا ۔

= تَذْكِيْرِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا نصیحت کرنا ۔ میرا سمجھانا ۔ تَذْكِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہے ذِكْرٌ مادہ ۔

= غُمَّةً ۔ تاریک ۔ مشتبہ ۔ مبہم ۔ دشوار ۔ پوشیدہ ۔

اَلْغَمُّ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپا لینا ۔ اسی طرح بادل کو الغمام کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے ۔ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ۔ پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ رہے ۔ یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلق واضطراب کا باعث ہو۔

= اِقْضُوْا اِلَیَّ ۔ تم کر گذرو ۔ تم فیصلہ کر لو ۔ قَضَاءٌ سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر ۔

= لَا تُنْظِرُوْنِ ۔ تم مجھے ڈھیل نہ دو ۔ تم مجھے مہلت نہ دو ۔ اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے ۔

= مَقَامِیْ ۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں
۱۔ اس سے کنایۃً "نفس" مراد ہے ۔ جیسے قرآن میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ (۵۵:۴۶)
ای خاف ربہ ۔
۲۔ بمعنی مکثی ۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا ۔
۳۔ ای قیامی علی الدعوۃ میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا ۔
۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام ۔ مذکورہ بالا جملہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ
یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے ۔
اس آیت میں اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ مَقَامِیْ وَتَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ شرط ہے اور فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ جوابِ شرط ہے اور فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ جواب شرط پر معطوف یا فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ جواب شرط ہے ۔ اَمْرَکُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اجْمَعُوْا کا مفعول ہے اور شُرَکَآءَکُمْ کا عطف اَمْرَکُمْ پر ہے اور مفعول معہٗ ہے ۔

۱۰:۷۲ = فَاِنْ ۔ بایں ہمہ اگر ۔ اگر پھر بھی ۔
= تَوَلَّیْتُمْ ۔ تم پھرتے ہو ۔ تم منہ موڑتے ہو ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تَوَلِّیْ سے ۔

۱۰:۷۳ = خَلٰٓئِفَ ۔ خلیفہ کی جمع ۔ جانشین ۔ قائمقام ۔ نائب ۔ (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچا لئے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا)
= اَلْمُنْذَرِیْنَ ۔ اسم مفعول ۔ جمع مذکر ۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا ۔ ڈرائے جانے والے ۔

۱۰:۷۴ = فَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا کَذَّبُوْا بِہٖ مِنْ قَبْلُ ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان لاویں اس بات پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشرووں کی طرح بینات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)
= اَلْمُعْتَدِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر منصوب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ۔ حق سے ہٹنے والے حد سے تجاوز کرنے والے ۔ اَلْمُعْتَدِ ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جائے ۔
الاعتداء معناہ تجاوز حدود الحق والعدل اتباعاً لھوی النفس وشھواتھا
(المنار)

۱۰: ۷۵ = ملإیہ۔ مضاف مضاف الیہ اس کے سرداروں کی جماعت۔
اَلْمَلَأُ۔ اسم جمع۔ سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ سردارانِ قوم کی جماعت۔
مَلَأٌ سے مشتق ہے۔ مَلَأَ یَمْلَأُ (نصر) مَلْأٌ و مِلَاءَۃٌ۔ بھرنا۔ اَلْمِلْءُ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِہِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔
اَلْمَلَأُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے
۱۰: ۷۷ = اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَکُمْ۔ کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ (یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔
۱۰: ۷۸ = لِتَلْفِتَنَا۔ کہ تو ہم کو پھیر دے۔ لَفَتَ یَلْفِتُ (ضرب) لَفْتٌ سے واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
= عَمَّا۔ عَنْ مَا
= تَکُوْنَ۔ ای یَکُوْنَ۔ یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے
۱۰: ۷۹ = اِئْتُوْنِیْ۔ میرے پاس لاؤ۔ اس میں نون وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔
= سَاحِرٍ عَلِیْمٍ۔ ماہر جادوگر۔
۱۰: ۸۰ = اَلْقُوْا۔ تم ڈالو اِلْقَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مُلْقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈالنے والے ہو۔
۱۰: ۸۱ = اَلْقَوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔
= مَا جِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ۔ یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو
= سَیُبْطِلُہٗ۔ سَیُمْحِقُہٗ او سَیُظْھِرُ بُطْلَانَہٗ۔ یعنی اس کو مٹا دیگا یا اس کا بطلان (جھوٹ) ظاہر کر دیگا۔
= لَا یُصْلِحُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں سنوارتا۔ وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا یُقَوِّیْہِ (بیضاوی)
۱۰: ۸۲ = بِکَلِمٰتِہٖ۔ اپنے احکام سے۔ اپنے ارشادات سے۔ اپنے دلائل قطعیہ سے۔
= فَمَآ اٰمَنَ۔ مَا نافیہ ہے اور اٰمَنَ۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے،
= ذُرِّیَّۃٌ۔ اَلذُّرِّیَّۃُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!
ذَرْءٌ۔ ذَرٌّ۔ ذَرْوٌ اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔
یہاں ذُرِّیَّةٌ سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے یہاں مراد لیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم و ستم و عذاب و عتاب کا طوفان اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے بوڑھے اس کی تاب نہیں لا سکتے۔
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوتِ حق پر پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مُصعب بن عمیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرِّیَّةٌ سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔
= قَوْمِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔
(۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری کی ساری ان پر ایمان لا چکی تھی اور ان کی نبوت و رسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا حضرت موسیٰؑ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چند اشخاص نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضہ (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔
لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اٰمَنَ کا صلہ بِ ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ لَ ہو تو پھر اس کا معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اٰمَنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اٰمَنَ لِ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکۂ حق و باطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے
(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع مُوْسٰی ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسٰی کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔

= مَلَائِہِمْ ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس میں ھِمْ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ھِمْ کا مرجع ذُرِّیَّۃٌ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کی پیروی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسٰیؑ کو مانتے تھے لیکن کھل کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔

ا۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے

(ب) فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مضر قبیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ھِمْ سے مراد آل فرعون ہے۔

= یَفْتِنَھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتَنٌ سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے ھُمْ ضمیر مفعول۔ اَلْفَتْنُ کے اصل معنٰی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یَوْمَ ھُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) - اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ (۵۱: ۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت۔ فساد تختۂ مشق۔ عبرت۔ وغیرہ۔

اَنْ یَّفْتِنَھُمْ ۔ میں یَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو (۱) فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن) یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہِمْ ہے جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔

= عَالٍ ۔ سرکش ۔ متکبر ۔ غالب ۔ علوٌ سے صیغہ اسم فاعل واحد مذکر ۔ عَالٍ اصل میں عَالِوٌ تھا ۔ واوٗ پہلے ہی ہوا پھر گر گیا ۔ کیونکہ جو واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ہی ہو کر گر پڑتا ہے ۔

= مُسْرِفِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اِسْرَافٌ مصدر ۔ حدّ اعتدال سے یا حدّ مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے ۔

۱۰: ۸۴ = يٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم ۔ یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیۃ ماقبل میں بالفاظ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ ۔ مذکور ہیں ۔

۱۰: ۸۵ = فِتْنَةً ۔ تختۂ مشق ۔ ملاحظہ ہو آیۂ ماقبل يَفْتِنَهُمْ ۔

۱۰: ۸۷ = تَبَوَّاٰ ۔ مضارع تثنیہ مذکر حاضر ۔ تم دونوں ٹھہراؤ ۔ تم دونوں اتارو ۔ تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوُّءٌ (تفعّلٌ)

= قِبْلَةً ۔ کعبہ کا رُخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے ۔ سامنے کا رُخ ۔ جیسے اَيْنَ قِبْلَتُكَ ۔ تمہارا رُخ کدھر کو ہے ۔ جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں ۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں ۔

اصل لغت میں القبلہ بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةٌ و قِعْدَةٌ ۔ عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے ۔

یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنا لو ۔ اور وہاں نماز پڑھا کرو ۔

اس آیہ میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے ۔ اور پھر بَشِّرِ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے ۔

= لِيُضِلُّوْا ۔ میں لام تعلیل کا ہے ۔ یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں ۔

۱۰: ۸۸ = اِطْمِسْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ تو مٹا دے طَمْسٌ سے محو کرنا ۔ مٹا دینا ۔ اِطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ ۔ ان کے مال تباہ کر دے ۔ ان کے مال غارت کر دے ۔ جیسے قرآن میں ہے وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۔ جب تارے مٹا دیئے جائیں گے ۔ یا وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ ۔ (۳۶: ۶۶) ۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں ۔

= اُشْدُدْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ تو سخت کر دے ۔ شَدٌّ سے (باب نصر ۔ ضرب) تو ان کے

دلوں پر) مہر لگا دے۔

ترجمہ آیۃ:۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت اعطاء کر رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (رَبَّنَا اطْمِسْ ...... عَلٰی قُلُوْبِهِمْ جملہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بد دعا ہے) اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے (ان پر مہریں لگا دے)۔ (فَلَا يُؤْمِنُوْا ...... اَلِيْم جواب دعاء ہے) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے میسر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں)

۱۰:۸۹ = اِسْتَقِيْمَا۔ امر تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامۃٌ سے (باب استفعال)

لَا تَتَّبِعٰنِّ۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر۔ با نون ثقیلہ اِتِّبَاعٌ مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۱۰:۹۰ = جٰوَزْنَا۔ ماضی جمع متکلم مُجَاوَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے ہم نے پار کر دیا

= اَدْرَكَهٗ۔ اس نے اس کو پالیا۔ اِدْرَاكٌ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پا لینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر کا مرجع فرعون ہے

= اَلْغَرَقُ۔ اسم فعل۔ ڈوبنا۔ غرقابی۔

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ۔ جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہو جانا یقینی ہو گیا۔

۱۰:۹۱ = آٰلْئٰنَ۔ اصل میں ءَ اَلْئٰنَ تھا۔ ءَ استفہام انکار و توبیخ کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتُؤْمِنُ الْئٰنَ حِيْنَ يَئِسْتَ مِنَ الْحَيَاتِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۱۰:۹۲ = نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ۔ ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رعمیس ثانی (Rameses II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)

۱۰: ۹۳ = بَوَّاْنَا ۔ ہم نے جگہ دی ۔ ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ ہم نے ٹھہرنے کی جگہ تیار کی۔ (ملاحظہ ہو ۱۰: ۸۷) بتَبْوِيَةٌ سے ماضی جمع متکلم ۔ مُبَوَّاً ۔ اسم ظرف ۔ ٹھہرنے کی جگہ مسکن ۔ بوَاءُ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں۔

= صِدْقٍ ۔ راستی ۔ سچائی ۔ نام نیک ۔ سچی بات ۔ عمدہ ۔ پسندیدہ ۔ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں ۔ اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً نیک نام ۔ ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اَلصِّدْقُ ۔ اَلْكِذْبُ کی ضد ہے ۔ اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں ۔ خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ ۔ وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو۔ الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خبر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے ۔ اسی لئے ارشاد ہے ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ (۴: ۱۲۲) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے ؟ یا اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۱۹: ۵۴) وہ وعدے کا سچا تھا۔

نیز ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے

(۱) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ؕ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۲) اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ (۱۰: ۲) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔

(۳) اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (۱۷: ۸۰) مجھے داخل کر اچھا داخل کرنا ۔ یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو۔

(۴) وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ ۔ ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا کیا
مُبَوَّءَ ۔ مضاف ۔ صِدْقٍ مضاف الیہ ۔ مَنْزِلًا صَالِحًا ۔ (ایک اچھا ٹھکانہ)

= اَلْعِلْمُ ۔ سے مراد (۱) تورات ہے ۔ اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تاویل میں ان میں پیدا ہو گئے ۔ اور نتیجۃً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے
تفہیم القرآن ۔ مدارک التنزیل)

(۲) قرآن ہے ۔ اور اختلاف سے مراد یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے

بعض تورات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بغض وحسد کی بناء پر انکار کر دیا۔ (الخازن)

۱۰: ۹۵ = تَكُوْنَنَّ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون تقیلہ۔

لَا تَكُوْنَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر بانون تقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔

۱۰: ۹۶ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے۔ کلمہ بمعنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب سے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوتے وہ اپنے دلوں پر ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کر لے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا) (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت هٰؤلاء للنار ان پر راست آگیا (الخازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (۳۲: ۱۳) (مدارک التنزیل)

۱۰: ۹۷ = لَا يُؤْمِنُوْنَ پر وقف نہیں ہے۔ عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ۔ اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتی کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہو گا)

۱۰: ۹۸ = فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔

لَوْلَا۔ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) لَوْلَا نافیہ ہے اور فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ۔ بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہروی کا قول ہے۔

(۲) لَوْلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور توبیخ کے استعمال ہوا ہے۔ یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی۔

اِلَّا حرف استثناء ہے قَوْمَ يُوْنُسَ مستثنیٰ۔ اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع۔
مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدٌ۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن اِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔
مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّا اِبْلِيْسَ (یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا)
۱۔ قَوْمَ يُوْنُسَ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افرادِ قوم ہی بستے ہیں۔ لہٰذا قوم یونس اور باشندگانِ قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔
۲۔ مستثنیٰ منقطع۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔
ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثناء منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا اٰمَنَ مِنْ اَهْلِ قَرْيَةٍ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔ (کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)
= كَشَفْنَا عَنْهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ان سے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔
= عَذَابَ الْخِزْيِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسوا کن عذاب۔
= مَتَّعْنٰهُمْ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو مال ومتاع دے کر بہرہ مند کیا۔
۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ۔ اَ۔ استفہامیہ۔ فَ مقدر عبارت پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیتِ ایزدی یہ نہیں ہے تو کیا آپ ....) تُكْرِهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ (باب افعال) اِكْرَاهٌ سے۔ تو ان کو مجبور کرے گا یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)
۱۰: ۱۰۰ = يَجْعَلُ الرِّجْسَ۔ الرِّجْسُ۔ کے اصل معنی ناپاک۔ نجس۔ پلید۔ اور گندہ کے ہیں۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (۶: ۱۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک ناپاک ہیں۔
وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ اور خدا (شرک وکفر کی) نجاست انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو (دلائل وحدانیت میں) عقل کو کام میں نہیں لاتے۔
۱۰: ۱۰۱ = اُنْظُرُوْا۔ نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دیکھو۔ تم غور کرو۔
= مَاذَا۔ مَاذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور الّذی کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذا اسم اشارہ اور ما زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَاذَا۔ کیا۔ مَاذَا تفعَلُ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَاذَا جئتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا

= یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ہ (۲:۲۱۹) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔

یہاں آیۃ میں ذَا بمعنی الّذِیْ آیا ہے۔

= مَا تُغْنِی۔ مَا نافیہ ہے۔

= النُّذُرُ۔ نذیر کی جمع ہے ڈرانیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر النذیر بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِنْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (اللہ کی) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔

۱۰:۱۰۲ = فَھَلْ یَنْتَظِرُوْنَ۔ میں ھَلْ نافیہ ہے۔

= اَیَّام۔ یَوْم کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمّی العذاب ایامًا والنعم ایامًا۔ لقولہ تعالٰی وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ۔

(۱۴:۵) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَیّام سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَیَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ایام الذین خلوا من قبلھم سے مراد ہے ان لوگوں کے واقعات وحالات جو ان سے قبل گذر چکے ہیں (یعنی جب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آتے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰:۱۰۳ ثُمَّ۔ پھر (اس وقت)

= نُنَجِّی۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِیَۃٌ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= کَذٰلِکَ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنْجِ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنْجِی تھا۔

حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچالیں۔

۱۰: ۱۰۴ = يَتَوَفّٰكُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے۔ تمہیں موت دیتا ہے۔

۱۰: ۱۰۵ = حَنِيْفًا بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔

حَنِيْفًا۔ اَلدِّيْنِ۔ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور اَلْوَجْهُ کا بھی۔

پہلی صورت میں معنی۔ دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں۔ دوسری صورت میں معنی۔ تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں۔

۱۰: ۱۰۶ = لَا تَدْعُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ آخر سے واؤ حرف علت محذوف ہے۔ تو مت پکار۔ تو مت عبادت کر۔

۱۰: ۱۰۷ = يَمْسَسْكَ۔ مَسَّ يَمَسُّ (باب سَمِعَ) مَسٌّ وَمَسِيْسٌ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچنا۔ مَسٌّ ب پہنچانا۔ (متعدی) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔ اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔

= لَا كَاشِفَ۔ اسم فاعل مفرد مذکر۔ كَاشِفُوْنَ جمع۔ کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں۔ كَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) باب سَمِعَ سے لازم ہے۔ بمعنی شکست کھانا

= رَآدَّ۔ ردّ کرنے والا۔ پھیرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ روکنے والا۔ رَدٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= يُصِيْبُ بِهٖ۔ پہنچاتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ بِهٖ میں ضمیر کا مرجع فضل ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے۔

۱۰: ۱۰۸ = وَكِيْلٍ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔

۱۰: ۱۰۹ = يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کر دے۔

(۱۱) سورہ ھود مکیۃ (۵۲)

۱۱: ۱ = الٓرٰ ۔ حروف مقطعات ۔ ملاحظ ہو۔
= کِتٰبٌ ۔ ای ھو کِتٰبٌ ۔ کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ۔ یہ وہ کتاب ہے
= اُحْکِمَتْ ۔ ماضی مجہول ۔ واحد مؤنث غائب اِحکامٌ سے ۔ جس کے معنی مضبوط اور محکم کرنے کے ہیں ۔ یوں پختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک نہ رہے ۔ بمعنی مضبوط اور مستحکم بنا دی گئی ہیں ۔
= فُصِّلَتْ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) سے کھول کر بیان کی گئی ہیں ۔
= لَدُنْ ۔ ظرف مکان ہے ۔ بمعنی طرف، پاس، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (۱۸: ۷۶) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا) عذر حاصل ہو گا ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۔ (۱۸: ۱۰) اے ہمارے رب ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما ۔
وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۱۸: ۶۵) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا ۔
مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۔ بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے
۱۱: ۲ = اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ط یہ مفعول لہٗ ہے ہر دو فعل اُحْکِمَتْ وَفُصِّلَتْ کا ۔ بمعنی اس کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے ۔ اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ۔
تقدیر کلام یوں ہے قل لھم یا محمد الا تعبدوا الا اللہ ۔
۱۱: ۳ = تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ۔ اس کی طرف لوٹو ۔ ای ارجعوا الیہ بالطاعۃ والعبادۃ ۔ اس کی

اطاعت و عبادت کو حرز جان بناکر اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ
= یُمَتِّعْکُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کریگا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال ومتاع۔ خوشگوار نعمتیں۔
= ذِیْ فَضْلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنْ کَانَ لہ فضل فی العمل۔ جو زیادہ عمل (نیک) کرے گا۔ فَضْلَہٗ۔ عطاءہٗ۔ جزاءہٗ۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا
= یَوْمٍ کَبِیْرٍ۔ یوم القیامۃ
۱۱: ۵ = یَثْنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنٰی یَثْنِیْ (باب ضرب) ثَنْیٌ الشَّیْءُ...... موڑنا۔ لپیٹنا۔ تہ کرنا۔ ثَنٰی صَدْرَہٗ۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی جب اس کا صلہ عَنْ ہو تو بمعنی موڑنا۔ پھیرنا۔ روکنا ہوتا ہے۔
اور جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جائے۔ یَثْنُوْنَ۔ وہ دوہرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر و عداوت کو چھپانے کے لئے)
= لِیَسْتَخْفُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِخْفَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے۔ کہ وہ آڑ کرلیں پردہ کرلیں۔ چھپالیں۔ اصل میں یَسْتَخْفُوْنَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گرگیا۔
= مِنْہُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔
= یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب ثِیَابَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اِسْتِغْشَاءٌ مصدر۔ (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ یَتَغَطَّوْنَ بِھَا مُبَالَغَۃً فِی الْاِسْتِخْفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔
اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝
خبردار (یاد رکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

- پارہ نمبر ۱۱ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذو الحجہ بروز پیر کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء

پارہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

(۱۲)

ھود - یوسف

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

۱۱: ۶ = دَابَّةٍ ۔ اَلدَّبُّ وَالدَّبِيْبُ ۔ (باب ضَرَبَ) کے معنی آہستہ چلنا اور رینگنا کے ہیں ۔ یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عرف میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے ۔ دَابَّةٍ ۔ ہر چلنے والا ۔ پاؤں دھرنے والا ۔ رینگنے والا جانور ۔ اس کی جمع دَوَابُّ اور مادہ دب ب ہے ۔ دَابَّةُ الْاَرْضِ ۔ ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایمانداروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کردے گا ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷: ۸۲) اور جب ان کے بارہ میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا ۔

= عَلَى اللّٰهِ ۔ اللہ کے ذمہ ہے ۔

= مُسْتَقَرَّهَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ مُسْتَقَرٌّ ۔ ظرف مکان اِسْتِقْرَارٌ (باب استفعال) سے بمعنی قرار ۔ مُسْتَقَرٌّ بمعنی قرار گاہ ۔ ٹھہرنے کی جگہ ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٍ ہے ۔ مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے ۔ صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا ہے ۔

= مُسْتَوْدَعَهَا ۔ اسم ظرف مکان ہے ۔ مضاف منصوب ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۔ امانت رکھنے کی جگہ ۔ اِيْدَاعٌ امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس اِسْتِيْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا ۔ تَوْدِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مسافر کو الوداع کہنا ۔ یا چھوڑ دینا ۔ جیسے قرآن میں ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ (۹۳: ۳) (اے محمد) تمہارے پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے ۔

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد پشت پدر ۔ قبر لیا گیا ہے ۔ صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعها في الْاَرْحَامِ (رحم مادر) لیا ہے ۔

= كُلٌّ ۔ ای كل واحد من الدواب ورزقها و مستقرها و مستودعها (ہر ذی حیات

جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی لبطور امانت رکھے جانے کی جگہ،
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۔ لوح محفوظ۔

١١: ٧ عَرْشُهٗ ۔ عرش۔ تخت شاہی ۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ (١٢: ١٠٠) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ یا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا (٢٧: ٣٨) کوئی تم میں ایسا ہے کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

اَلْعَرْشُ ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے قرآن حکیم میں آیا ہے وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (٢: ٢٥٩) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں کو مَعْرُوْشٌ کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ (٧: ١٣٧) جو وہ ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے۔

عَرْشٌ بمعنی عزت۔ غلبہ۔ سلطنت بھی مستعمل ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُهٗ (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الٰہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ اگر آسمان وزمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن)

= لِیَبْلُوَكُمْ ۔ ل تعلیل کے لئے ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یَبْلُوَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نصر) بَلْیٌ مادہ۔ تاکہ وہ آزمائش کرے یعنی اس نے آسمان وزمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام وانصرام۔ بود وباش خوراک وپوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر اور تم پر اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔
(تفہیم القرآن۔ روح المعانی)

= فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا استعمال ہوا ہے سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جا سکتا۔ عربی زبان میں

یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیۃ ہذا میں سِتَّۃِ اَیَّامٍ سے مراد چھ ادوار زمانہ ہیں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

= لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائد ہوتا ہے

= مَبْعُوْثُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

۱۱: ۸ = اَخَّرْنَا ۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاْخِیْرٌ (تفعیل) سے

= اُمَّۃٍ ۔ مدت ۔ جماعت ۔ طریقہ ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیۃ موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰی زَمَنِ اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ - زَمَنَ کو حذف کر کے اُمَّۃٍ کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّتٌ کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لَا اُمَّۃَ لَہٗ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔

= یَحْبِسُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ حَبْسٌ سے (باب ضَرَبَ) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَا ۔ حرف تنبیہ ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سُن رکھو۔ کان کھول کر سُن لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا اَلصَّرْفُ ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا یعنی جس روز وہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَ ۔ اَلْحَیُوْقُ ۔ اَلْحَیَقَانُ (باب ضرب) کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ بٖ کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ

آیۃ ہذا و آیۃ (۴۶: ۲۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

۱۱: ۹ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَۃٌ سے ذَوْقٌ مادہ۔ ہم چکھاتے ہیں۔ ہم نے چکھایا۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (باب نصر) چکھنا۔

= نَزَعْنَا مِنْہُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزْعٌ مصدر۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔ نَزْعٌ۔ چھیننا۔ نکال دینا۔ چھانٹ کر نکال دینا۔

= یَئُوْسٌ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ یَاْسٌ سے۔ ناامید۔

= کَفُوْرٌ۔ ناشکرا۔ یَئُوْسٌ کَفُوْرٌ۔ یَائِسٌ کَافِرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر۔ مبالغے کے صیغے ہیں۔

۱۱: ۱۰ = نَعْمَآءَ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو۔ مراد راحت و آسائش۔

= فَرِحٌ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ خوش۔ اترانے والا۔ فرحت محسوس کرنے والا۔

= فَخُوْرٌ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخْرٌ مصدر۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا۔ شیخی خور۔ یعنی وہ اترانے لگتا ہے کہ یہ مال و دولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں۔

۱۱: ۱۲ = لَعَلَّکَ۔ لَعَلَّ اور کَ پر مشتمل ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف مشابہ بفعل ہے۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔

اِنَّ یا اَنَّ۔ کَاَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ لَعَلَّ۔ ناصب اسم اند رافع در خبر ضد ما و لا

امید و خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔

(۱) امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ (۲۶: ۴۰) فرعون کی قوم والوں نے کہا "ہم کو امید ہے کہ (اگر وہ جیت گئے تو) ہم جادوگروں کی پیروی کریں گے"

یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا۔

(۲) کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امیدوار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید و بیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (۲۰: ۴۴) شاید وہ غور کرلے یا ڈر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ "شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ یہاں امید دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے۔

(۳) کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے

جیسے فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ (آیہ ہذا- ۱۱: ۱۲) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے۔ چھوڑ دو" یہاں یہ امید کی کیفیت، لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور ہ۔ کَ۔ نَا۔ ھُمْ اس کا اسم۔

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کَیْ سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے۔

لَعَلَّ طمع اور اشفاق (ڈرتے ہوتے چلنے) امید اور خوف۔ بیم و رجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لَعَلَّہٗ۔ شاید وہ۔ لَعَلَّکَ۔ شاید تو۔ لَعَلَّنَا۔ شاید ہم وغیرہ۔

= وَضَآئِقٌ بِہٖ۔ ضَآئِقٌ۔ تنگ ہونے والا۔ ضَیْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلضِّیْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَۃٌ کی ضد ہے وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو۔ اس کا عطف تَارِکٌ پر ہے۔

= وَکِیْلٌ۔ نگہبان۔ نگران۔

۱۱: ۱۳ = اَمْ۔ کیا۔

= اِفْتَرٰىہُ۔ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِرَآءٌ (افتعال) سے۔ اِفْتَرٰی یَفْتَرِیْ۔ فَرْیٌ مادہ۔ من گھڑت بات بنانا۔ عجیب بات۔ عظیم بات۔ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا (۱۹: ۲۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو۔ اِفْتَرٰىہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ کی طرف راجع ہے۔

۱۱: ۱۳ = مُفْتَرَیٰتٍ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ خود ساختہ۔ من گھڑت

۱۱: ۱۴ = فَاِلَّمْ اَیْ فَاِنْ لَّمْ۔

= لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ۔ اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ لَکُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جارہا ہے اسی طرح سے فَاعْلَمُوْا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے۔

= فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

۱۱: ۱۵ = نُوَفِّ۔ وَفّٰی۔ یُوَفِّیْ تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔ نُوَفِّ اصل میں نُوَفِّیُ تھا جواب شرط ہونے کے سبب یٰ ساقط ہو گئی۔

= اٰیۃ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدُّنْیَا ہے۔

= لَا يُبْخَسُوْنَ - مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخْسٌ سے اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر ھَا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۱۱: ۱۶ = حَبِطَ يَحْبَطُ (سَمِعَ) اکارت گیا۔ ضائع ہوگیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب

= فِيْهَا - ای فِي الدُّنْيَا

۱۱: ۱۷ = بَيِّنَةٍ - کھلی دلیل - برہان قاطع - واضح دلالت کو بَيِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالتِ عقلیہ ہو یا محسوسہ۔

بَيِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ عقلی دلیل۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دینِ حق۔

= اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ پچھلی دو آیات (۱۶:۱۵) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تگ ودو۔ دنیاوی زندگی۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی۔ اور اب آیۃ ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں۔

اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ يُّرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف كَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلَالَةٍ وَّكُفْرٍ لیا ہے

= يَتْلُوْهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اگر یہ تِلَاوَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تِلُوٌّ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب: وہ پیچھے چلتا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو مصدر سے يَتْلُوْ بابِ نصر سے ہے۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ہے یا صرف بَيِّنَةٍ ہے۔

= شَاهِدٌ - گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَهَادَةٌ اور شُهُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شَاهِدٌ سے کون مراد ہے (۱) اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

ابن عباس ۔علقمہ ۔ ابراہیم نخعی ۔مجاہد۔ عکرمہ ۔ضحاک وغیرہم۔
(۲) اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(حسن بصری۔ قتادہ)
(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)
= مِنْہُ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔
= اِمَامًا۔ پیشوا ۔مقتدار۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ۔ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ۔یعنی جس کا قصد کیا جاتے۔چونکہ راہنما اور مقتداء کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔
= اُولٰئِكَ۔ ای من کان علیٰ بینۃ من ربہٖ۔ اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کا ترجمہ متعدد صورتوں میں ہو سکتا ہے مثلاً۔
(۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔ (وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔
(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یَتْلُوْہُ بمعنی تِلْوٌ ہٗ ضمیر برائے بَیِّنَۃ شاہد بمراد قرآن مجید۔ مِنْہُ کی ضمیر ہٗ برائے پروردگار متصور ہوتی ہے)
(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بیّن دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تِلاوۃ سے) اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کے منکر ہیں (اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہر مومن شامل ہے جیسا کہ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ سے ظاہر ہے۔ اور بَیِّنَۃٍ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مولانا محمد علی)

(۳) پھر دیکھو جو لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ایک روشن دلیل رکھتے ہوں (یعنی وجدان و عقل کا فیصلہ) اور اس کے ساتھ ہی ایک گواہ بھی اس کی طرف سے آگیا ہو (یعنی اللہ کی وحی) ......
(ترجمان القرآن) وغیرہم۔

= یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ اور یَکْفُرُوْنَ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن المجید ہے۔

= اَلْاَحْزَابِ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع ہے۔

= مَوْعِدُہٗ۔ اسم ظرف مکان۔ وَعْدٌ۔ مصدر۔ وعدہ کی جگہ۔ ٹھکانہ۔

= لَا تَکُ۔ تَکُ اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ لا نہی کے عمل سے واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ لَا تَکُنْ رہ گیا۔ خلاف قیاس نون کو حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔ لَا تَکُ رہ گیا۔ تو نہ ہو تو مت ہو۔

۱۱: ۱۸ = یُعْرَضُوْنَ عَلٰی۔ پیش کئے جائیں گے۔ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب عَرَضَ الشَّیْءَ بِفُلَانٍ کسی چیز کو کسی کے پیش کرنا عَرَضَ الشَّیْءَ عَلَیْہِ کوئی چیز کسی کو دکھلانا یا پیش کرنا۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲: ۳۱) پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ (۴۶: ۲۰) اور جس روز کافر دوزخ کے سامنے کئے جائیں گے۔

= اَلْاَشْھَادُ۔ گواہی دینے والے۔ گواہ۔ شَاھِدٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع اَصْحَابٌ ہے یا شَھِیْدٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِیْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے۔ یہاں اَشْھَادٌ سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد رسول اور پیغمبر اور انبیاء ہیں یا اس سے مراد جملہ خلائق ہیں۔

۱۱: ۱۹ = یَصُدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدٌّ۔ مصدر۔ (باب نصر) روکتے ہیں

= یَبْغُوْنَھَا۔ بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ اس کا مرجع دین الٰہی ہے جس کو سَبِیْلِ اللّٰہِ سے تعبیر کیا گیا ہے مطلب ہوا کہ وہ دینِ الٰہی کو حق سے پھرا ہوا چاہتے ہیں۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنوں کو ٹیڑھے راستے پر لے جانے کے خواہشمند ہیں

= عِوَجًا۔ ٹیڑھا۔ کج۔

۱۱: ۲۰ مُعْجِزِیْنَ۔ عَجْزٌ کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا۔ یا اس کا حاصل ہونا ایسے

وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ (۴۲: ۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے

= یُضٰعَفُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضٰعَفَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ بڑھا دیا جائے گا۔ دوگنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فعل لازم۔ نقصان اٹھانا۔ گمراہ ہونا۔ ہلاک ہونا۔ (باب سَمِعَ) خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ۔ انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔

= ضَلَّ عَنْھُمْ۔ ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۱۱: ۲۲ = لَاجَرَمَ۔ یقیناً اور حقًّا کا ہم معنی ہے اور بعض کے نزدیک لَاجَرَمَ کا معنی ہے لَاصَدَّ وَلَامَنْعَ۔ کوئی روکاوٹ نہیں۔ کوئی ممانعت نہیں۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

لَاجَرَمَ وَلَاجُرْمَ۔ یعنی ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔ سبھی قسم کے معنی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَاجَرَمَ لَاَفْعَلَنَّ۔ قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔

بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَاجَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقًّا کے معنی میں

= اَلْاَخْسَرُوْنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھاٹا پانے والے۔ خَسَارَۃٌ وَخُسْرَانٌ مصدر۔ اَخْسَرُ کی جمع ہے۔

۱۱: ۲۳ = اَخْبَتُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔

اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی تواضع۔ اور خشوع وخضوع کے ہیں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اَخْبَتَ الرَّجُلُ آدمی نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (افعال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ (۲۲: ۳۴) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔

آیہ ہذا میں وَاَخْبَتُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس کا معنی خافوا ہے قتادہؓ نے رجوع کا معنی کیا ہے

۱۱: ۲۶ = عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۔ یوم کی صفت الیم مجازاً کی گئی ہے کہ عذاب کا وقوع دن ۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے اور یوم طوفان بھی ۔

. . . .

۱۱: ۲۷ = اَرَاذِلُنَا ۔ ہم میں سے پنچ قوم ۔ ہمارے رذیل لوگ ۔ اَرْذَلُ کی جمع جو رِذَالَةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرْذُلٌ اور اَرْذُلٌ کی جمع اَرَاذِلُ ہے

= بَادِیَ الرَّاْيِ ۔ بادی النظر میں ۔ ظاہراً ۔ سرسری نظر میں ۔

۱۱: ۲۸ = اَرَءَيْتُمْ ۔ اَخْبِرُوْنِیْ ۔ مجھے بتاؤ تو ۔ بھلا یہ تو بتاؤ

= فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۔ پھر وہ پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ تَعْمِيَةٌ (تفعیل) سے ۔ جس کے معنی اندھا کر دینے اور چھپا دینے کے ہیں ۔

= اَنُلْزِمُكُمُوْهَا ۔ الف استفہامیہ نُلْزِمُ مضارع جمع متکلم ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول اوّل ۔ ھَا مفعول دوئم ۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَةَ ہے ۔ واؤ دو ضمیروں کے درمیان وصل کے لئے ہے ۔ کیا ہم اس کو تم پر چپٹا دیں ۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں ۔ (تھانوی)

اسی طرح اَسْقَيْنٰكُمُوْهُ (۱۵: ۲۲)

= وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو ۔ جب کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو ۔

۱۱-۲۹ = يٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِی تھا ۔

= عَلَيْهِ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے ۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا ۔

= طَارِدِ ۔ طَرْدٌ سے اسم فاعل ۔ واحد مذکر حاضر ۔ ہانکنے والا ۔ تَطْرُدُ (باب نصر) ہانکنا ۔ کسی کو ذلیل و حقیر جان کر دور کر دینا ۔ ہٹا دینا ۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس سے اس واسطے دھتکارنے سے رہا ۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند

تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔
ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الآیۃ ۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔
= تَجْهَلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔
اَلْجَهْلُ ۔ جہالت ۔ نادانی۔ جہالت تین قسم پر ہے ۔
(۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنیٰ ہیں ۔
(۲) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصدًا نماز ترک کر دینا۔
جاہل کا لفظ عمومًا بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی لغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔
وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو۔
= اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكُّرٌ (تفعّل) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔
۱۱: ۳۱ = تَزْدَرِيْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے زَرْيٌ مادہ (باب افتعال میں ت کو د سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزْدَرِيْهِمْ اَعْيُنُكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) یعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زَرٰى عَلٰى ۔ کسی پر عیب لگانا۔
= لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ کہ اللہ ان کو بھلائی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔
= اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ای ان قلت شیئًا مّن ذٰلك انّی اِذًا لّمن الظّٰلمین۔ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)۔
۱۱: ۳۲ = جَادَلْتَنَا (باب مفاعلہ) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَدْلٌ مادہ۔
= تَعِدُنَا ۔ تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم

وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (توہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

۱۱:۳۳ = مُعْجِزِیْنَ۔ ملاحظہ ہو (۱۱:۲۰) عاجز کر دینے والے۔

۱۱:۳۴ = یُغْوِیَکُمْ۔ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب۔ اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے۔ وہ تمہیں گمراہ رکھے۔

۱۱:۳۵ = اِفْتَرٰىهُ۔ اس نے اس کو گھڑ لیا۔ اس نے اس کا افترا کیا۔ اِفْتَرٰى صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں۔ لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بصورت اول ہُ ضمیر سے مراد وہ کلام ہے جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

= اِجْرَامِیْ۔ میرے جرم کا وبال۔ ای وبال اجرامی۔

= وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ۔ جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

۱۱:۳۶ = لَا تَبْتَئِسْ۔ تو غم نہ کھا۔ تو غمگین نہ ہو۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔

۱۱:۳۷ = بِاَعْیُنِنَا۔ ہماری نظروں کے سامنے۔ ہماری حفاظت اور نگرانی میں۔ وَوَحْیِنَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔

= وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں

۱۱:۳۹ = مَنْ یَّاْتِیْهِ۔ ای اینا من یاتیہ نحن اوا نستم۔ یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔

= یُخْزِیْهِ۔ جو اس کو رسوا کرے گا (جس پر نازل ہوگا) (یہ عذاب دنیا ہے)

= عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا۔ (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُقِیْم اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

۱۱:۴۰ = فَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب نَصَرَ۔ فَوْدٌ۔ فُئُوْرٌ اور فَوَرَانٌ مصادر اس نے جوش مارا۔ وہ ابل پڑا۔

= زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ۔ دو زوج۔ یعنی ایک نر اور ایک مادہ۔ زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں۔ عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی۔ اس لئے جب زوجین (تثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔

= اَھْلَکَ ۔ تیرے گھر والے ۔ تیرے گھر کے لوگ ، اَھْل مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ جب فعل استعمال ہو تو معنی اس نے ہلاک کیا ۔ اس نے غارت کیا ۔ کے ہوں گے۔

= وَمَنْ اٰمَنَ ۔ کا عطف اَھْلَکَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں

اِلَّا حرف استثناء ہے۔

مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ مِنْہُمْ ۔ مستثنیٰ ۔

ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے

۱۱: ۴۱ = قَالَ ۔ ای قَالَ نُوْحٌ

= اِرْکَبُوْا ۔ تم سوار ہو جاؤ ۔ رُکُوْبٌ سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر ۔ رُکُوْبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں ۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے

= فِیْھَا ۔ ای فِی الْفُلْکِ

= مَجْرٖھَا ۔ مَجْرٰی ۔ مصدر میمی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۔ جَرٰی یَجْرِیْ (باب ضَرَبَ) سے ۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا ۔ یا مَجْرٰی ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے ۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ ۔ یا چلنے کا وقت =

مُرْسٰھَا ۔ مُرْسٰی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ مضاف الیہ ۔ مصدر میمی ۔ اس کا ٹھہرانا اس کا جمانا ۔ مادہ رَسْوٌ ۔ رَسَا یَرْسُوْ (باب نصر) رَسْوٌ کا معنی ٹھہرنا ۔ جگہ پر جم جانا ۔ اس سے مصدر میمی مَرْسًا آتا ہے ۔ باب افعال سے مصدر اِرْسَاءٌ اور مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے ٹھہرانا جمانا ۔ کشتی کا لنگر ڈالنا ۔ مُرْسٰی ۔ ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے

اِرْکَبُوْا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ ..... الخ حال ہے ۔ یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو ۔ بِسْمِ اللّٰہِ ..... الخ ۔ مَجْرٰی وَ مُرْسٰی ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی ہے

بصورت ہر دو کے مصدر میمی ہونے کے مضاف (وقت) محذوف ماننا پڑے گا۔

ای وقت جریھا وارسائھا ۔ جَرٰی یَجْرِیْ ثلاثی مجرد ہے اور اَرْسٰی یُرْسِیْ ثلاثی مزید فیہ۔

۱۱: ۴۲ = مَعْزِلٍ ۔ اسم ظرف مکان ۔ الگ جگہ ۔ عَزْلٌ مصدر الگ کر دینا۔

۱۱: ۴۳ = سَاٰوِیْ ۔ اَوٰی یَاْوِیْ (باب ضرب) اُوِیًّا ۔ کسی جگہ نزول کرنا ۔ کسی جگہ پناہ حاصل کرنا ۔ اَوٰی اِلٰی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا ۔ اٰوَاہُ (باب افعال) اِیْوَاءٌ ۔ کسی کو جگہ دینا سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا ۔ اور باب افعال سے وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ

مَنْ تَشَآءُ (۲۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔
= يَعْصِمُنِيْ۔ عَصَمَ يَعْصِمُ۔ (باب ضَرَبَ) عِصْمَةٌ مصدر۔ وہ مجھے بچالیگا۔
۱۱: ۴۴ = اِبْلَعِيْ ۔ بَلَعَ يَبْلَعُ (فَتَحَ) امر واحد مؤنث حاضر۔ تو نگل جا۔ بَلْعٌ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں۔
= اَقْلِعِيْ۔ تو تھم جا۔ تو رک جا۔ (بارش سے رُک جا) اِقْلَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔
= غِيْضَ ۔ غَاضَ يَغِيْضُ غَيْضٌ ۔(باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔
= اِسْتَوَتْ ۔ اِسْتَوٰى يَسْتَوِيْ اِسْتِوَاءٌ۔ (افتعال) ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ (کشتی) ٹھہر گئی۔ جب یہ عَلٰى کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے۔ قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوٰى فُلَانٌ عَلٰى عُمَالَتِهٖ فلاں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (۴۸: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت ہذا میں۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔
= بُعْدًا۔ بُعْد ۔ دُوری ۔ ہلاکت ۔ لعنت ۔
اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبٌ کی ضد ہے۔ بَعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عمومًا اَلْبُعْدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱۱: ۹۵) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔
چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعْدًا اور بَعِيْد کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔
= قُضِيَ الْاَمْرُ۔ قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی ۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچالے گئے
۱۱: ۴۶ = اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔ ای اِنَّهٗ ذُوْ عَمَلٍ فَاسِدٍ ۔ وہ صاحب اعمال فاسدہ ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُوْ۔ کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے
= فَلَا تَسْئَلْنِ اصل میں فَلَا تَسْئَلْنِيْ تھا۔ لَا تَسْئَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی متکلم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔

= اعظک ۔ وعظ یعظ وعظ (ضرب) سے مضارع واحد متکلم ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۱۱:۴۸ = اِھبط۔ تو اتر (یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ ھبوط سے (باب ضرب) امر واحد مذکر حاضر۔

= علیٰ اُمَمٍ ممن معک ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ ۔ اُمَّۃٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَاُمَمٌ ۔ اُمَمٌ ۔ مبتدا ۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام:

وَمِنْھُمْ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ ۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال ومتاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۱۱:۴۹ = اَنْبَآءِ ۔ خبریں ۔ حقیقتیں نَبَأٌ کی جمع ہے ۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نبأ کہتے ہیں۔ اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبأ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں ۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ ورسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے

= نُوْحِیْھَا ۔ نُوْحِیْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ ہم وحی کرتے ہیں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع انبآء ہے۔

۱۱-۵۰ = وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ۔ اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ (آیۃ ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَاَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔

اَخَاھُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب سے

= مُفْتَرُوْنَ ۔ جھوٹے بہتان باندھنے والے ۔ اصل میں اِفْتِرَاءٌ سے مُفْتَرِیُوْنَ تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرٍ ہے

۱۱:۵۲ = یُرْسِلِ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے بھیجے گا۔ اِرْسَالٌ (افعال) سے

= السَّمَآءَ ۔ آسمان ۔ ابر ۔ بارش۔

= مِدْرَارًا ۔ صیغہ مبالغہ ۔ بہت برسنے والا۔

اصل میں مِدْرَارٌ ۔ دَرٌّ اور دِرَّۃٌ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر لطور

استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔

یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وہ تم پر موسلادھار بارش بھیجیگا۔ یا تم پر بار بار بارش برساتے والے بادل بھیجے گا۔ یا آسمان سے تم پر موسلادھار بارش بھیجے گا۔

= لَا تَتَوَلَّوْا۔ (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو اعراض مت کرو۔

= مُجْرِمِیْنَ۔ ای مصرین علی ما انتم علیہ من الاجرام۔ اپنے جرموں پر اصرار کرتے ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔

۱۱: ۵۳ = تَارِکِیْ۔ تَارِکٌ کی جمع بحالت نصب وجر مضاف اٰلِھَتِنَا (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ۔ تَارِکِیْ اصل میں تَارِکِیْنَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہوگیا (ہم) اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے (نہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

۱۱: ۵۴ = اِعْتَرٰکَ۔ اِعْتَرٰی۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِعْتَرٰی یَعْتَرِیْ (افتعال) اِعْتِرَاءٌ۔ کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھا جانا۔ اِعْتَرٰی (رنج والم کا) کسی پر چھا جانا۔ اِعْتَرٰکَ۔ تجھ پر غلبہ کر لیا ہے۔ تجھ پر چھا گیا ہے۔ عرو۔ عری مادہ

= اِنْ نَّقُوْلُ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= بِسُوْٓءٍ۔ بَا تعدیہ کے لئے لایا گیا ہے۔

اِنْ نَّقُوْلُ ..... بِسُوْٓءٍ۔ ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے تم کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے

= اُشْهِدُ۔ اَشْهَدَ یُشْهِدُ۔ اِشْهَادٌ۔ گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں

= اِشْهَدُوْا۔ تم گواہ رہو۔ شَهِدَ یَشْهَدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهَادَةٌ مصدر۔

= تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے (خدا کے) سوا۔

= اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔

۱۱: ۵۵ = فَکِیْدُوْنِیْ۔ میرے ساتھ داؤ گھات کر لو۔ میرے خلاف سازش کر لو۔ کَیْدٌ مکر وفریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔

(جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو بمعنی اچھی تدبیر)

= جَمِیْعًا۔ تم سب۔ یا اَنْتُمْ وَاٰلِھَتُکُمْ۔ تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا

= لَا تُنْظِرُوْنِ۔ مجھے مہلت نہ دو ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

۱۱:۵۶ = ھُوَ۔ ای اللّٰہُ۔

= اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا۔ پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔

۱۱:۵۷ = اِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلِّیٌ سے۔

= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖٓ اِلَیْکُمْ۔ ای فان تتولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم۔ اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔

= یَسْتَخْلِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب استفعال) وہ جانشین بنا دیگا۔

= حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ نگہداشت کرنے والا۔

۱۱:۵۹ = جَحَدُوْا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔

جَحْدٌ وجُحُوْدٌ سے (بابَ فَتَحَ) ماضی جمع مذکر غائب

= جَبَّارٍ۔ سرکش۔ زبردست۔ دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر۔ خود اختیار۔ جبّار ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفتِ ذمّ۔

= عَنِیْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ بروزن فَعِیْل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے عَنِیْدٍ۔ ضدی جو حق کو پہچانتے جانتے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اذا ابٰی ان یقبل الشیٔ وان عرفہ جانتے ہوئے کسی شے کو ماننے سے انکار کرے۔

۱۱:۶۰ = اُتْبِعُوْا۔ اِتْبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگا دی گئی۔

= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۱۱:۴۴)

= قَوْمِ ھُوْدٍ۔ (ہود کی قوم) عطف بیان۔ اپنے متبوع عاد کی وضاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عاد ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص

ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں

۱۱: ۶۱ = وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا۔ آیت ۱۱: ۵۰ کی طرح اس کا عطف بھی اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ۔ ۱۱: ۲۵ پر ہے۔ ای وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

= اَنْشَاَکُمْ۔ اَنْشَاَ یُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (اِفْعَالٌ) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَکُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ یَسْتَعْمِرُ اِسْتِعْمَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَارَۃُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ عَمَرَ اَرْضَہٗ یَعْمُرُھَا عِمَارَۃً۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۹: ۱۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اور وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ (۵۲: ۴) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِیْبٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَۃٌ۔ مصدر (باب افعال) جَوْبٌ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۱۱: ۶۲ = مَرْجُوًّا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجْوٌ ناقص واوی۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُوْلٌ کے وزن پر مَرْجُوْوٌ تھا۔ دو واؤ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُوٌّ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُوًّا۔ رَجَا یَرْجُوْ رَجَاءٌ وَرَجْوٌ۔ امیدوار رہنا۔ امید کرنا۔ خوف کرنا۔ مَرْجُوٌّ۔ وہ جس سے امیدیں وابستہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت۔ متانت۔ ذہانت وفطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت وقیادت ومشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کر کے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتَنْھٰنَا۔ ا الف استفہامیہ تَنْھٰی سے واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے نَھْیٌ۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضرب) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُوْنَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ دَعْوٌ مادہ۔

= مُرِيْبٍ۔ اسم فاعل اِرَابَةٌ (باب افعال) رَيْبٌ مادہ۔ متردد بنا دینے والا۔ تردد میں ڈالنے والا۔ بے چین کر دینے والا۔
یہاں شَكٌّ کی صفت ہے فِيْ شَكٍّ مُرِيْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ جو بے چین کر دینے والا ہے
۱۱: ۶۳ = اَرَءَيْتُمْ۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔
= تَزِيْدُوْنَنِيْ۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِيَادَةٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع مذکر حاضر نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
= تَخْسِيْرٍ (باب تفعیل) مصدر ہے زیاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)
= يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶: ۱۵۴) کے جواب میں ہے۔ اٰيَةً بوجہ حال کے منصوب ہے۔
= فَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔
= تَاْكُلْ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔
= فَيَاْخُذَكُمْ۔ میں ف حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِيْ فَاُكْرِمَكَ
۱۱: ۶۵ = فَعَقَرُوْهَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔
= تَمَتَّعُوْا۔ تم لطف اٹھالو۔ تم (دنیاوی مال ومتاع کا) فائدہ اٹھالو۔
۱۱: ۶۷ = اَلصَّيْحَةُ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔
صَاحَ يَصِيْحُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔
= جٰثِمِيْنَ۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانو کے بل گرنے والے۔
جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔
۱۱: ۶۸ = لَمْ يَغْنَوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب۔ غِنًى مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنِيَ بِالْمَكَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنٰى۔ فرودگاہ۔
كَاَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث

کا مرجع مِنْ دِیَارِھِمْ ہے۔

= بُعْدًا۔ دوری ۔ ہلاکت ۔ ملاحظہ ہو ۱۱:۴۴ : ۱۱:۶۰ ۔

۱۱:۶۹ = اِبْرَاھِیْمَ ۔ ای اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ ۔ منصوب بوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجمہ اور معرفہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)

= بُشْرٰی ۔ خوشخبری ۔ ایسی خبر جس کو سُن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں

= قَالُوْا سَلٰمًا ۔ سَلٰمًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے ای نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلٰمًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں ۔

(۲) سَلٰمًا ۔ قَالُوْا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا ۔

= قَالَ سَلٰمٌ ۔ سَلٰمٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ۔ تقدیر یہ ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ

= لَبِثَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا ۔ وہ ٹھہرا رہا ۔ قرآن مجید میں ہے قَالَ کَمْ لَبِثْتُمْ (۲۳:۱۱۳) خدا تعالیٰ پوچھیگا ۔ تم کتنے برس رہے ۔ مَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ ۔ لفظی ترجمہ ہوگا وہ نہ ٹھہرا کہ آگیا ۔ یعنی جلدی ہی آگیا ۔

= حَنِیْذٍ ۔ بریاں ۔ تلا ہوا ۔ بھونا ہوا ۔ حَنْذٌ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ ہے ۔ جیسے حَمِیْدٍ بمعنی مَحْمُوْدٌ ہے ۔

= عِجْلٍ ۔ بچھڑا ۔ گائے کا بچہ ۔

۱۱:۷۰ اِلَیْهِ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عِجْلٌ

= نَکِرَھُمْ ۔ اَلْاِنْکَارُ ۔ عِرْفَانٌ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا ۔ اس نے اجنبی خیال کیا ۔ وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا ۔ انکار عدم معرفت ہے ۔ لیکن بعض اوقات ، انسان جانتے ہوئے بھی انکار کر دیتا ہے ۔ اسے کذب کہتے ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا (۱۶:۸۳) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں ۔

المنکر ۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے ۔ یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو ۔ مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو ۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (۲۹:۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو ۔

= اَوْجَسَ ۔ اس نے محسوس کیا ۔ اِیْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ وَجْسٌ مَادَّہٗ ۔

اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً۔ ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ایک اور جگہ آیا ہے فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (۲۰ : ۶۰) (اس وقت) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بناء پر تھا کہ جب ان نوواردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں یہ دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے۔ کیونکہ عرب میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ قتل وغارت کی نیت سے آیا ہے۔

لیکن بعد کی تفسیر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کا علانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات کا ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس پر گرفت کے لئے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ "ہم تو قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں"، تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی جان گئے تھے (تفہیم القرآن)

۱۱ : ۷۱ = فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی دو وجوہ تھیں۔

(۱) جب آپ نے محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم کی تشویش دور ہو گئی ہے اور آپ مطمئن ہو گئے ہیں تو خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۲) عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ..... یعقوب فَضَحِكَتْ۔ ہم نے جب اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب (علیہما السلام) کی تو وہ فرطِ مسرت سے ہنس پڑیں۔

۱۱ : ۷۲ = يٰوَيْلَتٰٓى اصل میں يَاوَيْلَتِيْ تھا۔ افسوس یا حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ وَيْلٌ کا لغوی معنیٰ ہلاکت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے لئے بد دعا کرنا نہیں محض اظہارِ حیرت و تعجب مقصود ہے۔ عورتیں اکثر اظہارِ حیرت و تعجب کے موقعہ پر ایسے کلمات بولتی ہیں ہائے میں مر گئی۔ ہائے میں مر جاؤں۔ یہ بھی ایسا ہی کلمہ ہے۔ یعنی یا عجبا یٰحسرتا۔

= ءَاَلِدُ۔ ءَ برائے استفہام۔ کیا میں جنوں گی۔
= عَجُوْزٌ۔ بڑھیا۔ پیرزن۔
= بَعْلِیْ میرا خاوند۔ بَعْلِ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔
= شَیْخٌ بوڑھا۔ شُیُوْخٌ جمع۔

۱۱: ۷۳ = تَعْجَبِیْنَ۔ تو تعجب کرتی ہے
= حَمِیْدٌ۔ بروزن فعیل بمعنی مفعول مَحْمُوْدٌ صفت مشبہ۔ ستودہ۔ تعریف کیا ہوا سراہا ہوا۔ حَمْدٌ سے۔
= مَجِیْدٌ۔ مجد یمجد مَجْدٌ کے معنی کرم وشرف اور بزرگی میں وسعت اور پہنائی کے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کے وسعتِ فیض اور کثرتِ جود کے سبب سے ہے مَجِیْدٌ وسعتِ کرم کا مالک۔ وسیع الفضل۔ کثیر الخیر۔ رفیع الشان سب سے بڑھ کر بزرگ۔

۱۱: ۷۴ = الرَّوْعُ۔ خوف۔ ڈر۔ رَاعَ یَرُوْعُ کا مصدر۔
= یُجَادِلُنَا۔ مضارع واحد مذکر۔ مُجَادَلَۃٌ وَجِدَالٌ مصدر۔ باب مفاعلۃ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا۔

۱۱: ۷۵ = اَوَّاہٌ بروزن فَعَّالٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دردسوز کی غمخواری میں۔ گڑگڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا۔ رحمدل۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا
= مُنِیْبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنَابَۃٌ مصدر (باب افعال) نَوْبٌ مادہ۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا۔ ہر طرف سے مڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا۔
نَابَ یَنُوْبُ (نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ نَوْبَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ نَائِبَۃٌ۔ وہ مصیبت جو بار بار لوٹتی ہے۔

۱۱: ۷۶ = اٰتِیْھِمْ۔ ان پر آنیوالا ہے۔ اٰتِیٌ (آنیوالا) مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ اَتٰی یَاْتِیْ سے اسم فاعل۔
= غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ مَرْدُوْدٍ (مفعول) اسم مفعول واحد مذکر۔ رَدٌّ سے باب نصر۔ ٹالا جانیوالا لوٹایا جانیوالا۔ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ جو لوٹایا نہیں جائے گا۔ جو ٹالا جانیوالا نہیں۔
رد کیا گیا۔ شَیْطَانٌ مَّرْدُوْدٌ

۱۱: ۷۷ = سِیْٓئَ بِھِمْ۔ سُوْٓءٌ سے ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ وہ دل گیر ہوا۔ غمگین ہوا۔

— ضَاقَ۔ ضِيْقٌ سے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔
— ذَرْعًا۔ طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ اَلذِّرَاعُ۔ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ۔ جمع۔ ذُرْعَانٌ وَاَذْرُعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ " ازہری کا بیان ہے کہ: ذَرْعٌ۔ طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے؛ اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِيْقُ الذَّرْعِ عبارت ہے ضِيْقُ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ سے پس ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ: جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِكَذَا ذِرَاعِيْ۔ میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بےبس پایا۔

— يَوْمٌ عَصِيْبٌ۔ عَصِيْبٌ۔ سخت۔ بھاری۔ عَصْبٌ سے۔ جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ يَوْمٌ عَصِيْبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۱۱: ۷۸ — يُهْرَعُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِهْرَاعٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ۔ تیز دوڑتے ہوئے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت سے حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اڑے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیۃ میں بھی ہے فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (۳۷: ۷۰) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۲۰ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ اور جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے)

— بَنٰتِيْ۔ میری بیٹیاں۔ یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو بیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔

= هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ۔ خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں
= وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ۔ یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔
یہ لفظ خِزْيٌ سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزَايَةٌ سے بمعنی حیا۔ مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو
۱۱: ۷۹ = حَقٍّ۔ حق سے یہاں مراد حاجت، ضرورت، سروکار ہے۔ ای لیس لنا بهن
حاجة ولا لنا فيهن شهوة۔ یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔
۱۱: ۸۰ = اٰوِیْ۔ میں بیٹھوں گا۔ میں فروکش ہو جاؤں گا۔ اُوِیٌّ سے باب ضرب اٰوٰی اِلَی
الْبَیْتِ۔ گھر میں اترا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱: ۴۳) میں
ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔
= رُكْنٍ۔ سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے
طور پر زور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیۃ ہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ
کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑ سکتا۔
۱۱: ۸۱ = لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ای لن يصلوا اليك
بضرر ولا مكروه۔ یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔
= اَسْرِ۔ تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات
کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔
قرآن مجید میں ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات
جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔
= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ۔ القطع فی اخر اللیل۔ رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اول
اللیل۔ رات کے پہلے حصہ میں۔
= لَا يَلْتَفِتْ۔ نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتِفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفْتٌ مادہ مڑ کر نہ دیکھے
= اِلَّا امْرَاَتَكَ۔ اِلَّا۔ حرف استثناء اِمْرَاَتَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ ہے۔
اَهْلَكَ۔ مستثنیٰ منہ۔ یعنی رات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے
(یعنی اس کو نہ لیجانا)
= مُصِيْبُهَا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔
اس کو پا لینے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ يُصِيْبُ سے۔
= مَوْعِدَهُمُ۔ مَوْعِدُ اسم ظرف زمان۔ مضاف۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

ان کے وعدہ کا وقت

۱۱:۸۲ = سِجِّیْل ۔ کنکر۔ فارسی سنگ و گِل ۔ جو عربی میں آکر سِجِّیل بن گیا
سِجِّیل کا لفظ سَجْلٌ سے بنا ہے بمعنی جاری کرنا۔ دے دینا۔ یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا۔
یا سِجِلٌّ سے بنا ہے بمعنی لکھا ہوا۔ یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سجیل اصل میں سجین تھا ن کو ل سے بدلا گیا۔ دوزخ کا ایک طبقہ
= مَنْضُوْدٍ۔ اسم مفعول ۔ واحد مذکر۔ تہ برتہ۔
نَضَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا۔ قرینے سے رکھے ہوئے سامان کو مَنْضُوْدٌ یا نَضَدٌ کہتے ہیں۔ جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی نَضِیْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے استعارۃً فرمایا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ (۵۰: ۱۰) جن کا گابھا تہ برتہ ہوتا ہے۔ یا طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۵۶: ۲۹) اور تہ برتہ کیلوں۔
۱۱:۸۳ = مُسَوَّمَةً۔ اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ نشان زدہ حِجَارَۃً کی صفت ہے۔ سِمَةٌ۔ سُوْمَةٌ و سِیْمَا۔ علامت۔ نشانی۔
= ھِیَ ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب حجارۃً مُسَوَّمَةً کی طرف راجع ہے۔
۱۱:۸۴ = لا تنقصوا ۔ فعل نہی ۔ جمع مذکر حاضر۔ نَقْصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ۔ تم مت کم کرو۔
= اَلْمِکْیَالَ ۔ اسم آلہ مفرد۔ غلہ کو ماپنے کا پیمانہ۔ کَیْلٌ۔ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ۔ (۱۲: ۸۸) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے۔
= اَلْمِیْزَانَ ۔ اسم آلہ۔ وزن کرنے کا آلہ۔ ترازو۔ مصدر وزن کرنا (باب ضرب) جمع مَوَازِیْنَ
= اِنِّیْٓ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ ۔ میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو
(۱) یعنی تم صاحب مال و دولت ہو۔ تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
(۲) میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہٰذا تم اپنی مذموم حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت زائل مت کرو۔
= یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۔ وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کر دے گا۔
عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۔ اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔
روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطۃ والمراد العذاب ۔ مُحِیْط لفظاً یوم کی صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب محیط

آجائے۔

۱۱:۸۵ — اَوْفُوْا۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ سے (فی لفیف مفروق) فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

اَلْعَیْثُ وَالْعِثِیُّ۔ سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو عَیْثٌ وَعُثُوٌّ کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہو اسے عِثِیٌّ کہتے ہیں۔ عَیْثٌ وعَثُوٌّ۔ باب نصر کے مصدر ہیں اور عِثِیٌّ وعُثِیٌّ (باب سمع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (۲: ۶۰) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

۱۱:۸۶ = بَقِیَّتُ اللّٰهِ۔ ای ما ابقی اللّٰہ لکم من الحلال۔ حلال کی روزی اللہ جو بچت دیوے۔ (ھو) خیر لکم (مما تاخذونہ بالتطفیف) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچت سے جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

۱۱:۸۷ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ (مخول سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے

= اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ ای او ان نترک فعلنا فی اموالنا ما نشٰؤ۔ (کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ۳)

= اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ۔ اَلْحَلِیْمُ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ اَلْحِلْمُ سے جس کے معنی ہیں نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے۔ آیت اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (۵۲: ۳۲) میں بعض کے نزدیک عقلیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِیْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

اَلرَّشِیْدُ۔ نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ اَلرَّشَدُ وَالرُّشْدُ۔ غَیٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب نَصَرَ۔ سَمِعَ۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راستباز

دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاءً کہے گئے ہیں مراد اُن کی اِن صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنجوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یا یہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھدار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی۔ کہ طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یا یہ کہ تم تو بردبار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوتے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو

۱۱: ۸۸ = اَرَءَیْتُمْ۔ جب ہمزہ استفہام رَاَیْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاَیْتَ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبِرْنِیْ لہٰذا اَرَاَیْتُمْ بمعنی اَخْبِرُوْنِیْ ہے بھلا مجھے یہ تو بتاؤ

= مِنْهُ۔ مِنْ لَّدُنْهُ۔ اپنی (خدا کی) طرف سے

= رِزْقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ نجس اور تطفیف سے مُبَرَّا یا اس سے مراد نبوت و رسالت ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ میں جوابِ شرط محذوف ہے۔ یعنی اَخْبِرُوْنِیْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی حجة واضحة ویقین من ربی وکنت نبیًا علی الحقیقة ایصح لی ان لا آمرکم بترک عبادة الاوثان والکف عن المعاصی

بھلا بتاؤ تو سہی اگر میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیل ہو اور میں سچا نبی منجانب اللہ ہوں تو کیا یہ درست ہوگا کہ میں تمہیں بت پرستی کو ترک کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے نہ کہوں۔

= اُخَالِفَكُمْ۔ مخالفة (باب مفاعلة) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِیْ فُلَانٌ عَنْ كَذَا۔ جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَنِیْ اِلٰی كَذَا۔ جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔ جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔

مَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں

راہِ راست کی ترغیب دے کر اُلٹا اس بات کی طرف خود جھک جاؤں ۔

= تَوْفِیْقِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میری توفیق ۔ میری مقدرت ۔ مجھ سے بن آنا ۔ توفیق کا معنی ہے اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیا کر دینا ۔ یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت وتائید پر ہے ۔

= اُنِیْبُ ۔ اَنَابَ یُنِیْبُ (انفعال) اِنَابَۃٌ ۔ (نَوْبٌ مادہ) سے مضارع واحد متکلم ۔ میں رجوع کرتا ہوں ۔ النَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا ۔ ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے ۔

۱۱:۸۹ = لَا یَجْرِمَنَّکُمْ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ تاکید جَرْمٌ مصدر باب ضرب ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ ہرگز تم کو نہ اکسائے ۔

= شِقَاقِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میری مخالفت ۔ میری عداوت

شِقَاقٌ بمعنی ضد ۔ مخالفت ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا ۔

= اَنْ یُّصِیْبَکُمْ ۔ مبادا کہ پہنچے تمہیں ۔ اَنْ بمعنی کہ ۔

یُصِیْبَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔

اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (باب افعال) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ کہ تم کو مصیبت پہنچے

۱۱:۹۰ = وَدُوْدٌ ۔ صیغہ مبالغہ ۔ محبت کرنے والا ۔ ثواب دینے والا ۔

اَلْوُدُّ ۔ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا ۔ وَدَّ یَوَدُّ (سمع) وُدٌّ وَمَوَدَّۃٌ مصدر ۔

۱۱:۹۱ = مَا نَفْقَہُ ۔ مضارع منفی جمع متکلم ۔ ہم نہیں سمجھتے ۔ فِقْہٌ ۔ مصدر ۔ فَقِہَ یَفْقَہُ (سمع) فِقْہٌ ۔

اَلْفِقْہُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخص ہے ۔ قرآن میں ہے فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا (۴:۷۸) ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے ۔ علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے ۔ فِقْہٌ سمجھ، دانش علم ۔ فَقِیْہٌ ۔ عقل مند ۔ دانشور ۔ عالم دین سمجھ دار ۔

= رَھْطُکَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تیری برادری ۔ تیرے بھائی بند ۔ رَھْطٌ بمعنی نفر ۔ شخص قبیلہ ۔ برادری ۔ بھائی بند ۔ نفر اور شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَۃُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ (۲۷: ۴۸) نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے ۔

برادری ۔ قبیلہ ۔ بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا ۔ اور اس سے اگلی آیت (۱۱:۹۲)

يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں (اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں ۔۔۔ اور آیت ہذا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں :۔ رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے شریک ہوں۔

رھط الرجل عشیرته الذی یستند علیھم و یتقوی بھم۔

= وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔ عزیز کے معنی محبوب۔ غالب۔ عزت والا۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر سبھی ہیں۔ عَزِيْزٌ ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر عِزَّةٌ سے بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

۱۱ : ۹۲ ۔۔۔ اَعَزُّ ۔ عِزٌّ (بمعنی عزت) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا۔ زیادہ طاقت ور۔

= عَلَيْكُمْ ۔ ای عِنْدَكُمْ ۔

= اِتَّخَذْتُمُوْهُ ۔ اصل میں اِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ضمیر ہُ کے اتصال کی بناء پر واؤ لایا گیا ہے تم نے اس کو ٹھیرایا۔ تم نے اس کو ڈال دیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= وَرَآءَكُمْ ۔ وَرَاءَ ۔ مصدر ہے جس کا معنی آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ اور سوا کے ہیں۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۔ (۲ : ۹۱) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (۲ : ۱۰۱) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ پھینک مارا۔

آیت ہذا میں بھی پس پشت ڈالنے۔ ناقابل لحاظ اور ناقابلِ اعتناء سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۔ (۱۸ : ۷۹) اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۔ (۵۹ : ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں۔

= ظِهْرِيًّا ۔ بھولا بسرا۔ فراموش شدہ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ ۔ وَالظِّهْرِيُّ مَنْسُوْبٌ اِلَى الظَّهْرِ والکسر من تغیرات النَّسَبِ

ونظیرہ فی قولھم فی النسبۃ الی اَمْسِ - اَمْسِیِّ۔ ظِھْرِیٌّ ظَھْرٌ کی طرف منسوب ہے۔ اور کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے۔ جیسے کہ اَمْسِ (کل گذشتہ) کی نسبت کرتے ہیں تو اَمْسِیِ بولتے ہیں۔

منتہی الارب میں ہے اِمْسِیُ بکسر ہمزہ منسوب است بِاَمْسِ برخلاف قیاس۔

ظِھْرِیًّا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے یہ مفعول ثانی ہے۔ اِتَّخَذْتُمُوْہُ کی ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اوّل ہے

= مُحِیْطٌ اسم فاعل واحد مذکر اِحَاطَۃٌ مصدر حَوْطٌ مادہ باب افعال۔ ہر طرف سے گھیرے میں لے لینے والا۔

۱۱: ۹۳ = اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ۔ (۱) اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرو (۲) اپنے حدِ امکان تک کوشش کرو (۳) اپنی حالت کے مطابق کام کرو (۴) اپنی جگہ پر کام کرو۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ - ای انی عامل علی مکانتی۔

= یُخْزِیْہِ۔ (جو) اس کو رسوا کرے گا۔

= اِرْتَقِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِرْتِقَابٌ مصدر باب افتعال۔ تم انتظار کرو۔

= رَقِیْبٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل۔ انتظار کرنے والا۔ منتظر۔

۱۱: ۹۴ = اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم۔ یعنی ہمارا عذاب۔

= اَلصَّیْحَۃَ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۷

= جٰثِمِیْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ (ملاحظہ ہو۔ ۱۱: ۶۷)

۱۱: ۹۵ = کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۸)

= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴۔ بَعِدَتْ۔ وہ تباہ ہوئی۔ اس پر لعنت ہوئی وہ دور ہوئی۔ (باب سمع) بُعْدٌ مصدر۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔

۱۱: ۹۶ = بِاٰیٰتِنَا۔ وھی الأیات التسع (یہ نو نشانیاں تھیں)

(۱) العصا۔ (۲) الید البیضآء (۳) الطوفان (۴) الجراد (ٹڈی)، (۵) القمل۔ غلہ کو کھا جانے والا کیڑا چچڑی) (۶) الضفادع (مینڈک) (۷) الدّم (خون) (۸) النقص من الثمرات۔ (پھلوں میں کمی) (۹) النقص من الانفس (جانوں کی تلفی)

= سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ بُرْھَانٍ مُّبِیْنٍ۔ برہان قاطع۔ حجۃ باہرہ۔ صریح دلیل۔ کھلی سند (یعنی معجزہ) مادہ سَلَطٌ (ثلاثی مجرد) یا سَلْطَنٌ (رباعی مجرد)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰنٍ سے حجت مراد ہے۔

١١: ٩٧ — مَلَاۡئِهٖ۔ اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَاُ اسم جمع معرف باللام۔ مَلْأٌ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَأٌ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ١١: ٨٧

— رَشِيْدٍ ۔ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ١١: ٨٧۔

١١: ٩٨ — يَقْدُمُ قَوْمَهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب قُدُوْمٌ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوائی کرے گا وہ آگے آگے ہوگا۔ اپنی قوم سے۔

— اَوْرَدَهُمْ۔ اَوْرَدَ۔ اِيْرَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لا ڈالا۔ اِيْرَادٌ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لا ڈالے گا آتشِ (جہنم) میں۔

— الْوِرْدُ۔ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُرُوْدٌ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَارِدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ (١٢: ١٩) اور انہوں نے (پانی کے لئے) اپنا سقّہ بھیجا۔

— اَلْمَوْرُوْدُ۔ وِرْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کا (پانی کے لئے) قصد کیا گیا ہو۔ وِرْدُ الْمَوْرُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصداً تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

فالورد نصیب من الماء والمورود صفتہ والمخصوص بالذم محذوفٌ وھو النار۔

ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور الْمَوْرُوْدِ اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ النار (آتشِ جہنم ہے) وِرْدٌ اور مورود دونوں مل کر بِئْسَ کے فاعل ہیں

تفسیر ماجدی میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے :۔ اور بری ہے وہ جگہ اترنے کی جہاں یہ اتارے جائیں گے۔

کیا ہی برا ہے وہ گھاٹ پانی کا جہاں وہ لوگ اپنی پیاس بجھانے کیلئے لیجائے جائیں گے

۱۱: ۹۹ = اُتْبِعُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (افعال) مصدر۔ ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کا پیچھا کیا جاتا رہے گا۔ (ماضی بمعنی مضارع) لَعْنَۃً۔ لعنت اور پھٹکار کے ساتھ۔ یعنی ان پر لعنت بھیجی جاتی رہیگی

= فِیْ ھٰذِہٖ۔ ای فی الدنیا

= اَلرِّفْدُ۔ (باب نصر) کے معنی عطا اور مدد کے ہیں۔ رَفَدَ یَرْفِدُ (باب ضرب) مدد دینا۔ عطا کرنا۔ مِرْفَدٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں عطیہ ڈال کر دیا جاتے اسی بناء پر مِرْفَدٌ بمعنی پیالہ بھی آتا ہے۔

= الرِّفْدُ۔ عطیہ۔ انعام۔ بخشش۔ مدد۔ اَرْفَادٌ۔ رُفُوْدٌ۔ جمع۔

= اَلْمَرْفُوْدُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ عطا کی گئی۔ انعام میں دی گئی۔

بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ۔ بہت ہی برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا۔

۱۱: ۱۰۰ = اَنْبَآءِ الْقُرٰی۔ اَنْبَاءٌ نَبَأٌ کی جمع۔ خبریں۔ حقیقتیں۔

اَلْقُرٰی۔ قَرْیَۃٌ کی جمع ہے۔ بستیاں۔ دیہات۔

= مِنْھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القری کے لئے ہے۔

= قَآئِمٌ۔ آباد۔ حَصِیْدٌ۔ حِصَادٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ کھیتی کٹی ہوئی۔

اَلْحَصْدُ وَالْحَصَادُ۔ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔ آیت وَ اٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ (۶: ۱۴۱) اور جس دن پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔ میں وہ کھیتی مراد ہے جو اس کے صحیح وقت پر کاٹی گئی ہو۔ لیکن آیت فَجَعَلْنٰھَا حَصِیْدًا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ۔ (۱۰: ۲۴) تو ہم نے کاٹ کر ایسا کر ڈالا کہ گویا وہاں کل کچھ تھا ہی نہیں۔ میں حَصِیْدٌ سے مراد وہ کھیتی ہے جو کہ بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ اسی طرح آیت ہذا میں بھی حَصِیْدٌ سے مراد تباہ اور برباد کردی ہوئی بستیاں ہیں

مِنْھَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ: ان میں سے بعض تو قائم ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔

= فَمَآ اَغْنَتْ عَنْھُمْ ...... مِنْ شَیْءٍ ان کے کسی کام نہ آئے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے

کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔

= لَمَّا ۔ جب۔

= تَتْبِیْب ۔ خسارہ میں رہنا۔ گھاٹا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ التَّبُّ وَ التَّبَابُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ (۱۱۱:۱) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں رہے)

۱۱:۱۰۳ = فِیْ ذٰلِکَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیان کی وجہ سے برباد ہو گئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور ذٰلِکَ یَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے۔

= لَہُ ۔ اس (دن) میں مَجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کل انسان جمع کئے جائیں گے۔

= مَشْھُوْدٌ ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حاضر کیا گیا۔

اَلْمَشْھُوْدُ وَ الشَّھَادَۃُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے ہو اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ (۵۹:۲۲) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مَشْھُوْدٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَھَادَۃٌ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے۔

یہاں مَشْھُوْدٌ بمعنی مَشْھُوْدٌ فِیْہِ ہے (جب کہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔

۱۱:۱۰۴ = وَمَا نُؤَخِّرُہٗ ۔ ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا اِلَّا (مگر) لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۔ ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے۔

۱۱:۱۰۵ = یَوْمَ ۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ ۔ یعنی بوجہ اُذْکُرْ منصوب ہے۔

= یَاْتِ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) اصل میں یَاْتِیْ تھا۔ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے (اگر اس کے بعد مفعول پر بآء آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے)

یَاْتِ کا فاعل کون ہے؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :۔

فَاِنْ قُلْتَ فاعل یاتی ماھو؟ قُلْتُ اللہ عزّوجل۔ اس صورت میں یَوْمَ یَاْتِ کا ترجمہ ہوگا۔ (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔

اور مدارک التنزیل میں ہے۔

فاعل یأت ضمیر یرجع الیٰ قولہ یوم مجموع لہ الناس۔ یعنی اس فعل کا فاعل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا،۔

(یاد کرو وہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

= لَا تَکَلَّمُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب "وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔ تَکَلُّمٌ (تفعّلٌ) سے۔ اصل میں تَتَکَلَّمُ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا

= اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ (۷۸: ۳۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدائے رحمٰن اجازت دے۔

= فَمِنْھُمْ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جار۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسُ۔ کے لئے جو مَجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ میں مذکور ہے۔ یعنی اہل محشر۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شَقِیٌّ۔ مبتدا۔ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ۔ ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِیٌّ۔ شَقَاوَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع اَشْقِیَاءُ ہے اَلشَّقَاوَۃُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِیَ (سَمِعَ) شَقْوَۃٌ وَشَقَاوَۃٌ وَشَقَاءٌ کے معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳: ۱۰۶) ہم پر ہماری بدبختی غالب ہوگئی۔ یہاں آیۃ ہذا میں شَقِیٌّ سے مراد الذی وجبت لہ النار لاساءتہٖ جس کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہوگئی۔ اسی طرح السعید الذی وجبت لہ الجنۃ لاحسانہٖ۔ سعید وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت واجب ہوگئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ سزاوار جنت

۱۱: ۱۰۶ = شَقُوْا۔ شَقَاوَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِیْھَا۔ ای فی النار۔

= زَفِیْرٌ۔ چلانا۔ زَفَرَ یَزْفِرُ۔ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ زَفِیْرٌ اور شَھِیْقٌ دونوں گدھے کی آوازیں ہیں۔ قال الضحاک والمقاتل والفراء الزفیر اول نھیق الحمار والشھیق اخرہٗ۔ زفیر گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔

الخازن بغدادی لکھتے ہیں:۔

الزفیر تردید النفس فی الصدر حتی تنتفخ منہ الضلوع والشھیق

ردّ النفس الی الصدر۔ زفیر سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔

رد الزفیر مدّہ واخراجہ من الصدر) اور زفیر سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔

= شَہِیْقٌ۔ دھاڑنا۔ چلّانا۔ مصدر ہے۔ شَہَقَ یَشْہِقُ (ضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ نیز باب سمع اور فتح سے بھی آتا ہے۔

۱۱: ۱۰۷ = فَعَّالٌ۔ صیغہ مبالغہ فاعل سے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا

۱۱: ۱۰۸ = سُعِدُوْا۔ سَعْدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (باب فتح) سَعْدٌ (باب فتح) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیۃ ہذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اَسْعَدَہُ اللہُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَۃٌ۔ شَقَاوَۃٌ کی طرح لازم ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَلَ فَعَلْتُہٗ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاضَ وہ گھٹ گیا۔ اور غِضْتُہٗ میں نے اس کو گھٹا دیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہٗ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔

لیکن لغت الفرائد الدریہ اور لغت المنجد میں سَعِدَ (باب سمع) اور سُعِدَ کا مصدر سَعَادَۃٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وذکرات الفراء حکی ان ھذیلا تقول: سعدہ اللہ بمعنی اسعدہ۔ یعنی قبیلہ ہذیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اَسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔

پس سُعِدُوْا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔

= عَطَاءً۔ عطاء۔ بخشش۔ عطیہ۔ انعام۔ صلہ۔ اس کی جمع اَعْطِیَۃٌ اور اَعْطِیَاتٌ ہے۔ عطاءٌ اِعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاءٌ تھی (کیونکہ اس کا مادہ عَطْوٌ ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واوؔ اور یاءؔ آتے ہیں تو ان کو ہمزہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے دِدَایٌ سے رِدَاءٌ۔

عَطَآءً یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اُعْطُوْا عَطَاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔ مَجْذُوْذٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ جَذٌّ مصدر۔ باب نصر۔ منقطع۔ غیر مجذوذ غیر منقطع۔ دوامی۔ لازوال۔

اَلْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (۲۱: ۵۸) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱: ۱۰۹ = فَلَا تَكُ تو مت ہو۔ کَوْنٌ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُوْنُ تھا لا رہنی کے عمل سے واؤ حرف علت حذف ہو گیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مِرْيَةٍ۔ اَلْمِرْيَةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردّد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰؤُلَآءِ۔ سو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکار کے قابل ہے

= لَمُوَفُّوْهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے مُوَفُّوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر وَفْیٌ مادہ۔ اصل میں مُوَفِّيُوْنَ تھا۔

= غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ منقوص۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقْصٌ مصدر۔ (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ پورا پورا۔ بلاکم و کاست۔

نَقْصٌ نُقْصَانٌ۔ تَنَقُّصٌ مصدر۔ باب نصر۔ کم ہونا۔ کم کرنا۔ (لازم و متعدی)

۱۱: ۱۱۰ = لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الٰہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الٰہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ (۴۲: ۱۴) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقتِ مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الٰہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو

آخرت میں دیا جائے گا۔

= لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔

= شَکٍّ مُّرِیْبٍ۔ موصوف وصفت۔ ایسا شک کہ جس میں بےچینی اور خلجان ہو مُرِیْبٍ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِرَابَۃٌ (باب افعال) سے ہے رَیْبٌ مادہ۔ بےچین کرنے والا۔ متردد بنا دینے والا۔

۱۱ : ۱۱۱ = کُلًّا۔ تمام۔ سارے۔ ہر ایک۔ کُلًّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض مضاف الیہ ہے۔ ای ان کل المختلفین المؤمنین و الکافرین۔

= لَمَّا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔(۱) یہ اصل میں لَمِنْ مَا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمِمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔

(۲) یہ لَمٌّ سے لَمَّ یَلُمُّ (باب نصر) لَمًّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہوگا۔ اِنَّ کُلًّا جَمِیْعًا۔

(ب) لَمَّا میں لام لامِ قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَیُوَفِّیَنَّھُمْ۔ جوابِ قسم۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَاِنَّ جَمِیْعَھُمْ وَاللّٰہِ لَیُوَفِّیَنَّھُمْ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا پس صدیقین کو ان کی تصدیق و یقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے بدلہ میں جہنم ملیگی۔

ج۔ اکثر قرار نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنْ مخفف پڑھا جائے تو اِنْ نافیہ اور لَمَّا تشدید میم کے ساتھ استثنائیہ ہوگا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔

= لَیُوَفِّیَنَّھُمْ۔ میں لام برائے تاکید۔ یُوَفِّیَنَّ مضارع واحد مذکر غائب میں نَّ ثقیلہ برائے تاکید۔ وَفّٰی یُوَفِّیْ تَوْفِیَۃً (تفعیل) سے وَفٰی مادہ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔

۱۱ : ۱۱۲ = فَاسْتَقِمْ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَمَّا بَیَّنَ امر المختلفین فاستقم کما اُمِرْتَ۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بیّن طور پر واضح ہو گئے ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔

اِسْتَقِمْ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَۃٌ سے باب افتعال سے امر واحد مذکر حاضر

= اُمِرْتَ ۔ اَمْرٌ سے ۔ ماضی مجہول واحد مذکر حاضر ۔ کما اُمِرْتَ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔

= وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ۔ اور جو تائب ہو کر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں ۔

وَ حرفِ عطف تَابَ مَعَكَ کا عطف اِسْتَقِمْ پر ہے ای فاستقم انت ولیستقم من تاب من الکفر ورجع الی اللہ مُخْلِصًا ۔ یعنی تُو ثابت قدم رہ اور وہ لوگ بھی ثابت قدم رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کر کے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)

= لَا تَطْغَوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم سرکشی نہ کرو ۔ تم زیادتی نہ کرو ۔ طُغْيَانٌ مصدر طغا يَطْغُوْا ۔ (باب نصر) طُغْوًا ۔ طغوانا ۔ طُغْيَانًا ۔ حد سے گذرنا ۔ طَغِيَ يَطْغٰى (باب سَمِعَ) طُغْيًا وَ طُغْيَانًا ۔ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا ۔

۱۱:۱۱۳ = لَا تَرْكَنُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم مت جھکو ۔ تم مت مائل ہو ۔

رَكِنَ يَرْكَنُ (سَمِعَ) سے رُكُوْنٌ سے مادہ رُكْنٌ (باب نصر) سے بھی آتا ہے رُكُوْنٌ ..... اِلَيْهِ کسی کی طرف مائل ہونا جھکنا ۔ کسی پر بھروسہ کرنا ۔ آرام لینا ۔ سہارا لینا ۔ اسی سورۃ میں آیا ہے لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۔ (۱۱: ۸۰) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا ۔

= فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ فَ جواب نہی میں واقع ہے ۔ یعنی الیسا مت کرو ورنہ ...... مَسَّكُمْ مَسَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ تم کو پہنچے گی ۔ تم کو چھوئے گی ۔ مَسَّ يَمَسُّ (باب نصر) مَسٌّ ۔ مصدر ۔

= وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۔ یہ جملہ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کا حال ہے ۔ اور حالت یہ ہو گی کہ اس وقت جب تمہیں آگ آ چھوئے گی تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو گا ۔

= ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔ پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی ۔

۱۱:۱۱۴ = طَرَفَيِ النَّهَارِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ طَرَفَيِ اصل میں طَرَفَيْنِ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ۔ طَرَفٌ سے تثنیہ ۔ دن کے دونوں کنارے ۔

= زُلَفًا ۔ زُلْفَةٌ کی جمع بحالت نصب ۔ بمعنی ساعت ۔ منزلت ۔ قربت ۔ پاس ۔ قریب ۔ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۔ اور رات کی ساعتوں میں ۔

= ذِكْرٰى ۔ نصیحت کرنا ۔ ذکر کرنا ۔ یاد ۔ پند ۔ موعظت ۔ (باب نصر) سے مصدر ۔ کثرتِ ذکر کے لئے ذِكْرٰى بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ۔

۱۱:۱۱۶ = فَلَوْلَا ۔ لَوْلَا کا استعمال دو طرح پر ہے ۔ ایک شے کے پائے جانے سے

دوسری شئے کا ممتنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائمقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ۔ (۳۴:۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔
دوئم۔ یہ اکثر ھَلَّا کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا (۲۰:۱۳۴) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیتہ ہذا میں فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ۔ تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)

= اُولُوْا بَقِیَّۃٍ۔ اولوا۔ (والے) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا۔ اور بحالت نصب وجر اُولِیْ۔ بَقِیَّۃٌ۔ بمعنی بچی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِیْلَۃٌ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اُولُوْا بَقِیَّۃٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی ہے یا اس سے مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فُلَانٌ مِنْ بَقِیَّۃِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل ورائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِیْلًا ما سوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہتے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچالیا۔ مِنْھُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اِتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے رہے۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے تَبْعٌ مادہ

= مَا اُتْرِفُوْا فِیْہِ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس نازو نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے۔

اُتْرِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ نازو نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلتُّرْفَۃُ عیش وعشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَھُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲۳:۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= لِیُھْلِکَ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= بِظُلْمٍ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال لیا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کر دے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر وشرک) کے باعث درآں حالیکہ ان کے رہنے والے

صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کر دے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= وَاَهْلُهَا۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ در آں حالیکہ۔

۱۱: ۱۱۸ = وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

(اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو یوں مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس نے ایسا نہ چاہا اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا يَزَالُوْنَ مختلفین .... الخ

= وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں

"اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا مَا رَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن رہے۔ فقال ابن عباس و مجاهد وقتادة وضحاك وللرحمة خلقهم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ قال الحسن والمقاتل وعطاء۔ ایماء الاشارة للاختلاف ای للاختلاف خلقهم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذٰلِكَ کا مشار الیہ اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد اسم اشارہ کا مشار الیہ دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (۱۰: ۵۸) آپ فرما دیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی منائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ اور احدہم کو واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں هٰذَا احسن الاقوال ان شاء اللہ یہ توجیہ سب سے بہتر ہے"

۱۱: ۱۱۹ = لَاَمْلَئَنَّ۔ مضارع واحد متکلم لام تاکید اور نون ثقیلہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۱: ۱۲۰ = كُلًّا۔ ای كل نبأٍ۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقُصُّ عَلَيْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ

محذوف کی صفت ہے مِنْ تبعیضیہ ہے یا بیانیہ ہے ۔
= مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔ کُلًّا سے بدل ہے (الکشاف) عطف بیان ہے (روح المعانی)
= فِیْ هٰذِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ان قصوں کے لئے ہے جو اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔
= مَوْعِظَةً ۔ پند و نصیحت ۔ ذِکْرٰی ۔ یاد دہانی۔ دونوں کا اَلْحَقّ پر عطف ہے۔
۱۱ : ۱۲۱ = عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ۔ اپنی حد امکان تک ۔ ملاحظہ ہو (۱۱ : ۹۳)
= اِنَّا عَامِلُوْنَ ۔ ای انّا عاملون علیٰ مکانتنا۔

(۱۲) سُورۃ یُوسُف (۵۳)

۱۲ : ۱ = الٓرٰ ۔ الف لام را ۔ حروف مقطعات ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۱)
= تِلْكَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث۔ اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور كَ حرف خطاب ہے۔ جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے۔ یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں ۔
= اَلْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۔ موصوف صفت۔ واضح کتاب ۔
۱۲ : ۲ = اَنْزَلْنٰهُ ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے ۔ مراد قرآن
= قُرْءٰنًا ۔ مادہ قرء ۔ اَلْقَرْءُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے ۔اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے ۔ بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کہ دستر خوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے ۔ لہذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو اس کو بھی ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (۲ : ۲۲۸) تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں، میں ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ کے معنی تین مرتبہ حالت طہر سے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ قَرْءٌ کا لفظ قَرَءَ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانہ طہر اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے

اَلْقِرَاءَةُ کے معنی حروف وکلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرأت نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا اَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اَلْقُرْاٰنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قَرْءٌ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہرحال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیش نظر رکھا ہے

پروفیسر عبد الرؤف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سُورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا نچوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت وتلاوت ہے آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۷۵ : ۱۷) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرأتِ قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۷۵ : ۱۸) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ تمہیں وحی سنائے) تو اس کی قرأت کا اتباع کرتے رہیئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرأت یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عرفِ عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

= عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِيٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ اَلْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْرَابُ عَرَبٌ کی جمع ہے

مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا (۴۹: ۱۴) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے۔ اَلْاَعْرَابِیُّ اَعْرَابٌ کا واحد ہے۔

اَلْاِعْرَابُ۔ کسی بات کو واضح کردینا۔ اس سے اَلْعُرَبِیُّ۔ فصیح۔ وضاحت سے بیان کرنے والا۔ یا واضح اور فصیح کلام۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِہٖ اس نے بات کو واضح بیان کردیا۔ قرآن حکیم میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۲۶: ۱۹۵) صاف عربی زبان میں۔

لہٰذا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (آیہ ہذا) قرآن واضح اور فصیح (عربی) زبان میں۔ اس کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) قُرْاٰنًا بدل ہے اَنْزَلْنٰہُ کی ضمیر کا اور عَرَبِیًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)

(۲) قُرْاٰنًا حال ہے ضمیر مفعول ہٗ (اَنْزَلْنٰہُ) کا عَرَبِیًّا تمہید و تاکید حال ہے (〃 〃)

(۳) عَرَبِیًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْاٰنًا بطور تمہید و تاکید حال ہے (ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی)

۱۱: ۳ = بِمَا۔ اس کے ذریعہ سے

= اِنْ کُنْتَ۔ میں اِنْ مخففہ اِنَّ (ثقیلہ) سے ہے۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے لئے لام فارقہ لایا گیا ہے =

= اَلْغٰفِلِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بے خبر۔ لاعلم۔ غافل

۱۲: ۴ = اِذْ قَالَ یُوْسُفُ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے

= یُوْسُفُ بوجہ معرفہ اور عجمہ کے غیر منصرف ہے۔ عبرانی لفظ ہے۔

= یٰٓاَبَتِ۔ یا حرف ندا۔ اَبَتِ میں تائے تانیث۔ یائے اضافت کے عوض لائے ہیں یا اَبِیْ سے یا اَبَتِ ہو گیا۔

= رَاَیْتُھُمْ۔ میں نے ان کو دیکھا۔ رَاَیْتُ ماضی واحد متکلم۔

رَاَیْتُ۔ رُؤْیَۃ سے بھی ہو سکتا ہے اور رُؤیا سے بھی۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُؤیاکَ صریحًا ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُؤیا سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ رَاَیْتُھُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔

۱۲: ۵ = یٰبُنَیَّ۔ یا حرف ندا۔ بُنَیَّ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے۔ مضاف یَ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث ی کو ی میں مدغم کیا گیا۔ بُنَیَّ میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور محبت کے لئے ہے اور نحوی اسے تصغیر الحبیب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے۔

= فَیَکِیْدُوْا۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ یَکِیْدُوْا مضارع منصوب

بوجہ فا سببیہ یا جواب نہی میں بوجہ اضمار اَنْ (اضمار مضمر۔ پوشیدہ محذوف) مثال لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ فَیَمُوْتُوا۔
کَادَ یَکِیْدُ کَیْدًا (باب ضَرَبَ) خفیہ تدبیر کرنا۔ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال ضرور چلیں گے۔

۱۲ : ۶ = کَذٰلِکَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذٰ اسم اشارہ لَ علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذٰلک الاجتباء

= یَجْتَبِیْکَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجْتِبَاءٌ افتعال۔ سے مصدر۔ جَبْیٌ مادہ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کر رہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَبٰی برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ

= اَلْاَحَادِیْثِ۔ کہانیاں۔ باتیں۔ حَدِیْثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ سماعت۔ خواہ بذریعۂ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔

= تَاْوِیْلٌ۔ اس کا مادہ اَوْلٌ ہے بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوْئِل (جائے بازگشت) کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایتِ علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ (۳:۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ (۷:۵۳) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی)

تَاْوِیْلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۱۲ : ۷ = فِیْ یُوْسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے۔ فِیْ یُوْسُفَ ای فی خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) یُوْسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= اَلسَّآئِلِیْنَ۔ پوچھنے والے۔ جویندگانِ علم۔ طالبانِ حق۔ سوال کرنے والے۔

۱۲ : ۸ = عُصْبَۃٌ۔ عَصَبٌ سے اَلْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں اَلْاَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصَبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَاَعْصِبَنَّکُمْ عَصْبَ السَّلْمَۃِ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فُلَانٌ شَدِیْدُ الْعَصَبِ فلاں کے جوڑ مضبوط ہیں۔ وَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ (۱۱:۷۷) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔
عَصِیْبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔

= اَلْعُصْبَۃُ۔ وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ۔ ایک طاقت در جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔

وَ نَحْنُ عُصْبَۃٌ۔ (آیت ہذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں۔

عُصْبَۃٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں عُصْبَۃٌ وَعِصَابَۃٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۱۲:۹ = اِطْرَحُوْہُ۔ اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ یَطْرَحُ (فتح) طَرْحٌ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= یَخْلُ لَکُمْ۔ خَلَا یَخْلُوْ خَلَاءٌ وخُلُوٌّ (باب نصر) خالی ہونا۔ خالی رہ جانا۔ خَلَا الْاِنَاءُ۔ برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّجُلُ۔ آدمی تنہا رہ گیا۔ یَخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ تمہارے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے

= وَ تَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ۔ اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۲:۱۰ = غَیٰبَتِ۔ اَلْغِیَابَۃُ۔ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَۃٌ کہا جاتا ہے۔ غِیَابَۃٌ تاریکی۔ گہرائی مجازاً۔

= اَلْجُبِّ۔ وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو پختہ اور لیا ہوا نہ ہو۔

غَیٰبَتِ الْجُبِّ۔ کچے کنوئیں کے اندھیرے میں۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں

= یَلْتَقِطْہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ التقاط (اِفْتِعَالٌ) سے لَقْطٌ مادہ۔ وہ نکال لیگا لَقْطٌ۔ (باب نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لینا۔

= السَّیَّارَۃِ۔ کارواں۔ قافلہ۔ چلنے والے مسافر۔

سَیَّارٌ کا مؤنث ہے جو سَیْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔

= لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو ہم کو امین نہیں بناتا یوسف پر۔ یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اصل میں تَاْمَنُنَا (اَمِنَ یَاْمَنُ سَمِعَ) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔

= لَنَاصِحُوْنَ ۔ نَاصِحٌ کی جمع ۔خیر خواہ ۔خیر خواہی کرنے والے ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

۱۲ : ۱۲ = یَرْتَعْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب رَتْعٌ رَتَعٌ وَرُتُوْعٌ ۔ مصدر (باب فتح) جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔ رَتْعَۃٌ فراخی۔ ارزانی ۔ رَاتِعٌ چرنے والا ۔ مَرْتَعٌ چراگاہ۔ مُرْتَعٌ فراخ دل وسیع الرزق۔

یَرْتَعْ ۔ وہ خوب جی بھر کر کھائے پئے ۔ یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔

(۱) فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (۳ : ۳۱) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا

(۲) فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ۔(۲ : ۱۵۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

= یَلْعَبْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ لَعِبٌ مصدر (باب سَمِعَ) وہ کھیلے کودے۔

۱۲ : ۱۳ = اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ ۔ میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص ہو جاتے ہیں ۔ جیسے اِنِّیْ لَاُطَالِعُ الْجَرَائِدَ میں اخبار دیکھ رہا ہوں ۔ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۔ تجھے خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْھَبُوْا بِہٖ ۔ بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ (اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)

= وَاَخَافُ ۔ اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ کہ کہیں اسے بھیڑیا کھا جائے ۔

۱۲ : ۱۴ = وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ (ملاحظہ ہو ۱۲ : ۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں ۔

۱۲ : ۱۵ = اَجْمَعُوْا ۔ وہ سب جمع ہو گئے ۔ سب نے بالاتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ ارادہ کر لیا۔

= جواب لَمَّا محذوف ہے۔ ای یجعلوہ فی غیٰبت الجبّ وفعلوا بہ مافعلوا من الاذیٰ

= اَوْحَیْنَا اِلَیْہِ ۔ اور ہم نے اس پر وحی کی ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف ہیں ۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت ہوتا رہتا ہے

== لَتُنَبِّئَنَّھُمْ ۔ تو ضرور ان کو جتلائے گا۔ تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر حاضر تَنْبِئَۃٌ اور تَنْبِیٌٔ سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (برائے برادرانِ یوسف)

== وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔ درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔

۱۲: ۱۷ == نَسْتَبِقُ ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِسْتِبَاقٌ (اِفْتِعَالٌ) سَبْقٌ ۔ مادہ۔ ہم ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے ۔ اِسْتِبَاقٌ اور تَسَابُقٌ (افتعال و تفاعل) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔

ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ ۔ ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف) گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔ یا ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔

== مُؤْمِنٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ایمان رکھنے والا۔ یقین کرنے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا ۔ آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔

۱۲: ۱۸ == وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ۔ کَذِبٍ ای ذِیْ کِذْبٍ ۔ مصدر کو صفت کے لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے۔ دَمٍ کَذِبٍ موصوف وصفت۔ عَلٰی قَمِیْصِہٖ ای فَوْقَ قمیصہ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَمِیْصِہٖ ۔ وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی قمیص پر لگا ہوا۔

== سَوَّلَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تَسْوِیْلٌ (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کو مزین کر کے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَلشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ (۴۷: ۲۵) شیطان نے یہ کام انہیں مزین کر دکھایا۔

== اَلْمُسْتَعَانُ ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (استفعال) سے مصدر' وہ جس سے اعانت طلب کی جائے ۔جس سے مدد مانگی جائے ۔ معاونت باہمی مدد کرنا۔ تعاون ایک دوسرے کے ساتھ مددگار ہونا۔

۱۲: ۱۹ == سَیَّارَۃٌ ۔ قافلہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)

== وَارِدَھُمْ ۔ اسم فاعل۔ مضاف ۔ ھُمْ مضاف الیہ۔ پانی پر پہنچنے والا۔ قافلہ کے آگے جاکر پانی کی تلاش کرنے والا سقہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔

== اَدْلٰی ۔ اس نے لٹکایا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ اِدْلَاءٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول

کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= یٰبُشْرٰی۔ واہ خوشخبری۔ ارے واہ۔ کلمہ تعجب و انبساط۔
= اَسَرُّوْهُ۔ اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا لیا سِرٌّ سے۔ سرر مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپالیا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔
= بِضَاعَةً۔ منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَةٌ پونجی۔ سامانِ تجارت بِضاعَةٌ بَضْعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا بڑا ٹکڑا۔ اسی سے ہے المِبْضَعُ (اسم آلہ) گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں فُلَانٌ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ۔ فلاں میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (یا کی کسر کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے اوپر اور دس سے کم۔
اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے بِضْعَ سِنِیْنَ۔ (۱۲:۴۲) چند سال۔

۱۲: ۲۰ = شَرَوْهُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شِرَاءٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (برائے یُوسف) اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔
= ثَمَنٍ بَخْسٍ۔ موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بَخْسٍ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے گھٹانے یا کم کرنے کو بَخْسٌ کہتے ہیں۔
= فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ۔ فِیْهِ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔
زَاهِدِیْنَ۔ الزُّهِیْدِ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے بے رغبتی کرنے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاهِدٌ فِی الشَّیْءِ کہا جاتا ہے پس وَکَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۱۲: ۲۱ = اَکْرِمِیْ۔ اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو با عزت کر۔
= مَثْوٰهُ۔ مَثْوٰی مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوٰی ظرف مکان مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا مقام۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثَوَاءٌ وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۴۷: ۱۲) اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ۔ اس کے قیام کو باعزت و اکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت و توقیر سے رکھنا۔
= کَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچاکر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلاکر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت و اکرام کا ٹھکانہ دلاکر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔
۱۲: ۲۱ = فِی الْاَرْضِ۔ ای فی ارض مِصْرَ۔ مصر کی سرزمین۔
= مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَكَّنَ يُمَكِّنُ تَمْكِيْنٌ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جماؤ بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دیئے
= وَلِنُعَلِّمَهٗ لام تعلیل کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ و تمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔
ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لاکر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرما دیں۔
۱۲: ۲۳ = رَاوَدَتْهُ۔ اس عورت نے اس کو پھسلایا۔ اس سے خواہش کی گفت و شنید کی الرَّوْدُ۔ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمدورفت کے ہیں رَاوَدَ يُرَاوِدُ مُرَاوَدَةً (مفاعلۃ) عَنْ نَّفْسِهٖ وعَلٰى نَفْسِهٖ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔ اَرَادَ يُرِيْدُ اِرَادَةً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رغبت کرنا۔ اَرْوَدَ يُرْوِدُ (افعال) اِرْوَادٌ۔ رُوَيْدٌ نرمی کرنا ...... فِی السَّيْرِ نرم رفتار سے چلنا۔
رَاوَدَتْهُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَيْتِهَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔
= غَلَّقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔
= هَيْتَ لَكَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ هَيْتَ لَكَ۔ لَكُمَا۔ لَكُمْ۔ لَكُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔
هَيْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اَسْرِعْ۔ اسم فعل بمعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔

= مَعَاذَ اللّٰهِ۔ مَعَاذَ۔ مصدر میمی اور اسم ہے۔ مضاف۔ اللّٰهِ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ (یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

عَوْذٌ اور مَعَاذٌ۔ کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہو جانا۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ میں (ہر گناہ سے) اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

= اِنَّهٗ رَبِّیْ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی۔ لہٰذا پہلی صورت میں رَبِّیْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا۔ اور دوسری صورت میں میرا رب یعنی میرا خدا ہوگا۔ اِنَّهٗ رَبِّیْ وہ میرا مربی ہے۔

= اَحْسَنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اچھا کیا۔ اس نے اچھا بنایا۔

= مَثْوَایَ۔ میرا ٹھکانہ۔ میری قیام گاہ۔ میری مہمانی۔ مضاف۔ مضاف الیہ

اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے۔ اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق پر بندوبست کیا ہے۔

= اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

۱۲:۲۴ = هَمَّتْ بِهٖ۔ اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا۔

اَلْهَمُّ کا معنی پگھلا دینے والے غم کے ہیں اور یہ هَمَمْتُ الشَّحْمَ فَانْهَمَّ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ میں نے چربی کو پگھلایا چنانچہ وہ پگھل گئی۔

اصل میں هَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو۔ (راغب)

هَمَّ بِالْاَمْرِ اِذَا قَصَدَهٗ وَعَزَمَ عَلَیْهِ۔ هَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا۔ (الکشاف) الهم هو المقاربة من الفعل من غير دخول فيه۔ هَمَّ کے معنی ہیں کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے۔ (الخازن)

هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا۔ اور وہ آدمی بھی اس عورت کا قصد کر لیتا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ اگر اس نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق شرط پہلے اور جزاء بعد میں آنا چاہئے تھی۔ اور کلام یوں چاہئے تھا۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ هَمَّ بِهَا۔ لیکن یہاں جزاء کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے۔ یہ طرز کلام شاذ نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے۔ مثلاً وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی

فَرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸: ۱۰) اور اُمِّ موسیٰ کا دل ایسا بیقرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط و مربوط نہ کر دیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اگر حضرت یوسف ؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ نیا جملہ ہے جس کی جزاء محذوف ہے (تو ضرور اس کے دام تزویر میں پھنس جاتا) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش زانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جوان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصًا جبکہ پیشقدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف سے ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی۔ (ضیاء القرآن)

مال الی مخالطتها بمقتضی الطبیعة البشریة کمیل الصائم فی الیوم الحار الی الماء البارد۔ ومثل ذٰلك۔ لایکاد یدخل تحت التکلیف (روح المعانی)

وہ مائل ہوئے بمقتضائے طبیعت بشریہ جیسا کہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے (لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے) اس قسم کا میلان قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

والمراد بهمه علیه السلام میل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختیاری (بیضاوی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلانِ طبیعت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی برہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لولا ان رّا برهان ربه) جوابه محذوف تقدیرہ لولا ان رّا برهان ربه لخالطها۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا۔ (خالَطَ جماع کرنا۔ (الفرائد الدرّیّه)

= بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ اپنے رب کی برہان ۔ اَلْبُرْهَانُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔ رُجْحَانٌ کی طرح فُعْلَانٌ کے وزن پر ہے۔

بعض کے نزدیک یہ بَرِہَ یَبْرَہُ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں بُرْهَان دلیلِ قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔ روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے جو اسے اس فعل قبیح سے منع کر رہے تھے۔

(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیز مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات و شفقت یاد آگئی ۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے ۔

(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (۱۷: ۳۲) زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی اور بُری راہ ہے

= كَذٰلِكَ ۔ ایسے ہی ۔ اسی کی طرح ۔ (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچالیا ۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔

= لِنَصْرِفَ ۔ تاکہ ہم دور کردیں ۔ نَصْرِفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام ۔ جمع متکلم ۔ الصَّرْفُ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا ۔ صَرَفَ عَنْهُ اس کی طرف سے پھیر دینا۔

= السُّوْٓءَ ۔ برائی ۔ برا فعل ۔ گناہ ۔ عیب

= الفَحْشَآءَ ۔ اَفْحَشُ فَحْشَاءُ فُحْشٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث فُحْشٌ مادہ۔ وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے ۔ بیحیائی کی بات ۔

= مُخْلَصِيْنَ ۔ برگزیدہ ۔ چنے ہوئے ۔ خالص ۔

۱۲: ۲۵ = وَاسْتَبَقَا ۔ اِسْتَبَقَ يَسْتَبِقُ اِسْتِبَاقٌ (افتعال) سَبْقٌ مادہ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب ۔ وہ دونوں دوڑے ۔ ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی ۔ اِسْتِبَاقٌ کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔

= قَدَّتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اس عورت نے پھاڑ دیا۔

= قَمِيْصَهٗ ۔ اس مرد کی قمیص کو ۔ یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پھاڑ دی ۔ قَدٌّ مادہ

= مِنْ دُبُرٍ۔ پیچھے سے۔ دُبُرٌ۔ پیٹھ۔ پشت۔
= اَلْفَیَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ انہوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ لَفْیٌ مادہ۔ اَلْفَیْتُ وَجَدْتُ۔ کسی چیز کو پالینا۔ بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا۔ (۲: ۱۷۰) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔
۱۲: ۲۶ = رَاوَدَتْنِیْ۔ اس عورت نے مجھ کو پھسلایا۔ ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳
= شَہِدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اَلشُّہُوْدُ وَالشَّہَادَۃُ۔ کسی چیز کا مشاہدہ کرنا۔ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
شہادت جب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا۔ (۷: ۱۷۲) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔
اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا۔ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَہْلِہَا۔ اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا۔ (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں۔ لہٰذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)
۱۲: ۲۸ = کَیْدِکُنَّ۔ تم عورتوں کی چال کَیْدٌ مصدر۔ اسم مصدر۔ اچھی تدبیر۔ بُری تدبیر۔ مکر وفریب۔ داؤ۔
۱۲: ۳۰ = تُرَاوِدُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ بہلاتی ہے۔ وہ پھسلاتی ہے۔ خواہش رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳۔ اور ۱۲: ۲۶۔
= فَتٰہَا۔ اس کا غلام۔ مضاف مضاف الیہ۔
اَلْفَتٰی۔ نوجوان۔ فَتَاۃٌ۔ نوجوان عورت فَتَآءٌ مصدر۔
بعدہٗ ہر دو فَتٰی و فَتَاۃٌ غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے۔
= شَغَفَہَا۔ شَغَفَ واحد مذکر غائب۔ ماضی۔ شَغَفَ یَشْغَفُ (فتح) شَغْفٌ سے۔ جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا۔ اس نے اس کو فریفتہ کر لیا۔
شَغَافٌ کے معنی پردۂ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَہَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ حُبًّا۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے
۱۲: ۳۱ = مَکْرِہِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا مکر۔ چال۔ مکّارانہ باتیں۔

(ملاحظہ ہو ۳ : ۵۴) الکشاف ۔ بیضاوی ۔ مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔ (اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا۔ غیبت کرنا) کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے۔ لہٰذا مکر بمعنی لعن وطعن طنز وتشنیع

= اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ ۔ ای دعتھن ۔ اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔

= اَعْتَدَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی ۔ اعتاد (اِفْعَالٌ) سے۔ عَتَّدَ وَاَعْتَدَ الشَّیْءَ ۔ تیار کرنا۔ عَتُدَ یَعْتُدُ الشَّیْءُ ۔ تیار ہونا۔ آمادہ ہونا۔ اَلْعَتِيْدِ ۔ تیار۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۱۸:۵۰) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار رہے۔

= مُتَّكَاً ۔ اسم ظرف مکان ۔ سہارا لگانے کی جگہ ۔ جس پر ٹیک لگائی جائے۔ گاؤ تکیہ مسند وغیرہ ۔ اِتَّكَاَ يَتَّكِاُ اِتِّكَاءٌ (افتعال) عَلَى السَّرِيْرِ ۔ تخت پر سہارا لے کر بیٹھنا۔ تَوَكَّاَ عَلٰى عَصَاهُ ۔ سہارا لگانا۔ ٹیک لگانا۔ مجازاً مراد کھانا ہے۔ یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں۔ امام رازی کا قول ہے مُتَّكَاً سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو۔

= اُخْرُجْ ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) خُرُوْجٌ سے (اے یوسف ذرا) باہر تو نکل

= اَكْبَرْنَهٗ ۔ ماضی جمع مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اِكْبَارٌ (اِفْعَالٌ) سے ان عورتوں نے اس کو بڑا سمجھا۔ ای اعظمنہ ۔ اس کو انہوں نے عظیم پایا۔ مراد یہ کہ اس کے حسنِ بیمثال کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ دم بخود ہو گئیں۔

= قَطَّعْنَ ۔ انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے۔ تَقْطِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) سے ماضی جمع مؤنث غائب مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔

= حَاشَ لِلّٰهِ ۔ کلمہ تعجب ۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰهِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا۔

= مَا هٰذَا بَشَرًا ۔ میں مَا نافیہ ہے اور عاملہ ہے اور لَيْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی خبر منصوب ہو گی ۔ قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے۔ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ (۵۸:۲) وہ عورتیں (یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔

مَا مشابہ بِلَيْسَ کی اور مثال مَا زَيْدٌ قَائِمًا ۔ (زید کھڑا نہیں ہے) ای لَيْسَ زَيْدٌ قَائِمًا ۔

= اِنْ هٰذَا ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۲ : ۳۲ ۔ لُمْتُنَّنِيْ ۔ لُمْتُنَّ ۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ نِيْ مفعول لَوْمٌ سے (باب نصر) تم عورتوں نے مجھے ملامت کی ۔ لَوْمَةٌ ملامت ۔ لَائِمٌ ملامت کرنیوالا ۔ لَوْمَةَ لَائِمٍ

(۵:۵۴) ملامت گر کی ملامت۔
= فِیْہِ۔ جس کے بارہ میں
= ذٰلِکُنَّ۔ ذٰ۔ اسم اشارہ۔ یہ۔ یہی۔ کُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب خطاب کے لئے ہے۔
ذٰلِکُنَّ الَّذِیْ۔ اے عورتو یہی ہے وہ شخص
= اِسْتَعْصَمَ۔ اس نے بچالیا۔ اس نے تھام لیا۔ اس نے روک لیا۔ اِسْتِعْصَامٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔
= لَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ لام غیر عاملہ ہے۔ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ اگر اس نے نہ کیا۔
= مَآ اٰمُرُہٗ۔ مَا موصولہ ہے۔ اور ضمیرہٗ کا مرجع ہے۔ ای مَآ اٰمُرُہٗ بِہٖ جس کا میں حکم دوں یا مَا مصدریہ ہے۔ اور ہٗ ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے۔ ای ولئن لم یفعل امری ایاہ۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔
= لَیُسْجَنَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا۔
= لَیَکُوْنًا۔ لام تاکید بانون خفیفہ۔ جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا۔ وہ یقیناً ہوگا
= صَاغِرِیْنَ۔ ذلیل وخوار۔ صَغَارٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ جر۔ صَاغِرٌ واحد صَغُرَ (کَرُمَ) صِغَرٌ۔ صُغْرٌ۔ صَغَارٌ۔ ذلیل وخوار ہونا۔ اور صِغَرٌ۔ صَغَرٌ۔ صَغَارَۃٌ۔ چھوٹا ہونا۔ صَغِیْرٌ۔ چھوٹا۔

۱۲:۳۳ = رَبِّ۔ ای یا رَبِّیْ اے میرے رب۔
= اَحَبُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ پیارا۔ زیادہ عزیز۔
= یَدْعُوْنَنِیْ۔ یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب دَعْوَۃٌ سے (باب نصر) نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے بلاتی ہیں۔
= اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ صرف عن۔ کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا۔ ہٹا دینا۔ لَا تَصْرِفْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اگر تو ان کے چرتر کو مجھ سے پھیر نہ دیگا ہٹا نہ دے گا۔ یا دور نہ کردے گا۔
= اَصْبُ۔ صَبَا یَصْبُوْا (باب نصر) صَبْوَۃٌ وصَبُوٌّ۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ اَصْبُ مضارع واحد متکلم۔ میں مائل ہو جاؤں گا۔ اَصْبُ اصل میں اَصْبُوْ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے واؤ حذف ہو گیا۔

= اَکُنْ اصل میں اَکُوْنُ تھا۔ مضارع واحد متکلم۔ جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہوکر واؤ بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہوجاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ یَبْدُوْا (نصر) بَدْوٌ و بَدَاءٌ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہوجانے کے ہیں ۔ ظاہر ہوگیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَھُمْ سَیِّئٰاتُ مَاکَسَبُوْا (۳۹: ۴۷) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہوجائیں گی۔

اَلْبَدْوُ۔ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَاءَ بِکُمْ مِنَ الْبَدْوِ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحرا) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدْوٌ بمعنی بَادِیَۃٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدْوٌ بَادِیَۃٌ (صحرا) کہا جاتا ہے۔

= لَھُمْ میں ضمیر عزیز مصر اور اس کے اہل و اقرباء وغیرہ کے لئے ہے ۔ بَدَا لَھُمْ ان پر ظاہر ہوگیا انہوں نے یہی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَارَاَوُا الْاٰیٰتِ بعد اس کے کہ وہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَیَسْجُنُنَّہٗ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کہ وہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرٰنِیْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں ۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے مضارع واحد متکلم نون وقایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں نچوڑتا ہوں عَصَرَ یَعْصِرُ (ضرب) عَصْرٌ سے جس کے معنی نچوڑنے کے ہیں۔

= نَبِّئْنَا۔ ہمیں آگاہ کر۔ تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم امر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا یَاْتِیْکُمَا۔ مضارع منفی مجزوم بوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُمَا۔

ضمیر تثنیہ مفعول۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس

= تُرْزَقٰنِہٖ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔

= نَبَّاْتُکُمَا۔ میں تم دونوں کو آگاہ کردوں گا۔ ماضی (بمعنی مضارع) واحد متکلم۔ کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر۔

= یَاْتِیَکُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب کُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر حاضر منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے۔

= ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے (یہ کہانت اور قیافہ شناسی نہیں ہے)

= تَرَکْتُ۔ میں نے ترک کردیا۔ چھوڑ دیا۔ تَرْکٌ سے مضارع واحد متکلم۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تَرْکٌ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔

= مِلَّۃَ۔ دین۔ مذہب

۱۲: ۳۸ = مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں۔

۱۲: ۳۹ = یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ۔ صَاحِبَیْ۔ دو ساتھی۔ دو رفیق۔

صَاحِبَیْ اصل میں صَاحِبَیْنِیْ (میرے دو ساتھی) تھا۔ منادیٰ۔ (صَاحِبَیْنِ) یؔ (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گر گئی۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ مل کر السِّجْنِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قیدخانہ کے میرے دو ساتھیو!

= ءَاَرْبَابٌ۔ رَبٌّ کی جمع۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا جدا جدا بہت سے ربّ بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ۔ جو سب پر غالب ہو۔ یعنی جدا جدا بہت سارے ربّ بہتر نہیں ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ ہو جو سب پر غالب ہو۔

۱۲: ۴۰ = مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)

= بِهَا۔ میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے ازخود نامزد کر رکھا ہے
= سُلْطَانٍ۔ حجت۔ سند۔
= الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک سیدھا۔
۱۲: ۴۱ = یَسْقِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ پلائیگا۔ سَقْیٌ مصدر (باب ضرب)
= رَبَّهٗ۔ اپنے مالک کو۔
= یُصْلَبُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ صَلْبٌ مصدر (ضَرَبَ)، وہ سولی دیا جائیگا
= قُضِیَ الْاَمْرُ۔ بات فیصلہ ہوچکی ہے۔ یہ امر (اسی طرح) مقدر ہوچکا ہے۔
= تَسْتَفْتِیٰنِ۔ تم دونوں پوچھتے ہو۔ تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔
اِسْتِفْتَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ فَتْیٌ مادہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔
۱۲: ۴۲ نَاجٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں نَاجِیٌ تھا۔ نَجَاۃٌ مصدر (نصر) نَجَا یَنْجُوْ نَجَاۃٌ وَ نَجَاءٌ وَ نَجَایَۃٌ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ نَجْیٌ مادہ۔
= فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا
= بِضْعَ سِنِیْنَ۔ بِضْعَ۔ چند۔ کئی۔ بعض کے نزدیک ۳۔ سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ کئی سال۔
۱۲: ۴۳ = سِمَانٍ۔ موٹی۔ سَمِیْنٌ کی جمع جو بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ السِّمَنُ کے معنی موٹاپا کے ہیں۔ اور یہ ھُزَالٌ کی ضد ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ (۸۸: ۷) جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔
= عِجَافٌ۔ لاغر۔ دُبلی۔ اَعْجَفُ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبلا کے ہیں اس کی مؤنث عَجْفَاءُ ہے اور جمع عِجَافٌ۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر اس کی جمع عُجْفٌ چاہئے تھی۔
دراصل یہ نَصْلٌ اَعْجَفُ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مویشی دبلے ہوگئے
= سُنْبُلٰتٍ۔ بالیں۔ خوشے۔ سُنْبُلَۃٌ کی جمع۔

= خُضْرٍ۔ سبز۔ ہرے۔ اَخْضَرُ۔ خَضْرَاءُ۔ خُضْرٌ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے
= یٰبِسٰتٍ۔ اسم فاعل جمع مؤنث یَابِسَۃٌ کی جمع یُبْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) سوکھی ہوئی۔ جو سبز اور تروتازہ نہ ہو۔
= اَفْتُوْنِیْ۔ مجھے جواب دو۔ مجھ کو بتاؤ۔ اَفْتُوْا۔ اِفْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)
= تَعْبُرُوْنَ۔ اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو۔ عِبَارَۃٌ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر)

۱۲: ۴۴ = اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ۔ خیالی خواب۔ پریشان خواب۔ اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے ریحان۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے۔ قرآن میں ہے خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا (۳۸: ۴۴) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو۔ اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں۔ چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا۔ مضاف مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ۔ حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری۔ عقل۔
= اَلْاَحْلَامُ۔ المنامات الباطلہ۔ خواب ہائے پریشان۔

۱۲: ۴۵ = نَجَا۔ اس نے نجات پائی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= اِدَّکَرَ۔ اس کو یاد آیا۔ اِدِّکَارٌ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں اِذْتَکَرَ تھا۔ ت کو دال میں بدلا۔ اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا۔
= اُمَّۃٍ۔ مدت۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ (۱۱: ۸) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کردیں۔
= اُمَّۃٍ کے معنی اُمت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین بھی ہیں
= اُنَبِّئُکُمْ۔ میں تم کو بتاتا ہوں۔ خبر دیتا ہوں۔ بتائے دیتا ہوں۔

۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا۔ ہمیں بتا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔

۱۲: ۴۷ = تَزْرَعُوْنَ۔ تم کاشت کروگے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَرْعٌ (باب فتح) سے بمعنی کھیتی کرنا۔ اگانا۔
= دَاَبًا۔ دَاَبَ یَدْاَبُ (نصر۔ فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور

مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں دَاَبًا بمعنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاؤ/ قرآن مجید میں ہے کہ: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (۸:۵۴) آلِ فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُّمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کرو) حَصَادٌ سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوْهُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۱۲:۴۸ = سَبْعٌ شِدَادٌ۔ سات سال بہت سخت

= يَأْكُلْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اَكْلٌ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدَّمْتُمْ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے ہیں

= مَا تُحْصِنُوْنَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔ صرف وہی تھوڑا سارہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑ دو گے حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۱۲:۴۹ = يُغَاثُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مادہ غَوْثٌ و غَيْثٌ ہے الغیث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (۸:۹) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے يَسْتَغِيْثُوْنَ (غَيْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

يُغَاثُ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَغَاثَ يُغِيْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثَ يَغِيْثُ سے (باب ضرب)

آیت ہذا میں يُغَاثُ (مضارع مجہول) غَيْثٌ مصدر سے ہے (باب ضَرَبَ) مینہ برسایا جائے گا۔ يُغَاثُ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔

= فِیْهِ میں ہٖ ضمیر عامٌ (سال) کے لئے ہے ۔
= یَعْصِرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَصْرٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ رس نچوڑیں گے ۔
(یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)
۱۲: ۵۰ = بَالُ ۔ حال ۔ خبر ۔ جس حال کی پرواہ کی جائے وہ بال کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت میں دل جمنے لگے اس کو بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازًا اس کے معنی دل اور جی کے بھی آتے ہیں
مَا بَالُ النِّسْوَۃِ (ان) عورتوں کی حقیقت حال کیا تھی ؟
۱۲: ۵۱ = قَالَ ۔ بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر پوچھا !
= مَا خَطْبُکُنَّ ۔ تم عورتوں کا کیا معاملہ تھا ۔
اَلْخَطْبُ وَ الْمُخَاطَبَۃُ وَ التَّخَاطُبُ باہم گفتگو کرنا ۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی سے خُطْبَۃٌ اور خِطْبَۃٌ کا لفظ ہے لیکن خُطْبَۃٌ وعظ و نصیحت کے معنی میں آتا ہے اور خِطْبَۃٌ کے معنی ہیں نکاح کا پیغام ۔
اَلْخَطْبُ ۔ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت تخاطب ہو جیسے آیۃ ہذا ۔ یا فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ ۔ (۲۰: ۹۵) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے ۔
= رَاوَدْتُّنَّ ۔ تم (عورتوں) نے پھسلایا ۔ تم نے بہلایا ۔ مُرَاوَدَۃٌ سے جس کے معنی دوسرے کو کسی کام پر پھسلانا ۔ یا آمادہ کرنا جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو ۔ ماضی جمع مؤنث حاضر ۔ رود مادہ ۔
= حَاشَ لِلّٰہِ ۔ کلمہ تعجب ۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ تھا ۔ الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱ ۔
= مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ ہم نہیں جانتیں اس کے خلاف کوئی برائی ۔
= اَلْـٰٔنَ ۔ اب ۔ ظرف زمان ہے ۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے ۔
= حَصْحَصَ الْحَقُّ ۔ کے معنی ہیں کہ حق بات جو کسی دباؤ کی وجہ سے چھپی ہوئی تھی اب اس دباؤ کے دور ہونے کی وجہ سے واضح ہو کر سامنے آگئی ہے ۔ حصّ و حَصْحَصَ (ثلاثی و رباعی) دونوں طرح آتا ہے جیسے کَفَّ و کَفْکَفَ عَنْ ۔ دور رکھنا ۔ دور کرنا ۔ کسی کو بچانا ۔ اور کَبَّ و کَبْکَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجْھِہٖ ۔ پچھاڑ دینا ۔
۱۲: ۵۲ = ذٰلِکَ ۔ (یہاں سے حضرت یوسف کا کلام شروع ہوتا ہے) میں نے اس لئے

اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیز مصر کو اطمینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ اَخُنْهُ۔ لَمْ اَخُنْ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بَلَمْ۔ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب عزیز مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَیْبِ۔ اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا یَھْدِیْ۔ کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا

= الْخَائِنِیْنَ۔ خیانت کرنے والے۔ دغاباز۔ خِیَانَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

رُموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کردی ہیں جن کو رُموزِ اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رُموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

جہاں بات پوری ہوجاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقفِ لازم کی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہوجائے اس کی مثال اُردو میں یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو، جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہوجائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہوجائے گا!

ط وقفِ مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے

ج وقفِ جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے

ز علامت وقفِ مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقفِ مرخص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا ز کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!

صلے: الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔
ق: قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔
صل: قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔
قف: یہ لفظ قِفْ ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملاکر پڑھنے کا احتمال ہو۔
س یا سکتہ: سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے:
وقفۃ: لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔
سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ

لا: لاؔ کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔
ك: کذلک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے!

ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مطابق

(۱) **المنزل الاوّل** : سورۃ الفاتحہ (شمار سورۃ نمبر ۱) کی آیت نمبر (۱) سے لے کر سورۃ النساء (شمار سورۃ نمبر ۴) کی آخر آیت تک۔

(۲) **المنزل الثانی** : سورۃ المائدہ (شمار سورۃ نمبر ۵) کی اوّل آیۃ سے لے کر سورۃ توبہ (شمار سورۃ نمبر ۹) کی آخر آیت تک۔

(۳) **المنزل الثالث** : سورۃ یونس (شمار سورۃ نمبر ۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورۃ النحل شمار سورۃ نمبر ۱۶ کی آخر آیت تک

(۴) **المنزل الرابع** : سورۃ بنی اسرائیل (شمار سورۃ نمبر ۱۷) کی اوّل آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورۃ نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک

(۵) **المنزل الخامس** : سورۃ الشعراء (شمار سورۃ نمبر ۲۶) کی اول آیۃ سے لے کر سورۃ یٰسین (شمار سورۃ نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک

(۶) **المنزل السادس** : سورۃ صافات (شمار سورۃ نمبر ۳۷) کی آیت اوّل سے لے کر سورۃ الحجرات شمار سورۃ نمبر ۴۹ کی آخر آیت تک :

(۷) **المنزل السابع** : سورۃ ق (شمار سورۃ نمبر ۵۰) آیت اوّل سے لے کر سورۃ الناس (شمار سورۃ نمبر ۱۱۴ کی آخر آیت تک :

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بلحاظ پارہ

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ	شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۱	سورۃ فاتحہ		۱	۲۳	سورۃ مومنون		۱۸
۲	سورۃ بقرہ		۱-۲-۳	۲۴	سُورۃ النُور		۱۸
۳	سورۃ آل عمران		۳، ۴	۲۵	سورۃ فرقان		۱۸-۱۹
۴	سورۃ نساء		۴-۵-۶	۲۶	سورۃ شعراء		-۱۹-
۵	سورۃ مائدہ		۶-۷-	۲۷	سُورۃ نمل		۱۹-۲۰
۶	سورۃ انعام		۷-۸	۲۸	سُورۃ قصص		۲۰
۷	سورۃ اعراف		۸-۹	۲۹	سورۃ عنکبوت		۲۰-۲۱
۸	سورۃ انفال		۹-۱۰	۳۰	سُورۃ روم		۲۱
۹	سُورۃ توبہ		۱۰-۱۱	۳۱	سُورۃ لقمان		۲۱
۱۰	سورۃ یونس		۱۱	۳۲	سورۃ سجدہ		۲۱
۱۱	سُورۃ ہُود		۱۱-۱۲	۳۳	سورۃ احزاب		۲۱-۲۲
۱۲	سُورۃ یُوسف		۱۲-۱۳	۳۴	سُورۃ سباء		۲۲
۱۳	سورۃ الرعد		۱۳	۳۵	سورۃ فاطر		۲۲
۱۴	سورۃ ابراہیم		۱۳	۳۶	سورۃ یٰسین		۲۲ : ۲۳
۱۵	سورۃ حجر		۱۳-۱۴	۳۷	سُورۃ صافات		۲۳
۱۶	سورۃ نحل		۱۴	۳۸	سورۃ ص		۲۳
۱۷	سورۃ بنی اسرائیل		۱۵	۳۹	سُورۃ زُمر		۲۳-۲۴
۱۸	سورۃ کہف		۱۵-۱۶	۴۰	سورۃ مُومن		۲۴
۱۹	سُورۃ مریم		۱۶	۴۱	سورۃ حٰم سجدہ		۲۴ : ۲۵
۲۰	سُورۃ طٰہٰ		۱۶	۴۲	سورۃ شوریٰ		۲۵
۲۱	سورۃ انبیاء		۱۷	۴۳	سُورۃ زُخرف		۲۵
۲۲	سورۃ الحج		۱۷	۴۴	سورۃ دُخان		۲۵

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۴۵	سورۃ جاثیہ		۲۵
۴۶	سورۃ احقاف		۲۶
۴۷	سورۃ محمّد		۲۶
۴۸	سورۃ فتح		۲۶
۴۹	سورۃ حجرات		۲۶
۵۰	سورۃ قٓ		۲۶
۵۱	سورۃ ذاریات		۲۶-۲۷
۵۲	سورۃ طور		۲۷
۵۳	سورۃ النجم		۲۷
۵۴	سورۃ قمر		۲۷
۵۵	سورۃ رحمان		۲۷
۵۶	سورۃ واقعہ		۲۷
۵۷	سورۃ حدید		۲۷
۵۸	سورۃ مجادلہ		۲۸
۵۹	سورۃ حشر		۲۸
۶۰	سورۃ ممتحنۃ		۲۸
۶۱	سورۃ صف		۲۸
۶۲	سورۃ جمعہ		۲۸
۶۳	سورۃ منافقون		۲۸
۶۴	سورۃ تغابن		۲۸
۶۵	سورۃ طلاق		۲۸
۶۶	سورۃ تحریم		۲۸
۶۷	سورۃ ملک		۲۹
۶۸	سورۃ قلم		۲۹
۶۹	سورۃ حاقہ		۲۹
۷۰	سورۃ معارج		۲۹
۷۱	سُورۃ نُوح		۲۹
۷۲	سُورۃ جنّ		۲۹
۷۳	سورۃ مزّمّل		۲۹
۷۴	سورۃ مدّثّر		۲۹
۷۵	سورۃ قیامۃ		۲۹
۷۶	سورۃ دھر		۲۹
۷۷	سورۃ مرسلات		۲۹
۷۸	سورۃ نباء		۳۰
۷۹	سورۃ نازعات		۳۰
۸۰	سورۃ عبس		۳۰
۸۱	سورۃ التکویر		۳۰
۸۲	سورۃ انفطار		۳۰
۸۳	سورۃ مطففین		۳۰
۸۴	سورۃ انشقاق		۳۰
۸۵	سورۃ بروج		۳۰
۸۶	سُورۃ طارق		۳۰
۸۷	سُورۃ الاعلیٰ		۳۰
۸۸	سُورۃ غاشیہ		۳۰
۸۹	سُورۃ الفجر		۳۰
۹۰	سُورۃ بلد		۳۰
۹۱	سُورۃ شمس		۳۰
۹۲	سورۃ لیل		۳۰
۹۳	سورۃ ضحیٰ		۳۰
۹۴	سُورۃ انشراح		۳۰

ترتیب قرآن مجید بلحاظ پارہ

حصّہ اوّل

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱	الٓمٓ	۱	۷	وَاِذَا سَمِعُوْا	۴۰۹
۲	سَیَقُوْلُ	۱۱۵	۸	وَلَوْ اَنَّنَا	۴۵۵
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۲۱۳	۹	قَالَ الْمَلَاُ	۵۰۱
۴	لَنْ تَنَالُوْا	۲۸۵	۱۰	وَاعْلَمُوْا	۵۵۳
۵	وَالْمُحْصَنٰتُ	۳۲۹	۱۱	یَعْتَذِرُوْنَ	۶۰۹
۶	لَا یُحِبُّ اللّٰهُ	۳۷۱	۱۲	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	۶۶۷

حصّہ دوم

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱۳	وَمَا اُبَرِّئُ	۱	۱۸	قَدْ اَفْلَحَ	۳۷۶
۱۴	رُبَمَا	۶۱	۱۹	وَقَالَ الَّذِیْنَ	۴۵۱
۱۵	سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ	۱۲۷	۲۰	اَمَّنْ خَلَقَ	۵۴۷
۱۶	قَالَ اَلَمْ	۲۰۸	۲۱	اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ	۶۲۸
۱۷	اِقْتَرَبَ	۲۹۸	—	— — —	— — —

ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

حصہ اوّل

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوعات	مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی	
۲	البقرۃ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵		مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۳-۴	۲۰۰	۲۵		〃
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۴-۵-۶	۱۷۶	۲۴		〃
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷-	۱۲۰	۱۶		〃
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۷-۸	۱۶۵	۲۵	مکی	
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکّی	
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰		مدنی
۹	التوبۃ	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶		〃
۱۰	یُونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکّی	
۱۱	ھُود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	〃	
۱۲	یُوسُف	۵۳	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	〃	

حصہ دوئم

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوعات	مکی	مدنی
۱۳	الرّعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکّی	
۱۴	ابراھیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	〃	
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	〃	
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	〃	
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	〃	
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	〃	
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	〃	

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طٰہٰ	۴۵	۲۵۱	۱۶	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	//	
۲۲	الحج	۵۳	۳۳۴	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۳۶۷	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	//	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۸-۱۹	۷۷	۶	//	
۲۶	الشعراء	۴۰	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	//	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۳	۱۹-۲۰	۹۳	۷	//	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	//	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۰-۲۱	۶۹	۷	//	
۳۰	الرّوم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	//	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۴	//	
۳۲	السّجدۃ	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	//	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۱-۲۲	۷۳	۹		مدنی

ترتیب نزول ؑ

مرتبۂ علماءِ ازہرؒ

مکیؑ

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۱	اَلعَلَق	۹۶	۱۹	
۲	اَلقَلَم	۶۸	۵۲	آیات ۱۷ تا ۳۲ اور ۴۸ تا ۵۰ مدنی ہیں
۳	اَلمُزَمِّل	۷۳	۲۰	آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔
۴	اَلمُدَّثِّر	۷۴	۸۶	
۵	اَلفَاتِحَۃ	۱	۷	
۶	اللَّھَب	۱۱۱	۵	
۷	التکویر	۸۱	۲۹	
۸	اَلاَعلیٰ	۸۷	۱۹	
۹	اَللَّیل	۹۲	۲۱	
۱۰	اَلفَجر	۸۹	۳۰	
۱۱	اَلضُّحیٰ	۹۳	۱۱	
۱۲	اَلَم نَشرَح	۹۴	۸	
۱۳	اَلعَصر	۱۰۳	۳	
۱۴	اَلعٰدِیٰت	۱۰۰	۱۱	
۱۵	اَلکَوثَر	۱۰۸	۳	
۱۶	اَلتَّکَاثُر	۱۰۲	۸	
۱۷	اَلمَاعُون	۱۰۷	۷	پہلی تین آیات مدنی ہیں
۱۸	اَلکَافِرُون	۱۰۹	۶	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ	تفصیل
۱۹	اَلفِیل	۱۰۵	۵	
۲۰	اَلفَلَق	۱۱۳	۵	
۲۱	اَلنَّاس	۱۱۴	۶	
۲۲	اَلاِخلَاص	۱۱۲	۴	
۲۳	اَلنَّجم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عَبَسَ	۸۰	۴۲	
۲۵	اَلقَدر	۹۷	۵	
۲۶	اَلشَّمس	۹۱	۱۵	
۲۷	اَلبُرُوج	۸۵	۲۲	
۲۸	اَلتِّین	۹۵	۸	
۲۹	قُرَیش	۱۰۶	۴	
۳۰	اَلقَارِعَۃ	۱۰۱	۱۱	
۳۱	اَلقِیٰمَۃ	۷۵	۴۰	
۳۲	اَلہُمَزَۃ	۱۰۴	۹	
۳۳	اَلمُرسَلٰت	۷۷	۵۰	آیت ۴۸ مدنی ہے
۳۴	قٓ	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ ” ”
۳۵	اَلبَلَد	۹۰	۲۰	
۳۶	اَلطَّارِق	۸۶	۱۷	
۳۷	اَلقَمَر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	صٓ	۳۸	۸۸	
۳۹	اَلاَعرَاف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	اَلجِنّ	۷۲	۲۸	
۴۱	یٰسٓ	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	اَلفُرقَان	۲۵	۷۷	آیات ۶۸ تا ۷۰ مدنی ہے
۴۳	فَاطِر	۳۵	۴۵	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۴۴	مَرْیَم	۱۹	۹۸	آیات ۵۸ و ۷۱ مدنی ہیں
۴۵	طٰہٰ	۲۰	۱۳۵	آیات ۱۳۰ و ۱۳۱ مدنی ہیں
۴۶	اَلْوَاقِعَۃ	۵۶	۹۶	آیات ۸۱، ۸۲ " "
۴۷	اَلشُّعَرَاء	۲۶	۲۲۷	آیات ۱۹۷، ۲۲۴ تا ۲۲۷ مدنی ہیں
۴۸	اَلنَّمْل	۲۷	۹۳	
۴۹	اَلْقَصَص	۲۸	۸۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مدنی ہیں اور آیت ۸۵ دورانِ ہجرت جُحفہ کے مقام پر نازل ہوئی
۵۰	اَلْاِسْرَاء	۱۷	۱۱۱	آیات ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۵۷ اور ۷۳ تا ۸۰ مدنی ہیں
۵۱	یُوْنُس	۱۰	۱۰۹	آیات ۴۰ و ۹۴، ۹۵، ۹۶ مدنی ہیں
۵۲	ھُوْد	۱۱	۱۲۳	آیات ۱۲، ۱۷، ۱۱۴ مدنی ہیں
۵۳	یُوْسُف	۱۲	۱۱۱	آیات ۱ تا ۳ اور ۷ مدنی ہیں۔
۵۴	اَلْحِجْر	۱۵	۹۹	آیت ۸۷ مدنی ہے
۵۵	اَلْاَنْعَام	۶	۱۶۵	آیات ۲۰، ۲۳، ۹۱، ۹۲، ۱۱۴، ۱۴۲ اور ۱۵۱ تا ۱۵۳ مدنی ہیں۔
۵۶	اَلصّٰفّٰت	۳۷	۱۸۲	
۵۷	لُقْمٰن	۳۱	۳۴	آیات ۲۷ تا ۲۹ مدنی ہیں
۵۸	سَبَا	۳۴	۵۴	آیت ۶ مدنی ہے
۵۹	الزُّمَر	۳۹	۷۵	آیات ۵۲ تا ۵۴ مدنی ہے
۶۰	الغافر (مومن)	۴۰	۸۵	آیات ۵۶، ۵۷ مدنی ہے
۶۱	فُصِّلَتْ (حٰمٓ سجدہ)	۴۱	۵۴	
۶۲	الشُّوْرٰی	۴۲	۵۳	آیات ۲۳ تا ۲۵ اور ۲۷ مدنی ہیں
۶۳	اَلزُّخْرُف	۴۳	۸۹	آیت ۵۴ مدنی ہے
۶۴	اَلدُّخَان	۴۴	۵۹	
۶۵	اَلْجَاثِیَۃ	۴۵	۳۷	آیت ۱۴ مدنی ہے۔
۶۶	اَلْاَحْقَاف	۴۶	۳۵	آیات ۱۰، ۱۵، ۳۵ مدنی ہیں۔

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۶۷	اَلذّٰارِیٰت	۵۱	۶۰	
۶۸	اَلغَاشِیَۃ	۸۸	۲۶	
۶۹	اَلکَہف	۱۸	۱۱۰	آیات ۳۸، ۸۳تا۱۰۱ مدنی ہیں
۷۰	اَلنَّحل	۱۶	۱۲۸	آخری ۳ آیات مدنی ہیں
۷۱	نُوح	۷۱	۲۸	
۷۲	اِبرٰاھِیم	۱۴	۵۲	آیات ۲۸، ۲۹ مدنی ہیں
۷۳	اَلاَنبِیَاء	۲۱	۱۱۲	
۷۴	المؤمِنُونَ	۲۳	۱۱۸	
۷۵	اَلسَّجدَۃ	۳۲	۳۰	آیات ۱۶تا۲۰ مدنی ہیں۔
۷۶	اَلطُّور	۵۲	۴۹	
۷۷	اَلمُلک	۶۷	۳۰	
۷۸	اَلحَاقَّۃ	۶۹	۵۲	
۷۹	المَعَارِج	۷۰	۴۴	
۸۰	النَّبَا	۷۸	۴۰	
۸۱	اَلنّٰزِعٰت	۷۹	۴۶	
۸۲	اَلاِنفِطَار	۸۲	۱۹	
۸۳	اَلاِنشقاق	۸۴	۲۵	
۸۴	اَلرُّوم	۳۰	۶۰	آیت ۱۷ مدنی ہے
۸۵	اَلعَنکَبُوت	۲۹	۶۹	آیات ۱تا۱۱ مدنی ہے
۸۶	اَلمُطَفِّفِینَ	۸۳	۲۶	

مَدنی

نمبرشمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات تسمیہ کے بغیر	تفصیل
۱	اَلبقرۃ	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی
۲	اَلاَنفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	اٰلعِمرَان	۳	۲۰۰	
۴	اَلاَحزَاب	۳۳	۷۳	
۵	اَلمُمتَحِنَۃ	۶۰	۱۳	
۶	اَلنِّسَآء	۴	۱۷۶	
۷	اَلزِّلزَال	۹	۸	
۸	اَلحَدِید	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّد	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	اَلرَّعد	۱۳	۴۳	
۱۱	اَلرَّحمٰن	۵۵	۷۸	
۱۲	اَلدَّھر	۷۶	۳۱	
۱۳	اَلطَّلَاق	۶۵	۱۲	
۱۴	اَلبَیِّنَۃ	۹۸	۸	
۱۵	اَلحَشر	۵۹	۲۴	
۱۶	اَلنُّور	۲۴	۶۴	
۱۷	اَلحَجّ	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	اَلمُنٰفِقُون	۶۳	۱۱	
۱۹	اَلمُجَادلَۃ	۵۸	۲۲	
۲۰	اَلحُجُرَات	۴۹	۱۸	
۲۱	اَلتَّحرِیم	۶۶	۱۲	
۲۲	اَلتَّغَابُن	۶۴	۱۸	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	
۲۳	اَلصَّفُ	۶۱	۱۴	
۲۴	اَلْجُمُعَۃ	۶۲	۱۱	
۲۵	اَلْفَتْح	۴۸	۲۹	حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !
۲۶	اَلْمَائِدَۃ	۵	۱۲۰	آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی
۲۷	التَّوْبَۃ	۹	۱۲۹	آخری دو آیات مکی ہیں
۲۸	اَلنَّصْر	۱۱۰	۳	حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی ۔

مآخذِ کتاب

لُغَات

(۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی) مؤلفہ ابراہیم مصطفیٰ۔حامد عبدالقادر وغیرہ
(۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
(۳) فیروز اللغات (عربی - اردو)
(۴) الفرائد الدّریہ۔ از جے-جی ہاوہ (عربی-انگریزی)
(۵) منتہی الارب فی لغات العرب۔ از عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
(۶) کلمات القرآن تفسیرٌ وبیانٌ۔ از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریّہ
(۷) مفردات القرآن۔ از امام راغب اصفہانی۔ اردو ترجمہ محمد عبدہٗ فیروز پوری
(۸) لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی ومولانا سید عبدالدائم الجلالی،
ندوۃ المصنفین۔ ۶ جلد
(۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔
(۱۰) روح المعانی۔از علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، آلوسی بغدادیؒ
(۱۱) تفسیر بیضاوی۔ از ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاویؒ
(۱۲) الکشاف۔ از ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمیؒ
(۱۳) تفسیر الخازن۔ از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازنؒ
(۱۴) مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔ از ابوالبرکات عبداللہ بن محمود النسفیؒ
(۱۵) اضواء القرآن۔ تفسیر القرآن بالقرآن۔ از محمد الامین بن محمد المختار الجکنی والشنقطی
(۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی وجلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ
(۱۷) تفسیر مظہری۔از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ فارسی سے ترجمہ۔از مولانا سید عبدالدائم
الجلالی۔
(۱۸) تفسیر ابن کثیر۔ از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصروی ثم الدمشقی (لقب عمادالدین)
(۱۹) قرآن حکیم۔ ترجمہ وتفسیر (انگریزی) عبداللہ یوسف علی۔

۲۰ ۔ تفسیر حقانی ۔ از مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی رح
۲۱ ۔ بیان القرآن ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح
۲۲ ۔ ترجمان القرآن ۔ از مولانا ابو الکلام احمد آزاد رح
۲۳ ۔ تفسیر ماجدی ۔ از مولانا عبد الماجد دریابادی رح
۲۴ ۔ ضیاء القرآن ۔ از پیر کرم شاہ ایم اے (الازہر) بھیرہ۔
۲۵ ۔ تفہیم القرآن ۔ از ابو الاعلیٰ مودودی رح

تراجم : ۲۶ ۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری
۲۷ ۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈیوک پکتھال
۲۸ ۔ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری رح
۲۹ ۔ قرآن مجید ۔ اردو ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی رح
صرف و نحو ۳۰ ۔ کتاب الصرف و کتاب النحو ۔ از مولانا عبد الرحمٰن امرتسری رح
۳۱ ۔ علم الصرف و علم النحو ۔ از مولوی مشتاق احمد چرتھاولی رح
۳۲ ۔ علم الصرف از مولانا عبد اللہ محمد بن یوسف السورتی
۳۳ ۔ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی
۳۴ ۔ شرح مائۃ عامل ۔ مصنف عبد القاہر جرجانی ۔ شارح الشیخ عبد الرحمٰن جامی
۳۵ ۔ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب رح) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی رح
۳۶ ۔ اساس عربی از محمد نعیم الرحمٰن ۔ ایم اے ۔ لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی
۳۷ ۔ ترکیب القرآن ۔ قدرت اللہ ۔ جامعہ محمدیہ ۔ اوکاڑہ ۔ (صرف پارہ اوّل)
۳۸ ۔ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی ۔ عربی)
۳۹ ۔ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو رائٹ ۔ ایل ۔ ایل ڈی ۔
متفرق ۴۰ ۔ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح ۔ اردو ترجمہ مولانا عبد الحلیم انصاری
۴۱ ۔ معجم المفہرس لالفاظ القرآن الحکیم ۔ از محمد فواد عبد الباقی ۔